

حقوق طبع بحق مصنف محفوظ ہیں

پوتھا ایڈیشن نومبر ۱۹۹۲ء

حقیقت، مقرب، واعظین کے لئے نایاب تحفہ

المجالس المرضیہ

نے

اذکار العترۃ النبویہ

۱۵۷

استاد العلماء علامہ سید محمد باقر شاہ علیہ السلام مقامہ
جن کا مزار کہتا اور کلاں ضلع بھکر میں ہے
مرتبہ :- استاد العلماء علامہ حسین بخش جارا علیہ السلام مقامہ
بانی جامعہ علمیہ باب النجف - جارا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

ناشر :- مکتبہ انوار النجف - دریا خان ضلع بھکر - قیمت ۸۰ روپے

تقویٰ کی علامت

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْعُلُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ سَوَالِ اللّٰهِ اَوْ نَكِرَ الَّذِيْنَ اَمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبُهُمْ لِلتَّقْوٰی بِرَدِّهِ لَوْ كَرِهَ رَسَالَتُكَ کے حضور میں اپنی آوازوں کو نیچا رکھتے ہیں وہ وہ ہیں کہ تقویٰ کی کسوٹی پر ان کے دل پرکھے جا چکے ہیں ایک اور مقام پر صریح لفظوں میں رسولؐ پر اپنی آوازوں کو بلند کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے : لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اِنْ تَجْبَطَا عَنْهَا لَكُمُ الْعَذَابُ لَآ تَشْعُرُونَ (اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان کو باوازی بلند پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ورنہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی) مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد جناب رسالتؐ نے اپنے حسن خلق اور کمال مہربانی کے پیش نظر یہ دستور بنالیا تھا کہ اگر کوئی شخص حضرت سے اونچی آوازیں بات کرتا تو آپ اس کی آواز سے بلند آواز میں اس کو جواب مرحمت فرماتے تاکہ اس کی آواز رسولؐ کی آواز سے

خوف ملائکہ | ارشاد قدرت ہے: **يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ**
 رعد اس کی حمد کی تسبیح کرتا ہے اور ملائکہ اس کے خوف سے
 (اس کی تسبیح و تلقہ پس کرتے ہیں) **يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ**۔ شب و روز اس
 کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ **وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ**۔ درحالیکہ وہ
 اس کے رعب و جلال سے غور و زور ہیں۔

خوفِ انبیاء و اوصیاء ارشاد قدرت ہے، اِذَا تَنَاسَىٰ عَلَيْهِمْ اَيَّاتُ الرَّحْمٰنِ خُذُوا سُبْحٰنَكَ اَوْ يَكْلِمُنَا۔ جب ان پر آیات خداوندی کی تلاوت کی جائے تو سجدہ کرتے ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے بھک جاتے ہیں۔ جناب رسالت مآبؐ کے متعلق ارشاد ہے، قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ عَصِیْتُ رَاحِیَ عِنْدَ ابِیْکُمْ عِظَمُ فِرَاقِیْجِیْ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اویسیائے طاہرین کے متعلق ارشاد فرماتا ہے، اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا لَیْوَمَاضِیْ سَاسَا قَمَطُورًا۔ ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو سخت و دردناک ہوگا۔

خوف جمیع اشیاء | جناب رسالتؐ ارشاد فرماتے ہیں کوئی ملک مقرر ہے آسمان و زمین ہو اور پہاڑ اور بحر و بریں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو روزِ جمعہ خوفزدہ نہ ہوتی ہو اور بحال انوارِ حق کی شیطاں بھی ایک مقام پر اپنے قیام سے اندرِ خوفِ محسوس کرتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: كَمْثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ الْكُفْرِ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّى بَرِئٌ مِّنْكَ اِنِّى اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ (شیطان کی

اونچی نہ رہ جائے اور وہ اس معاملہ میں اللہ کے نزدیک گنہگار نہ ہو۔

پس ایسے مجسمہ رحمت اور سراپا شفقت رسول کی اس قسم کی مہرانیوں اور دلداروں کے باوجود پھر بھی کوئی شخص اگر ان کے فیوض سے استفادہ نہ کر سکے تو اس کی عین نیچائی اور کمال نالائقی ہے۔ اور اس قدر رحمت و شفقت کے باوجود اگر وہ کسی کو فرما دیں۔ قُوْهُمُوعَتٰی۔ چلے جاؤ تو ایسے انسان کا کیا حشر ہوگا؟ آیت مجیدہ میں تو صرف آواز کے بلند کرنے کی نہی ہے، خواہ وہ آواز لہجہ محبت میں ہی ہو لیکن اگر آواز بلند بھی ہو، اور لہجہ بھی اس قدر کراخت ہو جو کسی شریف انسان کے لیے قابل برداشت نہ ہو کہنے والے مہربان کی بات جو بنی برخلوص و نصیحت ہو، اس کو تسلیم کرنا تو درکنار اگر سنجیدگی سے مثال دیا جائے تو شاید اس قدر دل شکنی نہ ہو لیکن اگر اسے صاف صاف لفظوں میں نہایت نڈ اور بے باک ہو کر کہا جائے: اِنَّ السَّجِّلَ لِیْہٖ جُجُو۔ (تحقیق یہ شخص بڑیان کہہ رہا ہے۔ نسیم الریاض۔ ہانیہ ابن اشیر) تو شریف انسان کی طرف سے یہی جواب ہو سکتا ہے کہ نکل جاؤ حالانکہ قرآن مجید میں تمام اہل اسلام کو اپنے تنازعات میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تقویٰ کی حقیقت ایک مرتبہ ہمام نامی ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور! آپ مجھے متقین کے اوصاف اس طرح سنائیں کہ گویا اس کا منظر میرے سامنے آجائے۔ آپ نے اس کے جواب کو ٹاٹتے ہوئے فرمایا: اہام! اللہ سے ڈرو اور نیکی اختیار کرو۔ تحقیق اللہ ڈرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن ہمام اس جواب سے مطمئن نہ ہوا اور آپ سے دوبارہ قسم دیکر خواہشمند ہوا کہ آپ کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود محمد و آل محمد کے بعد فرمایا: خدا نے جس قدر مخلوق جس جس وقت میں پیدا فرمائی ہے وہ ان کی نہ اگالت کا محتاج ہے اور نہ ان کی نافرمانی سے خوفزدہ ہے کیونکہ جس طرح اس کو کسی کی نافرمانی

فرہ بہر نقصان نہیں دے سکتی۔ اسی طرح اس کو کسی کی اطاعت نفع نہیں پہنچا سکتی اس نے مخلوق میں رزق کو تقسیم فرمایا اور ہر ایک کو اپنی اپنی جائے رہائش عطا فرمائی۔ پس اس سے تقویٰ کرنے والے ہی فضائل کے مالک ہیں۔ جس کی گویائی صحیح رہاں درمیانہ اور رفتار کا سارا نہ ہے انہوں نے اپنی آنکھوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچا رکھا ہے اور اپنے کانوں کو صرف نفع علیہم تک محدود کر دیا ہے۔ ان کے نفوس بدحالی اور خوشحالی میں یکساں رہتے ہیں اور اگر موت کے لیے ایک مقرر شدہ وقت نہ ہوتا تو ان کے ارجاع اجسام عنصریہ سے کوچ کر جاتے اور پک بھپکنے تک بھی نہ ٹھہرتے اس لیے کہ ان کے دلوں میں ثواب کا اشتیاق اور عذاب کا حقیقی خوف موجود ہے اور چونکہ ان کے نفوس میں خالق کی عظمت گہر کر چکی ہے۔ لہذا باقی تمام چیزیں ان کی نلاروں میں حیتیں ان کی نگاہیں جنت پر اس طرح جمی ہیں کہ وہ گویا اسے دیکھ چکے ہیں اور اس میں رہ رہے ہیں اور دوزخ ان کے سامنے اس طرح ہے کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس میں جل رہے ہیں ان کے دل مغموم رہتے ہیں اور ان کے شر سے لوگ محفوظ ہوتے ہیں ان کے جسم کمزور۔ طلب معمولی اور نفس پاکیز ہوتے ہیں وہ تھوڑے دن صبر کی زندگی گزارنے کے بعد ایک طویل عیش و آرام کی زندگی سے ہٹنا نہ جانتے ہیں۔ یہ خوف نفع مند تجارت ہے جس کے لئے خدا نے ان کو موفق کیا ہے ان کو دنیا چاہتی ہے لیکن وہ دنیا کو نہیں چاہتے ان پر دنیا نے اپنا پھنلا ڈالا لیکن وہ فدیہ دیکر اس کی قید سے بچ نکلے۔ رات کے وقت ان کے قدم صاف لہرتے ہیں۔ اور وہ رات بھر اجزائے قرآن کی ترتیل سے تداوت کرتے ہیں وہ اپنے نفوس کو غمزدہ کرتے ہیں اور اپنی بیاریوں کا علاج وہ اسی سے ہی چاہتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے ہیں جس میں نعمات جنت کی طرف دعوت ہوتی ہے تو اس کی طرف بھٹکتے ہیں اور کثرت شوق سے ان کے نفوس اس کی طرف جھٹکتے گتے ہیں۔ پس وہ اسی کو ہی اپنا نصب العین سمجھتے ہیں لیکن جب کسی آیت پر پہنچتے ہیں

پائیدار ہوں (۲۰) وہ ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جو فانی ہوں (۲۱) وہ علم و حلم و دروں کو پاس رکھتا ہے لہذا اس میں جاہلانہ طیش نہیں آسکتا (۲۲) اس کا قول و فعل متحد ہوا کرتا ہے (۲۳) اس کی خواہشات کم ہوں گی (۲۴) لغزشیں مختصر ہی ہوں گی (۲۵) دل میں خضوع (۲۶) نفس میں قناعت (۲۷) کھانا کم (۲۸) اسباب زندگی مختصر (۲۹) دیں محفوظ (۳۰) شہوت مردہ (۳۱) غصہ میں ضبط (۳۲) اس سے اچھائی متوقع ہوگی (۳۳) اس سے برائی کا امن ہوگا (۳۴) اگر وہ غافلین سے ہوگا تاہم ذاکرین میں اس کا نام لکھا جائے گا اگر ذاکرین سے ہوگا تو قطعاً غافلین میں نہ لکھا جائے گا (۳۵) اپنے ظالم سے درگزر کرے گا (۳۶) محروم کرنے والوں کو عطا کرے گا (۳۷) قاطع الرحم سے صلہ رحمی کریگا۔ (۳۸) غش گوئی اس سے دور ہوگی (۳۹) اس کی بات نرم (۴۰) اس کی برائیاں غائب (۴۱) اس کی نیکیاں حاضر (۴۲) اس کی خیر سلسلہ (۴۳) اس کا شریعہ چھپے کی طرف (۴۴) لغزشوں کے مقام پر وہ باوقار (۴۵) مقام تشدد میں صبر (۴۶) خوشحالوں میں شاکر (۴۷) اپنے دشمن پر زیادتی نہیں کرتا (۴۸) اور اپنے محبوب کے بارے میں مبتلائے گناہ نہیں ہوتا (۴۹) گواہی دینے سے پہلے حق کو پہچان لیتا ہے (۵۰) جس کو یاد کرتا ہے اس کو فراموش نہیں کرتا (۵۱) جس کو محفوظ کرتا اس کو ضائع نہیں کرتا (۵۲) کسی کو برے یا ادا دہرے نام سے نہیں پکارتا (۵۳) ہمسا یہ کو ضرور نہیں پہنچاتا (۵۴) کسی کے دکھ پر خوشی کا اظہار نہیں کرتا (۵۵) باطل میں داخل نہیں ہوتا (۵۶) حق سے خارج نہیں ہوتا (۵۷) اگر وہ چسپ ہو تو اپنی چپ سے ملول نہیں ہوتا (۵۸) اگر شبے تو اس کی آواز بلند نہیں ہوتی (۵۹) اگر اس پر بغاوت کی جائے تو وہ صبر کرتا ہے یہاں تک کہ خدا ہی اس کا انتقام لے لیتا ہے (۶۰) اس کا نفس اپنی روش سے تنگ ہوتا ہے لیکن لوگ اس سے راحت میں ہوتے ہیں (۶۱) وہ آخرت کی خاطر ہی اپنے نفس کو تنگی میں رکھتا ہے اور لوگوں کو راحت دیتا ہے (۶۲) اس کی کسی سے دوری لہد کی بنا پر ہوگی (۶۳) اور اس کا کسی سے قرب رحمت و نرمی کی

جس میں جہنم کی تحریف ہوتی ہے تو اپنے گوش ہرش سے اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ گویا جہنم کے شعلوں کی آواز اور دھڑک ان کے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ پس وہ کہتے ہو کہ اپنے منہ ہتھیلیاں لگھنے اور پاؤں کی انگلیاں زمین پر ٹیکتے ہوئے اللہ سے جہنم سے آزاری کی دعائیں مانگتے ہیں اور دن کے وقت وہ لوگ حلامار علماء و اولاد اور اقلیاء کے رنگ میں ہوا کرتے ہیں۔ خوف خدا نے ان کا گوشت گھلا دیا ہے دیکھنے والوں سمجھے گا کہ یہ لوگ بیمار ہیں حالانکہ ان کو کوئی بیماری لاحق نہیں ہوا کرتی۔ ہاں ایک امر عظیم نے ان کے اندر جگہ لے لی ہے وہ اپنے عمل میں سے تصور سے پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ کو زیادہ سمجھتے نہیں اور اپنے نفسوں کو کوتاہ ہی سمجھتے ہیں اور وہ بالآخر اپنے عمل سے خوف زدہ ہی ہوتے ہیں اگر ان کی تعریف کی جائے تو اپنی تعریف کے جانے سے بھی خوفزدہ رہتے ہیں لہذا (از روتے تردید) کہہ دیتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو خود اچھا جانتا ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی مجھے خوب جانتا ہے۔ اے پروردگار! ان لوگوں کی باتوں سے مجھے گرفت نہ کرنا۔ اور مجھے توفیق مرحمت فرما کہ ان کے گمان سے بھی میں اچھا ہو جاؤں اور میرے وہ گناہ بخش جن کو لوگ نہیں جانتے اور ایسے لوگوں کی علامات یہ ہوں گی۔ (۱) دین میں قوت (۲) نرم مزاجی کے ساتھ پختگی ارادہ (۳) ایمان جو یقین کے ساتھ ہو۔ (۴) علم میں حرص (۵) حلم و علم (۶) غنا کے باوجود درمیانہ روی (۷) عبارت میں خشوع (۸) فقر و فاقہ میں خودداری (۹) سختی میں صبر (۱۰) طلب حلال (۱۱) ہدایت میں نشاط (۱۲) لپڑے سے پرہیز (۱۳) اعمال صالحہ سجالانے کا لیکن پھر بھی ڈرتا رہے گا (۱۴) شام کریگا اور اس کا مقصد اہم شکر پروردگار ہی ہوگا (۱۵) صبح اٹھے گا تو اس کا اہم مقصد ذکر پروردگار ہی ہوگا (۱۶) رات کو غفلت سے خوفزدہ ہوگا (۱۷) صبح کو تجدید نعمت و فضل پر مسرور ہوگا (۱۸) اگر اس کا نفس کسی ناپسندیدہ چیز پر شدت سے خواہش کرے تاہم یہ اس کی مرغوب چیز دینے کو تیار نہیں ہوتا (۱۹) اس کی آنکھ ان چیزوں سے ٹھنڈک محسوس کرتی ہے جو

کے ہاں وارد ہوا تو معاویہ نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ میرے سامنے کچھ علی کی تعریف کیجئے مگر اس نے کہا: پھر اگر میں علی کے فضائل کے متعلق کہہ دوں، تو برا نہ منانا اور صاف کرنا معاویہ نے کہا میری طرف سے معافی ہے بلکہ تجھے سوگند ہے کہ جس قدر علی کی تعریف تجھ سے ممکن ہے اس میں کمی نہ کرنا۔ ضرار نے کہا کہ پس اب مجھ پر واجب ہو گیا ہے کہ کچھ کہوں پس شروع ہو گیا کہ وہ وہ شخص تھا جس کے ارادے بلند۔ قوت مضبوط تھی۔ اس کی بات ایک ہوتی۔ اس کا فیصلہ عادلانہ ہوتا تھا۔ اس کے پہلوؤں سے علم کے چشمے چھوٹتے تھے۔ اس کی زبان پر حکمت کا پیرہ تھا وہ دنیا اور اس کی بہاروں سے غیوانوس تھے اور بجائے اس کے رات اور اس کی تاریکی سے ان کو انس تھا وہ گہری سوچ بچار کے مالک تھے خوف خدا میں ان کے آنسو نہیں رکتے تھے کبھی اپنے نفس سے خطاب فرماتے اور کبھی خدا سے مناجات کرتے تھے سخت لباس ان کو پسند تھا اور خشک روٹی کے دلدادہ تھے خدا کی قسم انہوں نے ہم میں عام زندگی بسر کی تھی جب ہم ان کے پاس آتے تھے تو وہ ہمیں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اور جب ہم ان کو دعوت دیتے تھے تو وہ بھی ہمارے ہاں بنفس نفیس تشریف لانے سے گریز نہ فرماتے تھے اور باوجود ہم سے اس قدر قریب ہونے کے ان کی جلالت قدر و ہیبت کی وجہ سے ہم میں جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ ان سے انکادانہ بات کر سکیں وہ جب مسکراتے تھے تو ان کے دھان اقدس سے موتیوں کی بارش ہوتی معلوم ہوتی تھی وہ دیندار لوگوں کو شرف قرب بخشے اور مسکین آدمیوں کو نوازتے تھے کوئی طاقتور غلط طریق سے ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اور کوئی کفرور ان کے عدل سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔ اور خدا کی قسم میں نے بعض حالات میں ان کو دیکھا ہے۔

قَدْ ارْتَحَى اللَّيْلُ سُدُّوْا لَنَا
وَعَارَتْ جُؤْمُهُ وَهُوَ قَائِمٌ
رَفِيعٌ مَّخْرُجُهُ قَالِضٌ عَلَى الْحَيَاتِ
کہ رات اپنے پردے ڈال چکی ہے
ستارے محو خاموشی ہیں اور آپ دلیلی
حضرت علیؓ، محراب عبادت میں اپنی ریش

بننا پر ہو گا (۶۴) اس کی کسی سے دوری تک و بڑائی کی بدولت نہیں ہوتی (۶۵) اس کا کسی سے قرب ہونا کم و فریب کے پیش نظر نہیں ہوا کرتا۔

پس آپ کا بیان اس مقام تک پہنچا ہی تھا کہ ہمام نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور اسی میں اس کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرمانے لگے بخدا میں ایسی بات سے تو ڈرتا تھا۔ پھر فرمایا: مواظف بالغہ اپنے اہل پرہی اثر رکھتے ہیں ایک شخص نے وہیں سوال کر دیا کہ یا امیر المومنین پھر آپ پر ان چیزوں کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا تیرے اوپر دوائے ہر موت کے لیے ایک وقت ہوتا ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کیا جاسکتا اور ہر شبی کے لئے سبب ہوتا ہے کہ وہ اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ خبردار! ایسی بات نہ کہنا کیونکہ تیری زبان پر شیطان بول رہا ہے۔

مستحق کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ باوجودیکہ وہ اعمال صالحہ کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ خوفزدہ رہتا ہے۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام علی زین العابدینؓ دوران حج میں سواری پر سوار ہو کر مشغول تلبیہ تھے کہ بے ہوش ہو کر زمین گر پڑے، جب افاتہ ہوا تو آپ سے سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ تصور آگیا کہ بیتاب کہتے ہوئے کہیں مجھے لَا بَيْتَاكَ وَسَمْعُكَ نَا نہ کہا جائے۔

اندازہ فرمائیے حضرت امیر المومنینؓ جن کی عبادت کی حکایا بیان کی جائے جس کے اقدار کی ایک ادنیٰ یا الہی جنبش اوپر سے نیچے کی طرف ہوتی جس میں شاید ایک سیکند کا وقت خرچ ہوا ہو وہ قیامت کے جنوں اور انسانوں کی بابت سے بڑھ گئی اور اس کے علاوہ دیگر شبہ روز کے اعمال کا بھی پھر جائزہ لیجئے اور ان نام باتوں کے باوجود شب تاریک میں گھر سے نکل پڑتے ہیں اور جنگل کا رخ کر لیتے ہیں اور ریش مبارک کو ماتھ میں پکڑ کر فرماتے ہیں اَلَا مَنِ قَوْلُهُ التَّوَادُّ وَلِوَعْدِ الطَّرِيقِ۔ راستے زاوہرا کم اور راستہ لمبا ہے۔

بہائی نے کامل ہیں اور نیر صاحب استیغاب نے بھی ذکر کیا ہے ضرار جب معاویہ

روانگی از مدینہ | سید الشہداء و دواعِ قبرِ رسولؐ کے لئے جاتے ہیں۔ چند رکعات نماز پڑھی اور دستِ مناجات بلند کئے۔ ترجمہ: اے اللہ یہ

اور یہ وہ مقام ہے جس کے متعلق ارشاد قدرت ہے وَمَنْ
دَخَلَ كَانَ آمِنًا (اُس میں جو داخل ہوگا با امن رہے گا)

17

معاویہ نے جب یہ کلمات سنے تو اس کے چہرے پر آنسوؤں کی ایک تار بندھ گئی اور حاضرین مجلس بھی رو دیئے۔ معاویہ نے کہا **وَاللّٰہُ کَانَ الْبَاقِ الْحَسَنَ کَذَّابًا**۔ خدا کا قسم ابوالحسن یعنی علیؑ ایسا ہی تھا۔ لیکن میں حکم دیتا ہوں کہ میرے اصحاب میرے بعد

پاس آئے اور دونوں نے حضرت کو اپنے ارادہ سے روکنا چاہا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اپنے نانہ نے جو حکم دیا ہے میں اسے کر گزروں گا۔ پس ابن عباس و احسین کی صدا بلند کرتے ہوئے واپس چلا گیا اور مدینۃ المنجا سے مروی ہے کہ ابن عباس نے عورتوں کے ساتھ جانے سے روکا تو آپ نے جواب میں اشارہ فرمایا۔ میں نے خواب میں اپنے نانہ جناب رسالت مآب کو دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے میں اس کے خلاف ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور انہوں نے ان عورتوں کو ساتھ لے جانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسے ابن عمر یہ رسول اللہ کی امانتیں ہیں۔ میری نظر میں کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جو ان کا شیان شان احترام کر سکے اور ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ میری جدائی کو بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ اتنے میں ابن عباس نے پس پردہ رونے کی آواز سنی اور صدا آئی اسے ابن عباس! کیا تم ہمارے آقا و مولا کو ہمیں ساتھ نہ لے جانے کا مشورہ دے رہا ہے؟ کہ وہ ہم کو چھوڑ کر تنہا چلا جائے؟ خدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم نے جینا بھی ان کے ساتھ ہے اور ہم نے مرنا بھی ان کے ہمراہ ہے (کاش حسرت پوری نہ ہو سکی) کیا زمانہ میں ان کے علاوہ ہمارا کوئی دوسرا سہارا ہے؟ پس ابن عباس روتا ہوا واپس آیا۔

ملہوت سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عمر نے آپ کو صلح کرنے اور قتل و قتال سے باز رہنے کا مشورہ دیا تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بے قدری کی دلیل ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کا سر ایک بدکار عورت کو ہدیہ بھیجا گیا تھا اور بنی اسرائیل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ستر ستر بیویوں کو قتل کرتے تھے اور پھر بازار میں خرید فروخت میں اس طرح مشغول ہو جاتے تھے جس طرح کہ انہوں نے کچھ کیا بھی نہیں ہے تاہم فوراً خدا نے ان کو عذاب میں گرفتار نہیں کیا اور اس کے بعد جب ان کو عذاب کی گرفت میں لے لیا تو اس طرح کہ جس طرح کوئی طاقتور اپنا انتقام لیا کرتا ہے۔ اسے ابو عبد الرحمن اللہ سے ڈرو اور میری نصرت سے کنارہ کشی نہ کرو۔ اس کے بعد ابن عمر نے

موت کو گلے کا ہار بنا دیا گیا ہے۔ مجھے اپنے اسلاف کی خدمت میں پہنچنے کا ایسا ہی اشتیاق ہے جس طرح حضرت یعقوب کو حضرت یوسفؑ کی طرف تھا۔ میرے لیے دائمی خواب گاہ جس کی تجویز کی جا چکی ہے۔ میں نے وہاں ضرور پہنچا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اعضاء کو نانہ کی امت کے انسان غامض جنگلی خوشخوار درندے صحرائے کربلا میں ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور میرے خون سے اپنی رہس کی خالی او جھریوں اور انتڑیوں کو پُر کر رہے ہیں۔ مجھے اس دن سے چھٹکا لانا نہیں جو قلم قضا سے میرے لئے مقدر کیا گیا ہے۔ ہم اہل بیت اللہ کی رضا پر راضی اور اس کی آزمائش پر صابر ہیں۔ خدا ہمیں صابریں کا پورا اجر عطا فرمائے گا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا جو شخص ہماری محبت میں اپنی جانیں پیش کرنے والا ہو اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو تو وہ ہمارے ساتھ چلے میں انشاء اللہ کل صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے ان فقرات میں اس ظاہری زندگی سے ناامیدی کا اظہار بھی ہے۔ اور جو انگری اور ثبات قدم سے موت کی طرف اقدام کی جرأت کا اظہار بھی۔ اس میں غیب کی خبر بھی ہے۔ اور امر خداوندی کی تسلیم اور قضائے خالق پر رضا مندی کا اعلان بھی ہے۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا یہ فقرہ کہ میرے اعضاء کو جنگلی خوشخوار درندے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ اس میں کئی چیزوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ ممکن ہے اس جگہ اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے مراد اولاد و برادران و اصحاب کی شہادت آپؑ مراد لے رہے ہوں۔

۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی طرف اشارہ ہو کہ میرے ہاتھ میری انگلی میری رگ ہائے گردن اور باقی اعضاء کو قطع کر ڈالیں گے۔

۳۔ شاید اس فقرہ میں آپؑ لاشوں کی پامالی کی طرف اشارہ فرما رہے ہوں۔

ملہوت سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس دونوں حضرت کے

کہ منزل ذاتِ عرق پر نزول اجلال فرمایا۔ دگر یا مکہ کے بعد آپ کی پہلی منزل ذاتِ عرق تھی
 اس مقام پر آپ کو ایک خط پہنچا اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے لکھ کر اپنے دونوں
 شہزادوں عون و محمد کو دے کر روانہ کیا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
 اما بعد میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ جس طرف جا رہے ہیں اس
 میں آپ کی ہلاکت اور اہل بیت کی بربادی کا خطرہ ہے لہذا آپ دراصل فرمائیں۔ یقیناً آپ
 کی موت سے زمین خدا آپ کے نور سے محروم ہو جائے گی کیونکہ آپ طالبانِ ہدایت
 کے لئے علم ہدایت اور ایمان والوں کی امیدوں کا سہارا ہیں۔ پس آپ عجلت سے کام

نہ لیں اور میں اس خط کے پیچھے خود بھی حاضر ہوں۔ والسلام

ملہوت و کامل سے مروی ہے کہ عراق سے آئے ہوئے بشر بن غالب آپ کو
 ملا اور آپ نے اس سے عراقیوں کی احوال پرسی کی تو اس نے جواب دیا کہ لوگوں کے
 دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہوں گی۔

ارشاد میں فردوق شاعر سے مروی ہے کہ سنا ہے میں اپنی ماں کو ج کرانے جا رہا
 تھا اور اپنی ماں کی سولہوی کو ہانک رہا تھا کہ مکہ سے باہر میں نے امام حسینؑ سے ملاقات کی
 تلواریں اور ڈھالیں بھی آپ کے ہمراہ تھیں تو میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟
 مجھے جواب دیا گیا کہ یہ حسین بن علیؑ کا قافلہ ہے۔ پس میں نے حاضر خدمت ہو کر سلام
 عرض کیا اور گزارش کی کہ خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور میرا ماں باپ
 آپ پر فدا ہوں فرزند رسولؐ! آپ حج سے پہلے کیوں کوچ فرما رہے ہیں؟ آپ نے
 جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر نہ جاؤں تو گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ فرمایا تو کون ہے؟ تو میں
 نے عرض کی کہ عرب کا باشندہ ہوں۔ خدا کی قسم آپ نے مجھ سے مزید دریافت کرنے
 کی زحمت نہ فرمائی۔ ہاں اتنا فرمایا کہ لوگوں کے نظریات کس قسم کے ہیں؟ تو میں نے
 عرض کی حضور! دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہوں گی۔ قضا کا فیصلہ

آپ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ مجھے اس جگہ کا بوسہ لینے دیں جہاں رسول اللہؐ بوسہ لیا کرتے
 تھے تو آپ نے اپنی قمیض مبارک اپنے بطن مبارک سے اٹھائی اور ابن عمرؓ نے آپ کی ٹانف
 مبارک پر تین مرتبہ بوسہ دیا اور بہت رویا اور وداع کرتے ہوئے آپ کو شہادت کی خبر سن کر
 چلا گیا۔

نیز ملہوت سے مروی ہے کہ سحر کے وقت حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے تیاری
 فرمائی جب محمد بن حنفیہ کو یہ خبر پہنچی تو حاضر ہوا اور آپ کی ناقہ کی مہار کو تھام کر عرض کرنے
 لگے۔ بھائی جان! میں نے جو گزارش کی تھی اور آپ نے بھی نظر ثانی کا وعدہ فرمایا تھا پھر کیوں
 اس قدر عجلت فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ تیرے چلے جانے کے بعد مجھے نانا کی زیارت
 ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ حسین! چلے جاؤ خدا کو تیری شہادت محبوب ہے۔ محمد بن حنفیہ
 نے انا للہ وانا الیک راجعون۔ پڑھتے ہوئے عرض کی۔ پھر اپنے ساتھ پردہ داروں کو
 لے جانے کا کیا مقصد ہے؟ منتخب میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے نانا نے یہ بھی خبر
 دی ہے کہ مصلحت ایزدی میں یہی ہے کہ وہ قید و بند کی صعوبتیں دیکھیں اور نیز وہ مجھ
 سے جدا ہو نا بھی پسند نہیں کرتیں جب تک میں زندہ ہوں۔ یہ سنتے ہی محمد بن حنفیہ نے
 بہت سخت گریہ کیا اور آخر کار یہی کلمات عرض کئے۔ حسین! اللہ کے سوا سے۔

حسینؑ کے ثبات و استقلال کو ملاحظہ فرمائیے۔ علاوہ ان اخبار صادقہ کے جو آپ
 کو اپنے جد بزرگوار سے پہنچی تھیں شخص بھی مخالف یا موافق آپ کی خدمت میں پہنچتا
 ہے اس کی زبان سے آپ کے قتل کا کلمہ ہی نکلتا ہے۔ جیسا کہ ابن عمرؓ کے متعلق بھی نقل
 گوشت گذار کی جا چکی ہے۔ لیکن آپ اپنے عزم کو پورا کرنے میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں
 فرماتے۔

کتاب ارشاد میں منقول ہے کہ۔ تَوَجَّهَ الْحُسَيْنُ مَعًا لَا يَلُوحِي إِلَى شَيْءٍ
 حَتَّى يَنْلِ ذَاتَ عَرْقٍ۔ حسین نے بہت تیزی سے سفر کیا اور کہیں نہ رکے یہاں تک

کہ منزل ذاتِ عرق پر نزول اجلال فرمایا۔ اگر ایک کے بعد آپ کی پہلی منزل ذاتِ عرق تھی تو اس مقام پر آپ کو ایک خط پہنچا اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے لکھ کر اپنے دونوں شہزادوں عون و محمد کو دے کر روانہ کیا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ جس طرف جا رہے ہیں اس میں آپ کی ہلاکت اور اہل بیت کی بربادی کا خطرہ ہے لہذا آپ ذرا صبر فرمائیں۔ یقیناً آپ کی موت سے زمین خدا آپ کے نور سے محروم ہو جائے گی کیونکہ آپ طالبانِ ہدایت کے لئے علم ہدایت اور ایمان والوں کی امیدوں کا سہارا ہیں۔ پس آپ عجلت سے کام نہ لیں اور میں اس خط کے پیچھے خود بھی حاضر ہو رہا ہوں۔ والسلام

ملہوف و کامل سے مروی ہے کہ عراق سے آتے ہوئے بصرہ میں غالب آپ کو ملا اور آپ نے اس سے عراقیوں کی احوال پرسی کی تو اس نے جواب دیا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہوں گی۔

ارشاد میں فرزدق شاعر سے مروی ہے کہ سنا ہے میں اپنی ماں کو حج کرنے جا رہا تھا اور اپنی ماں کی سواری کو ہانک رہا تھا کہ مکہ سے باہر میں نے امام حسینؑ سے ملاقات کی تو تلواریں اور ڈھالیں بھی آپ کے ہمراہ تھیں تو میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے جواب دیا گیا کہ یہ حسین بن علیؑ کا قافلہ ہے۔ پس میں نے حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا اور گدارش کی کہ خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور میرا ماں باپ آپ پر فدا ہوں فرزند رسولؐ! آپ حج سے پہلے کیوں کوچ فرما رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر نہ جاؤں تو گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ فرمایا تو کون ہے؟ تو میں نے عرض کی کہ عرب کا باشندہ ہوں۔ خدا کی قسم آپ نے مجھ سے مزید دریافت کرنے کی زحمت نہ فرمائی۔ ماں اتنا فرمایا کہ لوگوں کے نظریات کس قسم کے ہیں؟ تو میں نے عرض کی حضور! دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہوں گی۔ قضا کا فیصلہ

آپ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ مجھے اس جگہ کا بوسہ لینے دیں جہاں رسول اللہؐ بوسہ لیا کرتے تھے تو آپ نے اپنی فیض مبارک اپنے بطن مبارک سے اٹھائی اور ابن عمرؓ نے آپ کی ناف مبارک پر تین مرتبہ بوسہ دیا اور بہت رویا اور وداع کرتے ہوئے آپ کو شہادت کی خبر سن کر چلا گیا۔

نیز ملہوف سے مروی ہے کہ سحر کے وقت حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے تیاری فرمائی جب محمد بن حنفیہ کو یہ خبر پہنچی تو حاضر ہوئے اور آپ کی ناکہ کی مہار کو ختم کر عرض کرنے لگے۔ بھائی جان! میں نے جو گزارش کی تھی اور آپ نے بھی نظر ثانی کا وعدہ فرمایا تھا۔ پھر کیوں اس قدر عجلت فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ تیرے چلے جانے کے بعد مجھے نانا کی زیارت ہوئی تو انہیں نے فرمایا۔ حسین! چلے جاؤ خدا کو تیری شہادت محبوب ہے۔ محمد بن حنفیہ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ پڑھتے ہوئے عرض کی۔ پھر اپنے ساتھ پردہ داروں کو لے جانے کا کیا مقصد ہے؟ منتخب میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے نانا نے یہ بھی خبر دی ہے کہ مصلحت ایزدی میں یہی ہے کہ وہ قید و بند کی صعوبتیں دیکھیں اور نیز وہ مجھ سے جدا ہونا بھی پسند نہیں کرتیں جب تک میں زندہ ہوں۔ یہ سنتے ہی محمد بن حنفیہ نے بہت سخت گریہ کیا اور آخر کار یہی کلمات عرض کئے۔ حسین! اللہ کے حوالے۔

حسینؑ کے ثبات و استقلال کو ملاحظہ فرمائیے۔ علاوہ ان اخبار صادقہ کے جو آپ کو اپنے جد بزرگوار سے پہنچی تھیں یہ شخص بھی مخالف یا موافق آپ کی خدمت میں پہنچتا ہے اس کی زبان سے آپ کے قتل کا کلمہ ہی نکلتا ہے۔ جیسا کہ ابن عمرؓ کے متعلق بھی ثقہ گویش گزار کی جا چکی ہے۔ لیکن آپ اپنے عزم کو پورا کرنے میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں فرماتے۔

کتاب ارشاد میں منقول ہے کہ تَوَجَّہَ الْحُسَيْنُ مُعْتَزًّا كَالْمَلُوحِيِّ إِلَى شَيْئٍ حَتَّى نَزَلَ ذَاتِ عَرْقٍ۔ حسین نے بہت تیزی سے سفر کیا اور کہیں نہ رکے یہاں تک

مَلَطْخَابِدْمَه تَلَشَتْ
سَاعَاتٍ مِنَ الشَّهْرِ سَامِقًا
بِطَرْفِهِ الْحَسَّ السَّمَاءِ
وَهُوَ يَقُولُ صَبْرًا عَظِيمًا
قَضَائِكَ لَا إِلَهَ سِوَاكَ يَا
حَيَاتُ الْمُسْتَعِيثِينَ
غلطایں پورے تین گھنٹے دن کے
پڑے رہے اور کنارہ چشم سے آسمان
کی طرف دیکھتے ہوئے عرض کر رہے تھے
رے اللہ! میں تیری رضا پر راضی ہوں۔
تیرے سوا۔۔۔ کوئی معبود نہیں ہے
فریادیوں کے فریاد رس۔

غالباً حضرت قائم آل محمد علی اللہ فرجہ کے الفاظ ہیں، لَقَدْ فَحَّجَبْتُ مِنْ
صَبْرِكَ مَلَائِكَةَ السَّمَوَاتِ تَحْقِيقَ آبِ كَيْ صَبْرِكَ مَطَاهِرٌ سَعَى مَلَائِكَةِ آسَمَانِ
بھی محو حیرت ہیں۔

آپ نے تسلیم و رضا کے اس بلند زینے پر قدم رکھا ہے کہ اس کو سوچنے سے
عقول دریائے دہشت میں ڈوب جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے مدارج تمام سے
بلند تر اور ان کی مصیبت تمام سے عظیم تر ہے۔

فَوَاءَ الشَّاهِدِينَ هَبْ كَمَا يَكُ دَفْعُ حَضْرَتِ حَسَنِ ابْنِ نَانَا كِي خَدْمَتِ فِي حَاضِرِ قَهْ
حضور ناز برداری میں مصروف تھے اور حسینؑ کے ساتھ مسکرا رہے تھے۔ حضرت عائشہ
نے سوال کیا۔ آپ اس سچے کو بہت زیادہ چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہ ہو یہ میرے
دل کا میوہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ہاں میری امت اس کو دے جرم، قتل کرے گی
جس نے اس کی وفات کے بعد اس کی زیارت کر لی تو اس کے نامہ اعمال میں میری
ججوں میں سے ایک جج لکھی جائے گی۔ حضرت عائشہ نے عرض کی۔ اذراہ تعجب۔ آپ
کی ججوں میں سے ایک جج؟ آپ نے فرمایا دوج۔ پھر اس طرف سے سوال ہوا تو جواب
میں آپ اضافہ فرماتے گئے۔ یہاں تک کہ فرمایا میری ججوں میں سے نوے (۹۰) جج اور عروہ
کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہوگا۔

ہو کر رہتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے سجا کہا اور اللہ
کے ہاتھ میں سب کچھ ہے جس مقصد کے لئے ہم جا رہے ہیں اگر فیصلہ قضا الیسا ہی ہوا
تو اس کی نعمات پر شکر کریں گے اور ادائیگی شکر میں بھی اسی سے ہی مدد رکھ رہے اور
اگر امیدوں کے آگے قضا حائل ہو گئی تو جس کی نیت حق اور باطن تقویٰ ہو تو اس کو کیا
پرواہ ہے۔ میں نے عرض کی۔ جی ہاں! آپ درست فرماتے ہیں خداوند کریم آپ کو اپنے
مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور خطرات سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد میں نے مناسک
حج کے متعلق کچھ مسائل دریافت کئے جن کا آپ نے جواب دیا اور اس کے بعد اپنی
سواری کو حرکت دی اور سلام علیک کہہ کر چلے گئے۔ ہائے میرے مولا! ایسے وقت میں
آپ کے قاب مبارک پر مناسک حج ادا نہ کر سکنے کا کتنا صدمہ پہنچا ہوگا؟

جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر پہنچنے کے بعد جو کلمات آپ کی زبان درفشان
سے سرزد ہوئے۔ بلہوت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ خدا مسلم پر رحم کرے وہ اللہ کی
روح و روحان اور جنت و رضوان میں پہنچ گیا۔ وہ اپنا فرض ادا کر چکا اور ہم پر باقی ہے
دیکھئے استقلال اور ثبات قدم کا کس شان سے مظاہرہ فرما رہے ہیں؟ اور پہنچے
حضرت عبداللہ بن یقظہ کی موت کی خبر پہنچتی ہے۔ تو فرماتے ہیں۔ میرے اللہ!
ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے اپنے پاس منزل کریم قرار دے اور ہمیں اور ہمارے
شیعوں کو اپنی رحمت کی فراگاہ میں جگہ عنایت فرما۔ تحقیق تو ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے
یہ ہے وہ استقلال اور تسلیم و رضا کا پیکر جس کی تفسیر زمانہ پیش نہیں کر سکتا۔ اس
کے بعد سنئے،

خاک و خون میں غلطاں ہیں لیکن زبان درفشان پر یہ کلمات جاری ہیں۔ چنانچہ ابو مخنف
کہتا ہے،

لَقِيَ الْحُسَيْنَ مُكْبِوْبًا عَلَى الْأَرْضِ
کہ حسین منہ کے بل زمیں پر بخون میں

لَسْلَا أَجَزَّ - تاکہ میری لاش کو عریاں نہ کیا جائے۔

آپ نے وہ لباس منگوایا۔ اور روایات میں ہے۔ فَخَرَفَتْهُ وَمَرَفَتْهُ کہ آپ نے اس کو اور بھی پھاڑ دیا اور مگر ٹے ٹکڑے کر دیا۔

پس جب وہ پھٹا ہوا لباس پہن کر روانہ ہوئے تو پردہ داروں اور بچوں سے وداع کر کے اس طرح روانہ ہوئے جس طرح واپس نہ آنے والا انسان وداع کر کے جاتا ہے اور فرمایا: اللَّهُ خَلِيفَتِي حَلِيكُہ۔ آپ کا خدا نگاہ بان ہوگا۔

حسینؑ نے دنیا کی ہر شے کو الوداع کہہ دیا۔ اور وہ صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر۔ پہلے پہل اپنے نانا کے حرم کو الوداع کہا پھر اللہ کے حرم کو الوداع کہا جو ہر چیز کے لئے باعث امن قرار دیا گیا تھا۔ پھر کہ بلا پنچ کر اپنے خیم اور مال و متاع کو الوداع کیا۔ اصحاب و اقربار اور اولاد کو الوداع کیا۔ تنہا میدان میں پہنچے تو تلوار کو الوداع کیا پھر گھوڑے کو الوداع کر کے رخصت کر دیا۔ اور اس کے بعد زینت کی کون سی چیز ہے جس سے حسینؑ نے الوداع نہ کیا ہو۔ ہاں آپ نے ایک انگوٹھی پہنی تھی وہ بھی اتار دی۔ صرف انگوٹھی نہیں بلکہ انگوٹھی کے ساتھ انگلی بھی دے دی۔ بدن کے کپڑے بھی دیدیئے۔ کاش! وہ پرانی قمیض جو آخری وقت پہن کر آئے تھے وہ تو زخمی بدن پر رہ جاتی۔

البتہ حسینؑ نے اس لباس کے بدلہ میں دو لباس پہن لئے تھے ایک مھولے کر بلا کی اڑتی ہوئی گرم خاک کا لباس اور دوسرا سر سے پاؤں تک خون سُرخ کارگین لباس۔ حتیٰ کہ محشر میں انہی دو لباسوں کے ساتھ آئیں گے۔ ارشاد: ہوگا لے فاطمہؑ آپ جنت میں داخل ہو جائیں تو عرض کریں گی۔ لَا اَدْخُلُ مَحْشًى اَعْلَمَ مَا صُنِعَ لَوْلَدِي میں جنت میں داخل نہ ہوں گی۔ جب تک معلوم نہ کروں کہ میرے فرزند کے ساتھ کون سا برتاؤ کیا گیا ہے۔ پس ارشاد ہوگا لے فاطمہؑ: اُنْظُرِي اِلَى قَلْبِ الْمُحْشَرِّ

لیکن اس کی وجہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

حسین علیہ السلام بڑے حج گزار تھے آپ نے پچیس حجیں پانچادہ کی تحفیں علائکہ سواریاں ساتھ ساتھ ہانگی جایا کرتی تھیں اور ان حجوں کے علاوہ حسینؑ نے ایک حج وہ کی جو اول سے آخر تک کوئی نہ کر سکا۔ بلکہ ایک نہیں پانچ حجیں کیں جو اپنے اپنے مقام پر بے نظیر تھیں۔

پہلی حج حسینؑ کی مدینہ منورہ کو غیر یاد کہہ کر رحلت کر کے مکہ معظمہ کی طرف تشریف

آوری۔

دوسری حج مکہ سے ظاہری حج کے احرام سے سبکدوش ہو کر روانگی اور کربلا تک سفر تیسری حج یاروانصار کی شہادت کے بعد خیم سے پردہ داروں اور بچوں کیساتھ وداع کر کے روانگی لبوئے مقتل گاہ۔

چوتھی حج۔ شہادت کے بعد نوک نیزہ پر سواری کر کے مقتل گاہ سے روانگی لبوئے کوفہ۔

پانچویں حج۔ نوک نیزہ پر سواری ہو کر کوفہ سے شام تک کا سفر۔

اور ان ہر پانچ مرحلوں میں آپ نے تسلیم و رضا کے جو نمونے پیش فرمائے وہ صرف

آپ ہی کا کمال تھا۔

آپ کی تیسری حج جو خیم سے مقتل گاہ تک آپ نے انجام دی ہے۔ اس میں آپ کا احرام بھی ایک عجیب قسم کا تھا۔ خیم میں تشریف لاتے ہیں اور اپنی ماں جاتی سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

مجھے ایک پرانا لباس لا دیجئے جس

کی طرف رغبت کرنے والا کوئی نہ ہو

میں اس کو اپنے لباس کے نیچے پہن لوں

اَيْتِنِي بِثَوْبٍ عَتِيَفٍ

لَا يَرْغَبُ فِيهِ أَحَدٌ

أَجْعَلُهُ تَحْتَ ثِيَابِي

دوسری مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

تقویٰ کی علامات جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں:-

یہ کتاب ہدایت ہے متقین کے لئے وہ وہ ہیں
جو غیب سے ایمان رکھتے ہیں اور نمازیں قائم
کرتے ہیں اور ہمارے دیتے ہوئے سے خرچ کرتے
ہیں اور وہ جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جواز دل کی گئی
طرف اپنی اور وہ جواز دل کی گئی آپ سے پہلے اور
آخرت کا وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہ لوگ ہی ہدایت
پر ہیں۔ اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں
چھٹکارا پانے والے۔

زینت دی گئی لوگوں کیلئے خواہشات کی محبت عمر بھر
اور بچوں سے اور سونے چاندی کی پرتعلیوں سے
اور علامت دار گھوڑوں سے اور کشتیوں سے
یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ
کے نزدیک بہترین بازگشت ہے۔ فدا کیجئے کیا ہیں
تم کو بتاؤں بہترین چیزوں سے (وہ یہ کہ تقویٰ کی نیکو
کیلئے اپنے پروردگار کے نزدیک جنات ہیں جگہ نیچے
نہیں جلدی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور دنیا میں
پاک و پاکیزہ اور خوشامدی خدا اور اللہ اپنے بندوں

آپ محشر کے وسط کی طرف نگاہ کریں۔ جب دیکھیں گی تو کیا ہوگا؟ فَإِذَا الْحُسَيْنُ
فَإِذَا بِلَا رَأْسٍ وَأَوْدَاجًا لَشَخَصٍ دَمَا فَإِذَا رَأَتْهُ صَرَخَتْ صَوْتًا
پس دیکھیں گی کہ حسین کے بدن پر سر موجود نہیں اور رگ ہائے گردن سے تازہ خون
برہا ہے پس یہ حالت دیکھ کر ایک چیخ ماریں گی اور اپنے آپ کو ناقہ سے گرا دیں گی۔
پس رسالت آپ بھی ان کے گریہ سے متاثر ہو کر آہ و بکا کریں گے اور ملاکہ
میں ماتم بپا ہوگا۔ پھر حسین کی وہی خون آلودہ قمیص ہاتھوں پر اٹھا کر عرض کریں گی۔

إِلَهِ هَذَا أَقْبِيصُ وَلَدِي۔ میرے اللہ یہ میرے فرزند حسین کی قمیص ہے آپ
سمجھے کہ جناب زہرا میدان محشر میں حسین کی قمیص کو کیوں پیش کریں گی۔ غالباً وجہ
یہ ہے کہ قمیص پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے بے شمار زخم ہوں گے اور خاتون اپنے
بیٹے کی مظلومی کی گواہی کے طور پر اس کو پیش کریں گی۔

یا اس لئے کہ حسرت ظاہر کرتی ہوں گی کہ کاش یہ پرانی قمیص تو میرے فرزند کے
بدن سے جدا نہ کی جاتی۔

بعض ذاکرین و واعظین بیان کرتے ہیں کہ عالمہ بی بی کے پاس اس وقت حضرت
علی کا خون آلود عمامہ حضرت حسن مجتبیٰ کی زہرا کو قمیص اور حضرت عباس کے بازو بھی
ہوں گے نیز گرد میں حضرت محسن کی لاش بھی ہوگی۔ جب آپ بارگاہ پروردگار میں مقدمہ
پیش کریں گی تو ان چیزوں کو بطور گواہ پیش کریں گی۔ پس عرصہ محشر میں کھرام ماتم بپا ہوگا
اور آخر میں حضرت امام حسین کے رونے والے شیعان علی کے حق میں شفاعت کریں گی
جو مقبول ہوگی۔ (وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔)

ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

بجز اس کے نہیں کہ مومن وہ ہو کر تے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل خوفزدہ ہوں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت ہو تو وہ زیادہ ہوں از رُحْمے ایمان اور اوپر اپنے رب کے بھروسہ کرنے والے ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

۲۔ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُواْ اِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔

۳۔ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ اِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

اسی بنا پر تو خواص کی دعا اس طرح پر ہے کہ کہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّمْنِيْ خَوْفَكَ
خَيْرَ الْوَعْيَيْنِ وَشَوْقَكَ
ثَوَابِ الْجَنَّةِ

اے اللہ مجھے غم دوزخ کا خوف اور ثواب جنت کی شوق مرحمت فرما۔

تقویٰ کرنے والوں کو خداوند کریم نے بارہ خصلتیں کرامت فرمائی ہیں۔

۱۔ مدح و ثناء۔ یعنی صاحبان تقویٰ کی اس نے مدح و ثناء کی ہے چنانچہ فرماتا ہے
اِنَّ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر۔ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تو یہ سختی ارادہ کی دلیل ہے۔

۲۔ حفظ و حراست یعنی صاحب تقویٰ خدا کی حراست میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد

بِالْعِبَادِ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ رَبَّنا اِنَّا اَمَنَّا وَلَغَفِیْرًا ذُنُوْبًا وَفِیْ سَاعِدَابِ النَّارِ هَ الصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُتَّقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحٰرِ

سے آگاہ ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اے پروردگار ہم ایمان لائے پس بخش دے گناہ اور سچا ہیں جنہم کے عذاب سے صبر کریں گے۔ سچ بولنے والے۔ قنوت کریں گے۔ خرچ کریں گے اور سحر کے وقت استغفار کرنے والے ہیں۔

۳۔ وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُحِلَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السِّرِّ وَالنَّصْرِ اَوَّلًا وَلِکَا خَلِیْمِیْنَ اَلْفِیْظُ وَالْقٰنِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

اور جلدی کرو طرف بخشش پروردگار کے اور جی جنت کے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہو تیار کی گئی ہے تقویٰ کرنے والوں کے لیے وہ جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی کے زمانہ میں ضبط کریں گے ہیں غصہ کو اور معاف کریں گے ہیں لوگوں کو اور اللہ دوست رکھتا ہے نیک کرنے والوں کو اور وہ لوگ کہ جب کوئی بڑا کام کر لیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کریں۔ تو اللہ کو یاد کر کے اس اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور کون گناہ بخش سکتا ہے سوائے خدا کے۔ اور وہ لوگ اصرار نہیں کرتے اور اس فعل بڑے جو کر چکے ہیں جان بوجھ کر ایسے لوگوں کی جزا بخشش ہے خدا کی طرف سے اور جنات ہیں جن کے نیچے نہیں جاری ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کا اجر کیا خوب ہے

۴۔ اَحْبَبُ الْعَامِلِیْنَ

اس میں شک میں نہیں کہ اللہ سے خوف زدہ ہونا ایمان والوں کی نشانی ہے چنانچہ

۱۱، دوزخ سے نجات۔ ثُمَّ نُنَجِّی الدِّیْنَ اَتَّقُوا پھر ہم نجات دیں گے۔ ان لوگوں کو جو تقویٰ کرتے ہیں۔

۱۲، جنت میں خلود۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (وہ جنت) تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہی تیار کی گئی ہے۔

۱۳، علامات ایمان۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ كُفًّی مومن و مومنہ کے لئے جائزہ نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کرے وَرَسُولُهُ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمَا الْخِیْرَةُ مِنْ اَمْرِہُمْ وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ فَقَدْ ضَلَّ صُلًّیًا لَا مُمِیْنًا۔ تو پھر وہ اپنی پسند کو ان کے فیصلہ پر ترجیح دے اور جو شخص خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

اس آیت پر جس طرح حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے عمل کیا اور کسی نے اس طرح نہیں کیا۔ چنانچہ لوقت روانگی اذ کہ جس قدر لوگ آپ سے ملے اور کوفہ جانے سے روکنے کی کوششیں کیں تو آپ نے ہر ایک کے جواب میں یہی ارشاد فرمایا۔ کہ جناب رسالت مآب نے میرے لئے جو فیصلہ کر دیا ہے اور مجھے جو امر ہوا ہے میں ضرور اس پر عمل کروں گا۔ خواہ اس میں میری بھلائی ہو یا میرا نقصان ہو۔

۱۴، اِنَّمَا اَتَمُّوْا مَنُوْنَ الدِّیْنَ اَمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہِ وَ اِذَا کَاوَدُوْا سَوَّیْے اس کے نہیں کہ مومن وہ ہوتے ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان رکھیں اور مَعًا عَلٰی اَمْرِ جَامِعٍ کَفَّ مِیْذَہْبُوْا حَتّٰی لَیْسَتْ اَنْوُ کسى اجتماعى معاملہ میں آپ کے ساتھ ہوں تو کہیں چلے نہ جائیں۔ جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔

قرآن مجید نے مومنوں کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی قرار دی ہے کہ

فرماتا ہے۔ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا لَا یَضُرُّکُمْ کِبٰدُہُمْ شَیْئًا۔ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو تو تم کو ان کی مکاریاں ذرہ بھر بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گی۔

۱۵، تائید و نصرت۔ یعنی اہل تقویٰ کی تائید خدا فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الدِّیْنِ اَتَّقُوْ۔

۱۶، سختیوں سے نجات اور رزق حلال کی فراوانی چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَ یُزِدْ رُزْقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ اور جو اللہ سے تقویٰ کرے گا خدا سختیوں سے اس کی نجات کا راستہ بنا دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق کرامت فرمائے گا کہ اس کو خیال تک نہ ہوگا۔

۱۷، اصلاح عمل۔ چنانچہ ارشاد ہے یَا اَیُّہَا الدِّیْنَ اٰمَنُوْا اَتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُولُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا لِّیُصْلَحَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اچھی باتیں کہو۔ خدا تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا۔

۱۸، غفران گناہ فرماتا ہے۔ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ اور خدا تمہارے گناہ بخش دیگا ۱۹، اللہ کی محبت۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ اللہ تقویٰ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۰، قبولیت اعمال۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنْ الْمُتَّقِیْنَ۔ خدا صرف تقویٰ کرنے والوں سے ہی قبول فرماتا ہے۔

۲۱، اکرام خدا۔ اِنَّ اَكْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اللہ کے نزدیک زیادہ صاحب اکرام وہ ہے جو زیادہ ڈرنے والا ہو۔

۲۲، موت کے وقت خوشخبری اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَہُمْ اَلْبَشَرٰتُ فِی الْحٰیٰۃِ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ۔ وہ لوگ جو مومن ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کو بشارت دی جاتی ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا کہاں تک درست ہے اور صمیم قلب سے ہے یا نہ اور کیا ہمارا خداوند عالم سے کوئی رابطہ بھی ہے یا نہ ؟ میرا دسے سخن ان لوگوں کی جانب نہیں جن کے خیال میں رابطہ نہ ہونا بھی ایک قسم کا رابطہ ہے = ہاں ! ہاں = کوئی رابطہ نہیں۔ جب ہم حکم خدا سے روگردانی کر کے اطاعتِ نفس و شیطان کرتے ہیں جو بھجوائے۔ يَا بَنِي آدَمَ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ۔ عبادتِ شیطان ہے اور اگر ہم اپنی خواہش کو خداوندِ کریم کی خواہش سے ترجیح دے کر نافرمانی کے ترکیب

زمین کر بلا میں وارد ہوتے ہیں گھوڑا رک جاتا ہے۔ پھر دوسرے پر سوار ہوتے ہیں وہ بھی رک جاتا ہے وحلیٰ هذا القیاس چھ گھوڑے تبدیل کئے۔ جب سب باری باری رک گئے تو آپ نے سوال کیا۔ اس زمین کا نام کیا ہے؟ اور نام بتلائے گئے۔ آخر کار عرض کی حضور! اس زمین کو رک بلا بھی کہتے ہیں۔ پس آپ نے ٹھنڈا سانس لیا اور بہت روئے۔ اور فرمایا خدا کی قسم یہ زمین کر بلا ہے، گویا کرب و بلا یعنی مصائب و آلام کی زمین ہے پھر

ہوں۔ اَسْلٰمٌ مِّنْ اَتَّخَذَ اللّٰهُ هٰؤُلَاءِ۔ (کیا ان لوگوں کو تو نے دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود جانتے ہیں تو اس آیت مجیدہ کی رو سے یہ خواہش کی عبادت ہے پس باوجود ان باتوں کے ہمارا لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ کیا یہ بندگانہ حالت ہے؟ مرکز نہیں۔ اور عام دستور ہے کہ ہم جب بھی کوئی برائی کرنے لگتے ہیں۔ تو حتی المقدور لوگوں سے چھپ کر کرتے ہیں۔ حتی کہ لوگوں سے بھی چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر خداوند عالم سے یہ پردہ ہی کو باوجود اس کے حاضر و ناظر ہونے کے ہم ذرہ بھر بھی نہیں جھپکتے گو یا خدا کی عظمت ہمارے دلوں میں اتنی بھی نہیں جتنی ایک نوکر کی۔ مگر خداوند کریم کیسا حلیم و رحیم ہے، ہمارے گناہوں کو دیکھتا ہے اور پھر پردہ پوشی کرتا ہے اور باوجود ہماری رویا ہی کے ہمیں رسوا تک نہیں کرتا۔ ہم اپنے نوکر کو تھوڑی سی گستاخی پر جو ہمارے سامنے کرے نکال دیتے ہیں۔ حالانکہ ہم نہ اس کے خالق نہ رازق۔ تو ہمارا بتاؤ اپنے مالک سے ایسا بھی نہیں جیسا کہ ایک غلام سے۔ بلکہ ایک دشمن کے احسان سے تو ہم عمر بھر سبکدوش نہ ہو سکیں گے اور خدا کے الطاف و نعمات بغیر متناہیہ کا شکر تو بجا ہے خود اس کا دیا ہوا رزق کھا کر اس کا مقابلہ اور اس سے بغاوت کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ ہیں۔ آخر کیوں اور کس بھروسے پر؟ یہ صرف بے اعتقادی اور جرات ہے۔

ہم نہیں اپنے مالک کے وفادار مگر خائف بندوں کا تذکرہ شائے ہیں۔ جناب رسول خداؐ ماہ مبارک میں مشغول و غلط تھے۔ اثنائے وعظ میں سیدالموحدین نے سوال کیا سوال بھی کیا خوب اور سوال کرنے والا بھی کیسا عظیم الشان اور جس سے سوال کیا گیا وہ بھی عظیم الشان۔ فرمائیے؟ اس ماہ میں بہترین عمل کو نسا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اے ابوالحسن بہترین عمل ہے اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے رکنا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے رونا شروع کر دیا۔ پس حضرت امیرالمومنینؑ نے دریافت کیا حضورؐ! آپ کیوں رو رہے ہیں تو فرمایا۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ اسی مہینہ میں تیرے اوپر ایک ناجائز حملہ ہوگا گویا میں دیکھ رہا ہوں

کہ تو نماز خالق میں مشغول ہے تو اولیں و آخرین میں سے بد بخت انسان اور ناقہ صالح کے قتل کرنے والے سے بھی بدتر انسان تیرے سردارک پر تلوار کا وار کر رہا ہے۔ جس سے تیری ریش مبارک خون سے خضاب ہو چکی ہے۔ باوجود اس کے جناب امیرالمومنینؑ کو اپنی مصیبت کی پرواہ نہیں نہایت اطمینان و سکون سے سن رہے ہیں۔ جان کی پرواہ نہیں۔ البتہ جان سے عزیز تر ایک چیز آپ کی نظر میں ہے۔ فرماتے ہیں یا رسول اللہؐ۔ یہ سب کچھ میری سلامتی دین کی صورت میں ہی ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں یہ سب آپ کی سلامتی دین میں ہی ہوگا۔ یا رسول اللہؐ اِذْ لَكَ مِنْ سَلَامَةٍ مِنْ دِیْنِیْ قَالَ مِنْ سَلَامَةٍ مِنْ دِیْنِیْ۔ سالار دین کو دین کا اس حد تک خیال ہے اور ہمیں باوجود دعویٰ اتباع آنحضرتؐ کے دین سے اس قدر انحراف ہے۔ آج جس مظلوم کے مصائب کو یاد کر کے آپؐ رو رہے ہیں کیا آپؐ یہ نہیں جانتے کہ اس نے یہ سب مصائب کیوں برداشت کئے۔ فقط اس لئے کہ گوجان جائے مگر اسلام نئی زندگی کا جامہ پہن لے اور حق و باطل میں یقین تمیز نظر آنے لگے۔ ایک غیر مسلم جرمنی فلاسفر جس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ سید الشہداءؑ کی شہادت اور اس کی غرض و غایت کی فلسفی کس وضاحت سے بیان کرتا ہے۔

”جو شخص اس زمانہ کے حالات اور بنی امیہ کے طرز معاشرت اور تمام اسلامی گروہوں پر ان کا غالب آجانا۔ ان تمام باتوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو وہ بلا تامل اس کی تصدیق کر سکتا ہے کہ عین میں نے اپنی جان دے کر اپنے نانا کے دین کو اور اسلام کے قاعدوں کو زندہ کر دیا۔ اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا اور مادہ بعیرت آنحضرتؐ کے شہید ہونے سے مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتا تو ہرگز اسلام اپنی موجودہ حالت پر باقی نہ رہتا اور چونکہ ابھی ابتدائی زمانہ تھا اس لئے یہ بات ممکن تھی کہ اس کے رسوم و قوانین بالکل نابود

زبان پر جاری فرمائے۔ جن کے آخر میں حسینؑ کا نام تھا تو جبریل سے کہنے لگے۔ **قَالَ ذَكَرَ الْخَامِسَ يَنْكَسِرُ قَلْبِي وَتَجْرِي دَمْعَتِي**۔ یعنی پانچویں نام کے ذکر سے میرا دل گھبرا جاتا ہے اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور حضرت زکریاؑ و باقی انبیاء کے متعلق بھی ایسے ہی کلمات وارد ہیں۔ بلکہ دنیا میں کوئی مومن ایسا نہیں جس کا دل حسینؑ کے ذکر سے متاثر نہ ہو تو پانچ خود حضرت سید الشہداءؑ کے الفاظ ہیں۔ **أَنَا قَتِيلٌ الْعَبْرَةُ لَا يَذْكُرُنِي مُؤْمِنٌ إِلَّا بَكَى وَاعْتَقَدَ لِعَصَائِي**۔

۳۔ اور علامات ایمان میں سب سے پہلے کہ جب حسینؑ کا نام آئے تو گریہ طاری ہو جائے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حسینؑ کے ذکر سے اگر پرگس کے برابر بھی آنسو آجائے تو اس کا ثواب اللہ پر ہے اور وہ اس کے بدلہ میں اس کو جنت ہی کرامت فرمائے گا۔

۴۔ اور علامات ایمان میں سے ہے کہ حضرت حسینؑ کے مدفن پر پہنچتے ہی انسان محزون ہو جائے اور اولین و آخرین میں سے جس قدر انبیاء و اوصیاء حضرت سید الشہداءؑ کے مدفن میں وارد ہوئے تو وہ محزون ہوئے۔ چنانچہ مروی ہے۔ **مَا مِنْ بَنِي آلِ وَثَّاءٍ كَرِبَلاً وَقَالَ فِيكَ يَدُ الْقَسَمِ الْأَنْهَارِ**۔ ہر بنی وارد کر بلا ہوا اور ہی فرمایا کہ راس زمین کر بلا تجھ میں ایک روشن چاند دفن ہو گا۔ خود جناب امیر المومنین علیہ السلام بھی وارد کر بلا ہوئے اور بہت روئے تھے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

ابنی آجکل کے دنوں میں جب حضرت سید الشہداءؑ کی بہنیں صحرائے کربلا میں وارد ہوئیں تو عجیب خوف و حزن ان کو لاحق ہوا۔ جناب علیا محذرہ ام کلثوم نے عرض کی۔ بھائی جان! اس صحرائے آتے ہی میرا دل بہت گھبرا گیا ہے اور اس پر خوف طاری ہو گیا ہے۔

۵۔ علامات ایمان میں سے ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر کو دیکھ کر انسان غمزدہ ہو جاتے

ہو جاتے۔

(فلسفہ شہادت پیسہ و بارین فلا سفر حرمی)

کیا محبت سید الشہداءؑ اسی کا نام ہے کہ آنحضرتؐ تو اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے اپنی زندگی سے دست بردار ہو جائیں اور ہم جہاں تک ہو سکے اسلام کی مخالفت کر کے اس کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں ہیں تو کیا باوجود اس کے کہ ہم سید الشہداءؑ کے نقطہ خیال کے بالکل مخالف ہیں۔ اس دعویٰ میں کہ ہم حب دار حسینؑ ہیں۔ صادق قرار پا سکتے ہیں؟ حاشا وکلا۔

تو پھر جب یہ صورت ہے تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ سوائے آنحضرتؐ کی حقیقی پیروی کے ہماری حالت کبھی سدھر نہیں سکتی۔ سبب ان حضرات کی حالت۔ کہ جناب رسالت مآبؐ خوفِ خدا سے اس قدر گریہ کرتے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ لہذا آپ نے ریش مبارک کے سفید ہوجانے کی وجہ بیان فرمائی، کہ قرآن مجید کی چار سورتوں نے جن میں قیامت کا منظر پیش کیا گیا ہے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ آنحضرتؐ جب نماز کے لئے قیام فرماتے تھے تو جب **وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِئًا وَنَسُوْتُ الْوَلَدَ الْفَاسِقَ** پڑھتے۔ آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

اب ہم پھر علامات ایمان کی طرف غور کرتے ہیں۔ ایک نشانی ہے ایمان کی۔ خوفِ خدا اس کا بیان کسی قدر ہو چکا۔

ایمان کی اور علامتیں بھی ہیں (۱) محبت خالصہ۔ جناب سید الشہداءؑ کے متعلق جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومنین کے دلوں کے وسط میں حسینؑ کی محبت جاگزیں رہتی ہے۔

۲۔ نیز علامات ایمان میں سے ہے کہ جب حسینؑ کا نام لیا جائے تو دل میں اکسار پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب پہنچتن پاک کے اسمائے طاہرہ

ہے۔ لیکن خدا کی قسم آپ کو ایک قطرہ بھی نہیں گئے۔ یہاں تک کہ آپ پیاسے دنیا سے رخصت ہوں۔

۴، ایمان کی علامات میں سے ہے کہ جب محرم کا چاند نظر آئے تو انسان عام حالتوں سے اپنی حالت کو تبدیل کر دے یعنی غم کی حالت بنائے اور پورا عشرہ اسی طرح رہے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت اکرم منبر پر تشریف لائے اور حسینؑ بھی آپ کی گود میں تھا۔ آپ نے فرمایا میرا یہ فرزند حالت کس پر سی میں قتل کیا جائے گا لے اللہ اس کو اس قتل کی بدولت بابرکت قرار دے اور اس کو شہیدوں کا سردار بنا اور اس کے قاتل اور تارک نصرت کو برکات سے محروم رکھ۔ آپ کے اس بیان سے مسجدیں کھرام پیسا ہوا تمام لوگ رونے لگ گئے تو آپ نے فرمایا اب تو دور ہے ہو لیکن موقعہ پر اس کی مدد نہ کرو گے۔ ہاں ایسا ہی ہوا کہ اس موقعہ پر جو صحابہ موجود تھے ان میں سے بعض نے آپ کی بیعت کی اور بعضوں نے کنراہ کشی اختیار کر لی تھی۔

مناقب میں ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ عراق آنے سے پہلے ایک مرتبہ حسینؑ کعبہ کے دروازہ پر تشریف فرما ہیں۔ اور جبریلؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں ہے اور جبریلؑ صدادے رہا ہے۔ لوگو! اللہ کی بیعت کی طرف جلدی آؤ یعنی حسینؑ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے۔ آئیے آج ہم آنحضرت کی بیعت کر لیں۔ آج کے دن کوفہ کی طرف سے دشت ہولناک میں ایک بڑا لشکر آتا ہوا دکھائی دیا۔ جس سے اہلبیتؑ کے دل بہت خوف زدہ ہوئے۔ کوفہ کی جانب سے ایک مہمان آ رہا ہے۔ وہ کون ہے؟ حریج جو اپنے ساتھیوں سمیت آ پہنچا۔ ابتدائی حالت یہ ہے کہ حسینؑ چلنا چاہتے ہیں۔ جو فوراً رکاوٹ کا باعث بن جاتا ہے۔ گویا ورود صحرائے کربلا تک حضرت حسینؑ پر حر کے لشکر کی پابندی رہی۔ اور آنحضرتؐ ان کے ہاتھوں ایک قیدی کی حیثیت سے تھے۔ اور مجبوری کی حد یہ ہے کہ آپ دُور دراز کا سفر کر کے زمین عراقی پر وارد ہوئے

صادق آل محمدؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ سید الشہداء علیہ السلام کے محرم پاک میں محزون ہو جائے۔ خصوصاً جب آپ کی قبر اور آپ کے پاؤں کی جانب آپ کے شہزادے کی قبر کو دیکھے۔

۶، ایمان کی علامت ہے کہ جب انسان ٹھنڈا پانی پئے تو حسینؑ علیہ السلام کی پیاس کو یاد کرے۔ چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جب بھی ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو حسینؑ کو یاد کرتا ہوں۔ داؤدؑ قی بیان کرتا ہے کہ میں خدمت حضرت صادق علیہ السلام میں موجود تھا۔ آپ نے پانی طلب فرمایا۔ جب پی چکے ہیں نے دیکھا کہ آپ کے آنسو نکل آئے اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈب لگیں۔ پھر فرمایا اے داؤدؑ لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَ الْحُسَيْنِ فَمَا مِنْ عَبْدٍ مَشَرِبٍ الْمَاءِ فَذَكَرَ الْحُسَيْنَ وَقَاتِلَهُ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةَ أَلْفٍ حَسَنَةٍ وَحُطِّعَتْ لَهُ مِائَةُ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرُفِعَ لَهُ مِائَةُ أَلْفِ دَرَجَةٍ وَكَمَا اخْتَقَى مِائَةُ أَلْفِ لَسْمَةٍ وَحَشَرَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَيْخَ الْفَوَادِ۔ ترجمہ۔ خدا قاتل حسینؑ پر لعنت کرے جو بندہ پانی پی کر حسینؑ

اور اس کے قاتل کو یاد کرے یعنی حسینؑ پر درود اور اس کے قاتل پر لعنت کرے۔ خدا اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکی درج فرمائے گا اور ایک لاکھ برائی اس کی مٹائے گا اور ایک لاکھ درجہ اس کا بلند کرے گا اور ایک لاکھ غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب اس کو مرحمت فرمائے گا اور قیامت کے دن جب وہ محصور ہوگا تو اس کا دل ٹھنڈا ہوگا۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام پر تشنگی اور پیاس کا بہت غلبہ تھا لیکن پائیں ہمہ اپنی پیاس کو دشمنان دین سے مخفی رکھتے تھے۔ ہاں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آپ کی پیاس کو سمجھ گئے۔ آپ نے نگاہ حسرت سے پانی کو دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ آپ پیاسے ہیں۔ تو ایک ظالم نے آواز دی۔ حسینؑ اوصاف پانی کی طرف نظر کیجئے کہ سانپ کی طرح بل کھا رہا

ملا اسے غاضب یہ کہتے ہیں۔ فرمایا کوئی اور نام تو جواب ملا۔ اسے شط فرات کہتے ہیں فرمایا کچھ اور تو جواب دیا گیا اسے کہ بلا بھی کہتے ہیں۔ پس ٹھنڈا سانس لیا۔ اور فرمایا یہی کرب دہلا کی زمین ہے۔ اسی جگہ ہمارا قیام ہو گا یہ ہمیں ہمارے ناحق خون گرائے جائیں گے اور یہیں ہمارے ناموس کی ہنک ہو گی۔ یہیں ہمارے مرد و بچ ہوں گے۔ اور یہیں ہمارے بچے شہید ہوں گے اور ہماری قبور کی زیارت کی جائے گی۔ اور یہیں سے ہمارے پردہ داروں کو قیدی بنایا جائے گا کہ بلا میں اترتے ہی آپ پہلے روز سن کر بلائی ہو گئے۔ زمین کو خیر دیا اور زائرین کے حق میں وصیتیں کیں۔ گویا پہلے دن سے یہاں کی مستقل سکونت کا ارادہ فرمایا تھا لیکن نہ معلوم نائیں قصر تھیں یا تمام۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ جہاد میرے ساتھ مخصوص ہے اور راستہ میں بھی ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میرے صحابہ! ہم نے یقیناً قتل ہو جانا ہے آپ کی تقریر کے چند کلمات یہ ہیں۔ تم لوگ حالات کا جائزہ لے چکے ہو۔ معاملہ سب تمہارے سامنے ہے۔ دنیا کا رنگ بدل چکا ہے۔ طبیعتوں میں انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ نیکیاں پس پشت ڈالی گئیں حق پر عمل کرنے والوں کی قلت ہے۔ اور براہیوں سے اجتناب کوئی نہیں کرتا۔ پس مومن کو خدا کی ملاقات کی طرف راغب ہونا چاہیئے اور میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

نہ میر بن قین نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ فرزند رسول! ہم آپ کی فرمائش سن چکے۔ اگر دنیا پائیدار بھی ہو جائے اور ہمیں بھی ہمیشہ کی زندگی مل جائے۔ تاہم ہمارا نصب العین یہی ہو گا کہ ہم آپ کے ہمراہ ہو کر جہاد کو ترجیح دیں گے۔ آپ نے اس کو جو آئے خیر کی دعا دی اس کے بعد تمام جانثاروں نے یہی جواب دیا۔ نیز نہ میر بن قین نے عرض کی۔ فرزند رسول! اگر آپ سے اور آپ کے جانثاروں قرہ میوں اور بھائیوں درجہ اہل بیت سے قتل کو بھی اٹھایا جائے اور مجھے آپ لوگوں کی معیت میں ایک دفعہ کا قتل تو بجائے خود قتل

ہیں۔ دل چاہتا ہو گا کہ کوفہ کے قریب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی قبر اقدس کی زیارت کر لیں لیکن مجبوری اس قدر زیادہ تھی کہ آپ اپنے بابا کی قبر اہل کی زیارت تک نہ کر سکے۔

حرجب دسویں کے دن لشکر اشیقہ کو چھوڑ کر حسین کی فوج میں داخل ہوا تو اس نے حضرت حسین علیہ السلام کے ساتھ اعداء کے سلوک کو اس طرح بیان کیا۔ چنانچہ فوج کوفہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

”اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں۔ اس عہد صالح کو تم نے خود بلایا۔ پس جب وہ تشریف لائے تو تم لوگ ان سے منحرف ہو گئے۔ حالانکہ تم کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جانیں فدا کریں گے اور اب خود اس کے دشمن ہو گئے تم لوگوں نے ان کے سانس روک لئے اور ان کو ہر طرف سے محاصرہ کر کے مجبور کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ خدا کی لمبی چوڑی زمین میں کہیں دوسری طرف بھی نہیں جاسکتے۔ گویا کہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدی کی حیثیت سے ہیں کہ وہ اپنے لئے نفع و نقصان کے مالک بھی نہیں رہے۔ اور تم نے اس کی اہل بیت۔ بیویوں اور بچوں سے دریائے فرات کا پانی بھی روک رکھا ہے جس کو یہود نصاریٰ اور مجوسی تک پی رہے ہیں اور جنگی سوز و گتے اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن دیکھو تو سہی کہ اہل بیت پیاس سے جاں بلب ہیں۔ ان کو جناب رسالتؐ ہم میں چھوڑ کر گئے ہیں۔ خدا تم کو پیاس کے دن سیرابی سے محروم رکھے۔“

حرجب کی تمام تقریر جگہ سوز ہے لیکن حسین کے دشمنان دین کے ہاتھوں میں اسیری اور پابندی کا فقرہ نہایت دلگداز ہے۔

حسینؑ زمین کربلا میں وارد ہوئے۔ چھ گھوڑے تبدیل کئے۔ آخر زمین کا نام پوچھا جواب

کے بعد اٹھایا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں اور اسی طرح مجھے ہزار بار قتل کیا جائے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

خیام نصب کئے گئے۔ آپ کے اہل بیت میں سے چالیس مرد تھے جن میں سے تیس شہید ہو گئے۔ اور دس بچے جو حضرت سجادؑ کے ہمراہ قید کئے گئے۔

شہید ہونے والوں میں سب سے بزرگ حضرت عباسؑ تھے۔ ان کی عمر شریف ۳۴ برس تھی ان کے بعد ۳۰ سالہ ۲۵ سالہ ۱۸ سالہ ۱۳ سالہ ۱۱ سالہ ۳ سالہ اور شش ماہ تک تھے اور سب سے چھوٹا بھی شیر خوار اور شش ماہ تھا۔ عورتوں میں تقریباً ساٹھ تھیں۔

پس آپ نے اپنی اولاد بھائیوں اور جملہ اہل بیت کو جمع فرمایا۔ اور ایک نگاہ حسرت سے ایک بار سب کو دیکھا اور اس کے بعد پورے ایک گھنٹہ تک روتے رہے۔ پھر نہایت

کلمات زبان درفش سے عرض کئے۔ میرے پروردگار! ہم تیرے نبی کی عزت ہیں ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور ہمیں اپنے جد بزرگوار کے حرم اطہر سے خوف زندہ کیا گیا ہے۔ نبی امیہ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ تو ہی ان سے ہمارا بدلہ لے۔ اور ظالموں کے

مقابلہ میں ہماری نصرت فرما۔ لیکن ایک گھنٹہ تک روتے کیوں۔ اور سب کو جمع کر کے ایک نظر دیکھنے کیا مطلب تھا؟ اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ممکن ہے۔ ورنہ ذکر بلا سے جو اضطراب و گھبراہٹ سی قلوب پر طاری ہو چکی تھی اس اجتماعی صورت کو دیکھ کر قدرے تسکین حاصل کرنا مطلوب ہو۔

۲۔ یا ممکن ہے۔ ان کی پیاس بھوک اور ذلت و پریشانی کی جملہ تکالیف کا تصور کرنا مقصود ہو کہ آج تو سب کے سب با امن و امان صحیح و سالم با عزت و احترام ایک جگہ موجود ہیں

لیکن عنقریب یہ مجمع دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ ایک گروہ اپنے خون میں غلطان خاک کر بلا پر تڑپتا ہو گا۔ اور دوسرا گروہ انتہائی ذلت کی حالت میں اسیر ہو کر در بدر پھرایا جائے گا لیکن جس گروہ نے شہید ہونا ہے۔ ان کو بھی تقسیم کیا جائے گا۔ ان کے بدن نازیں تپتی

ہوئی ریگ صحرا پر رہیں گے۔ اور ان کے سروں کو لوک نیزہ پر بلند کر کے شہر بشہر سیر کرائی جائے گی اور بازاروں میں پھرایا جائے گا۔

۳۔ نانا کی سنت پر عمل۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالتؐ ہمارے گھر تشریف فرما ہوئے۔ تو ہم نے کھانا تقدیم کیا۔ ہمارے لئے

ام امین کھجور۔ دودھ اور مکھن بطور ہدیہ کے لائی تھی۔ وہ بھی ہم نے آپ کے سامنے پیش کئے۔ پس آپ نے تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ ہاتھوں کو دھو چکنے کے بعد آپ نے منہ کو پونچھ لیا اور انہی ہاتھوں کی تری سے تیر

مبارک پر بھی مسح فرمایا۔ پس اٹھ کھڑے ہوئے اور گوشہ گھر میں جو مسجد بنائی ہوئی تھی اس میں داخل ہوئے اور سجدہ میں گر گئے اور بہت دیر تک رویا کئے پھر سر

اٹھایا لیکن ہم میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے کچھ دریافت کر سکیں۔ پس حضرت حسینؑ اٹھے اور پاؤں پاؤں چلتے ہوئے نانا کے پاس پہنچ گئے۔ پس آپ کے

زانو مبارک پر سوار ہو کر کھڑے ہو گئے اور چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے نانا کے سر کو تھام کر اپنے سینے سے لگالیا اور اپنی ٹھوڑی کو حضور کے سر پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے

نانا جان! آپ کیوں روتے ہیں۔ پس فرمانے لگے۔ بیٹا آج میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں کہ اتنا خوش کبھی نہیں ہوا۔ فوراً میرے پاس جھول این آئے اور اس نے مجھے تم لوگوں کے مقتول ہونے کی خبر دی اور یہ بھی کہا کہ تمہاری قبریں بھی ایک دوسرے سے جدا جدا ہوں گی۔

۴۔ ممکن ہے آپ کی نگاہ حیرت و حسرت کا مرقع ہو۔

۵۔ ممکن ہے آپ ابھی سے وداعی نظر کر رہے ہوں۔ کیونکہ اب اطمینان و سکون سے وداع ہو سکتا ہے اور بعد میں ایسا نہ ہو سکے گا۔

۶۔ ممکن ہے اس اجتماع سے آپ نے کوند و شام کے اجتماعات کو ملحوظ رکھا ہو۔

عَنْ هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ

فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ
رَأَيْتُ شَفَتَيْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَاتَيْنِ
الشَّفَتَيْنِ يُقَبِّلُهُمَا

لیکن آپ پر اور آپ کے پردہ داروں پر کیا گزری ہوگی جب کہ وہ ملعون سر
مبارک کو دیکھ کر ہنستا تھا اور غوش ہوتا تھا۔

ایک بوڑھا مرد آیا اور پردہ داروں کے قریب کھڑے ہو کر کہنے لگا اللہ کا شکر
ہے جس نے تمہیں ہلاک کیا اور تمہارے مردوں پر بادشاہ وقت کو کامیاب کیا جو نبی
حضرت سجاد علیہ السلام نے یہ کلمات سنئے۔ اس بوڑھے کی طرف خطاب کر کے فرما
گئے۔ بتاؤ تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا مودت فی القربا
والی آیت بھی تو نے پڑھی ہے۔ رَقُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهَا أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ بَيْنِي
وَالْقُرْبَى اس بوڑھے نے جواب دیا۔ بے شک میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ پس آپ
نے فرمایا: نَحْنُ الْقُرْبَى يَا شَيْخُ۔ اے شیخ وہ رسول کے قرابت دار ہم ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت تو نے پڑھی ہے۔ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى
حَقَّهُ۔ بوڑھے نے کہا کہ ہاں یہ بھی پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا فَتَحْنِ الْقُرْبَى بِمَا شِئْتَ
اے شیخ وہ رسول کے قریبی ہم ہیں۔ پھر فرمایا یہ آیت پڑھی ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا
خَنَعْنُم مِّنْ شَيْءٍ خَافَ اللَّهُ خَمْسَةً وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى۔ بوڑھے نے
کہا کہ ہاں یہ بھی پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا فَتَحْنِ الْقُرْبَى ہم ہیں رسول کے قریبی ہم
پھر فرمایا۔ کیا یہ آیت تو نے پڑھی ہے۔ إِنَّمَا يَرِيذُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اس بوڑھے نے عرض کی۔ جی ہاں۔ یہ بھی پڑھی ہے تو آپ۔

یہاں گنج شہدار میں شہیدوں کی لاشوں کو اجتماع ہوگا جو پردہ داروں کو دیکھنا ہوگا کہ وہ میں
پہنچ کر بازار میں اجتماع علیحدہ دربار عام میں ہجوم جدا دیکھنا ہوگا اگر اسی طرح شام کے اجتماعات
پردہ داروں کو دیکھنے ہوں گے اور اس کے بعد جو افراد پہنچ کر زمان شام تک پہنچیں
گئے وہ وہاں اجتماعی صورت میں کیسے رہیں گے۔ گویا یہی تصورات تھے جنہوں نے بار
ایک گھنٹہ تک حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو گرایا اور جلاہل بیت میں بھی گری طاری ہا۔
آج عصر کے وقت حضرت تشریف فرما ہیں ابھی جنگ کا زمانہ دور ہے اور
سے ایک تیر آیا جو آپ کے سینہ اقدس پر لگا۔ دیکھئے یہ تیر سے شعبہ نہیں بلکہ ہزار شعبہ ہے
وہ کون سا تیر ہے۔ کوفہ کی جانب سے ایک قاصد آیا۔ جس نے سر
اور اس کے لشکر کو سلام کیا اور حیثین کو سلام نہ کیا۔ اس نے عبد اللہ بن زیاد کا خط لا کر
دیا، مجھے یزید کا حکم پہنچا ہے کہ آپ اس کی بیعت میں داخل ہو کر اس کی اطاعت
قبول کر لیں اور میرے حکم کے نیچے آجائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ خط کیا
تھا۔ یہ ایک درد آور تیر تھا، جس نے آنحضرت کے دل مبارک کو درمزد کیا۔ پس آپ
نے خط کو پھینک دیا اور فرمایا کہ وہ قوم قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتی جو مخلوق کی رضا
مندی کی خاطر اپنے خالق کو ناراض کرے۔ قاصد نے عرض کی حضور! خط کا جواب دیجئے
آپ نے فرمایا یہ خط اس قابل نہیں کہ میں اس کا جواب دوں۔

کیا میں عرض کر سکتا ہوں۔ مولا۔ فرزند رسول۔ ابن زیاد کے خط سے تو اس قدر
رنجیدہ و ملول خاطر ہو رہے ہیں کہ اس کا جواب دینا بھی گوارا نہیں فرماتے۔ لیکن آپ پر
کیا گزری ہوگی۔ جب سر مبارک اس ملعون کی مجلس میں پہنچا ہوگا۔ وہ ملعون تخت
پر تھا اور سر مبارک تخت کے نیچے تھا۔ اس ملعون کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ کیا عرض
کروں کہ اس نے کون سی بے ادبی کی۔ ہاں اتنا کہتا ہوں۔ زید بن ارقم صحابی رسول سے
ضبط نہ ہو سکا، اٹھ کھڑا ہوا اور مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ أَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَكُونُوا مَعَ الْضَالِّينَ -

دلائل نقیضہ کتاب الفضائل صدر الاسماء اعظم اعظم خوارزم۔ تفسیر ثعلبی و مشور میں ملاحظہ فرمائیے کہ آیت مذکورہ جناب امیر علیہ السلام کے شان میں اتاری ہے۔

[illegible]

نے فرمایا۔ فَخَرُّوا أَهْلَ الْبَيْتِ الَّذِينَ حَقَّنَا اللَّهُ بِأَيَّةِ الطَّهَرِيسِ يَا شَيْخِ
ہم وہ اہل بیت رسول ہیں جن کو خدا نے آیت تطہیر سے مخصوص فرمایا ہے۔ وہ بوڑھا
یہاں بیٹے ہی ششدر و حیران سا رہ گیا پھر کہنے لگا۔ بِاللّٰهِ اَنْتُمْ هُمْ۔ خدا کے
سوا کونسا بتلائے آپ وہی ہیں؟ حضرت سجاد علیہ السلام نے فرمایا بِاللّٰهِ اِنَّا لَنَحْنُ هُمْ
۔ حَقِّقْ شَكَّكَ خدا کی قسم بلا شک ہم وہی ہیں۔ وَحَقِّ جِدِّ نَا رَسُولِ اللّٰهِ اِنَّا لَنَحْنُ
ہم خود اپنے نانا رسول اللہ کے حق کی قسم کہ ہم وہی ہیں۔ بس بوڑھے نے آسمان کی
جانب ہاتھ بلند کئے اور کہنے لگائے اللہ میں دشمن محمدؐ و آل محمدؐ سے بیزار ہوں۔ خواہ
کسی شخص ہوں خواہ انسان ہوں۔ پھر عرض کی۔ حضور! میری توبہ کی گنجائش ہے؟ آپ نے فرمایا
نہاں اگر توبہ کرے گا تو خدا میری توبہ کو قبول فرمائے گا اور تو ہمارے ساتھ محضور ہوگا۔
خلیفہ فوراً اس نے توبہ کر لی۔ (بخاری الا نوار)

(اقول) مولانا مرحوم عربی، اردو، و پنجابی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ داخلہ کو نہ پاس کے موقع پر انہوں نے ایک دوسروں نظم لکھا تھا جس کو وہ خود بہت پڑھا کرتے تھے اور بہت رونے لگتے۔ اردو یہ ہے۔

آؤ دے لوگو دیکھنی ہوئے جے رب دی بے پرواہی
کونے دے وچ سیل دی سرکار لیج کے آئی
نظمیرے پردہ دار وئے منہ دلاں نال کائی
انوں محل دے وچ بہن رووے انوں سانگے پی حنج تے بھائی

دلائل عقلیہ

صدق کے عام معنی کے اعتبار سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ولادت سے ناحق وفات کوئی لفظ زبان مبارک سے ایسا نکالا ہو جو واقعہ سے نا آشنا ہو بخلاف ان لوگوں کے جن کے متعلق آیت مجیدہ کے مصداق ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے متعلق تو صحیح ستہ میں کاذب غادر خائن ہونے کے الفاظ مل سکتے ہیں۔ علامہ مجلسی نے بجا الانوار میں فرمایا ہے کہ صادق وہ ہو سکتا ہے جن کے قولی اور فعل میں جھوٹ نہ ہو۔

بنا بریں سورہ فاتحہ کی قرأت میں جو شخص سچائی رکھتا ہو وہ معصوم ہوگا۔ کیونکہ ہر روز کم از کم صرف دس مرتبہ فرائض نمازوں میں وہ کہتا ہے۔ اِنَّكَ لَعَبْدٌ اور خداوند کریم نے قرآن مجید کے متعدد مقامات میں اطاعت شیطان کو عبادت سے تعبیر فرمایا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہر فعل گناہ اطاعت شیطان ہوا کرتا ہے۔ گویا ہر گناہ عبادت شیطان ہے پس جو شخص اپنی عبادت کو عملی طور پر خدا کے لئے منحصر کر دے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت صرف پروردگار کے لئے ہی ہے۔ نیز اسی طرح اِیْتَالُ نَفْسِ عِیْسٰی اور علاوہ انیس باقی ایمانی دعوے۔ اللہ پر ایمان۔ قیامت پر ایمان۔ اللہ کی محبت اور اخلاص اور توکل وغیرہ اگر ان تمام زبانیں اقوالوں کے ساتھ عملی مطابقت بھی شامل ہو تو وہ معصوم نہیں تو اور کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صادق وہی ہے جو معصوم ہو تو آیت مجیدہ میں ایمان والوں کو تقویٰ کے اختیار کرنے اور معصومین کے ہمراہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جن لوگوں کے متعلق فضل بن رزہاں نے آیت مجیدہ کے متعلق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ باتفاق اہل اسلام وہ معصوم نہ تھے کیونکہ جو شخص خود اپنی زبان سے اعتراف کرے کہ میرے ساتھ ایک شیطان رہا کرتا ہے جو مجھے گمراہ کرتا رہتا ہے۔ اگر میں سیدھا چلتا ہوں تو درست ورنہ مجھے سیدھا کر لیا کرو۔ ایسے کو معصوم کیسے مانا جاسکتا ہے اس آیت مجیدہ کے متعلق امام فخر الدین رازی کی تقریر کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

”آیت مجیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں یہ معصوم شخص کی اتباع ضروری ہے۔ کیونکہ خدا مومنین کو حکم دے رہا ہے کہ صادقین کے ہمراہ ہو جاؤ۔ تو چونکہ قیامت تک کے مومنین کو حکم شامل ہے تو ماننا پڑے گا کہ قیامت تک ہر زمانہ میں ایک معصوم کا وجود بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر معصوم موجود نہ ہو تو اس کے ساتھ ہونے کا حکم درست نہیں ہو سکتا۔ پس اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہوگا کہ ہر وہ شخص جس سے خطا کا امکان ہے خواہ کسی زمانہ میں بھی ہو اسے ایسے شخص کی اتباع کرنی چاہیے جو صادق ہوتا کہ اس کے ذریعے سے اس کی خطا رفع ہو سکے اور یہ ضرورت ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ لہذا معصوم کا وجود ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے۔“

اس کے بعد کہتا ہے صادقین سے مراد تمام امت کے لوگ ہیں اور وہ اجماع سے جو فیصلہ کریں گے وہ صدق کا فیصلہ ہوگا۔ پس یہ آیت مجیدہ اجماع کی بحیثیت پر دلیل ہے چنانچہ اس کی عبادت کا مراد ہی ترجمہ یہ ہے۔

”لہذا ضروری ہے کہ امت کا اجماع باطل نہ ہو اور یہ اجماع کی بحیثیت پر دلیل ہے اور صادقین سے مراد جمیع امت ہے نہ کہ کوئی خاص فرد جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں، ورنہ اگر ایسا ہوتا تو ہم اس کو پہچانتے ہوتے تاکہ اطاعت کرتے اور اس قسم کا فرو امت میں ہم نہیں پہچانتے۔“

علامہ مجلسی اس کی تردید میں فرماتے ہیں۔

وا، اس زمانہ میں جب کہ امت اسلامیہ شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہے۔ اجماع کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ لہذا آیت پر عمل ناممکن ہوگا۔

ابن حزم محلی میں تحریر فرماتے ہیں۔ خدا احمد بن حنبل پر رحم کرے۔ اس نے درست کہا ہے کہ جو اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسے کیا معلوم۔ شاید جس

نے نہیں آنا اور حضرت رسالت مآب کے انکسار کی بعینہ ہی دلیل دیتے ہیں کہ اگر یہ برخی رسول ہوتے تو ہم نے ان کو پہچان لیا ہوتا اور چونکہ ہم نے ان کو نہیں پہچانا لہذا وہ رسول ہی نہیں ہیں۔ اس مقام پر بعض بزرگوار استدلال فرماتے ہیں کہ صادقین سے مراد معصومین ہیں کیونکہ صادقین اگر غیر معصوم ہوں۔ تو اولاً غیر معصوم کی اطاعت کا حکم دینا خداوند کریم کی ذات سے بعید بلکہ قبیح ہے۔ اور ثانیاً غیر معصوم کی اطاعت سے یقیناً وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جو مراد خالق ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ انسان فعل معصیت سے گریز کرے اور غیر معصوم شخص سے گناہ کا سرزد ہونا بعید نہیں پس جب ہمیں ہر معاملہ میں اس کی اطاعت کا حکم ہو گا تو اس فعل بد میں بھی ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ پس اس صورت میں معصیت سے بچاؤ تو درکنار ایسے شخص کی اطاعت کا امر خود موجب معصیت ہو جائے گا۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں صادقین کے ساتھ ہونے کا مطلب صرف یہ نہیں۔ کہ ظاہری طور پر اپنا جسم ان کے جسم کے قریب رکھے۔ بلکہ مقصود یہاں اطاعت و اتباع ہے۔ پس صادق سے مراد ہے۔ ہر قول و فعل میں سچا۔ اور اسے معصوم کہا جاتا ہے اور وہ سوائے محمد و آل محمد کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ پس آیت مجیدہ کا مصداق بھی سوائے ان پاک معصوم ہستیوں کے اور کوئی نہیں۔

شیخ مفید اعلیٰ اللہ مقامہ اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ جن لوگوں کو اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور جن کی اطاعت کا حکم ہوا ہے یہ دو گروہ ہونے چاہئیں۔ نیز جن کی اطاعت و معیت کا حکم ہے وہ معہود و معروف ہونے چاہئیں تاکہ آیت پر عمل صحیح ہو سکے اور اگر غیر معروف بھی ہوں تب بھی ان کے نشانات و فیح طور پر بیان ہونے چاہئیں تاکہ تشخیص میں آسانی ہو اور ہر لحاظ سے محمد و آل محمد کے علاوہ اس آیت مجیدہ کا مصداق کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا اور ان کا واجب الاطاعت

مسئلہ پر وہ اجماع کا دعویٰ کر رہا ہے۔ لوگوں کو اختلاف ہو، نیز عبد اللہ بن احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جو شخص اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اور جس میں اجماع کا دعویٰ کیا جائے وہ جھوٹ ہے کیا معلوم لوگ اس میں اختلاف رکھتے ہوں۔

نیز اگر کسی مسئلہ میں فوری طور پر اجماع معلوم ہو بھی جائے تاہم کیا فوری ہے کہ اجماع واسے مرتے دم تک اسی نقطہ خیال سے متفق رہ جائیں۔ کیونکہ بہت بہت ممکن ہے کہ وہ اس قول کی اپنے مرنے سے پہلے تردید کر دیں اور اجماع میں شرط یہ ہے کہ وہ تادم مرگ اپنے قول پر باقی بھی ہوں۔

۲۔ اگر بالفرض اجماع واقع بھی ہو جائے تو بہت شاذ و نادر مسائل میں ہی ثابت ہو سکے گا۔ پس تمام مسائل ضروریہ میں خطا سے بچنے کا تدارک اجماع کے ذریعے سے کیسے ممکن ہو گا؟

۳۔ جن کو ساتھ ہونے کا حکم ہے مفاد آیت کے اعتبار سے وہ اور ہیں اور جن کے ساتھ ہونا ہے وہ اور ہیں یعنی صادق اور صادقین کی اتباع کرنے والے اور ہیں۔ صادقین کی اتباع کرنے والے ہیں۔ امت کے عام افراد اور صادقین ہیں ان میں سے ممتاز افراد اور اگر بقول لازمی صادقین سے مراد جمیع امت ہو تو اتباع کرنے والے اور جن کی اتباع کی جائے۔ ان میں فرق کیا رہے گا۔ معنی آیت کا یہ ہو گا، اسے امت محمدیہ اپنی ہی اتباع کرو اس طرح خطا اور غلطی سے خوب نجات حاصل ہوگی۔

۴۔ لازمی نے آخر میں عذر خوب کیا ہے کہ اگر صادقین سے مراد مخصوص افراد ہوتے تو ہم پہچانتے ہوتے اور چونکہ ہم نے پہچانا نہیں لہذا وہ ہیں نہیں اس کا یہ عذر ایسا ہے جس طرح نصرانی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بعد کسی رسول

مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةً فَيَسْأَلُ
الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهَ وَعَلَّمَ
رَأْسُهَا وَقَابِلُهَا وَشَرَفُهَا
وَأَمِيرُهَا وَلَقَدْ عَاشَبَ اللَّهُ
أَحْصَاءَ مَحْجَدٍ فِي الْقُرْآنِ وَمَا
ذَكَرَ عَلَيْهِ إِلَّا بَيِّنَاتٍ

قرآن میں جہاں کسی آیت میں الذین
آمنوا کا ذکر ہے تو علیٰ ہی اس کا سردار
شریف اور امیر ہے اور تحقیق قرآن میں
خدا نے اصحاب محمد کو کسی جگہ سرزنش کی
ہے لیکن علیٰ کا کہیں بھی ذکر نہیں مگر
اچھائی کے ساتھ۔

اسباب نزول۔ تفسیر درمنثور۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر کبیر۔ فرار السطین فی
فضائل المرتضیٰ والزہراء البطین۔ تفسیر حسینی اور فصول مہنہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ
طلحہ بن شیبہ اور عباس نے ایک دوسرے پر فخر و ناز کیا طلحہ نے بیت اللہ کی کلید
برداری پر گھمٹا ظاہر کیا اور عباس نے اپنی سقائی پر ناز کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا
أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ إِيْمَانًا وَأَكْثَرُهُمْ جِهَادًا یعنی میں تمام لوگوں میں سے سابق
الایمان ہوں اور سب سے زیادہ جہاد کرنے والا ہوں۔ پس سورہ توبہ کی یہ آیت نازل
ہوئی۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
كَمَا بَنَىٰ هُوَ ثُمَّ جَاءَ بِهِمْ كَمَا بَنَىٰ هُوَ ثُمَّ جَاءَ بِهِمْ كَمَا بَنَىٰ هُوَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرِ وَجَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ
شخص کے ثواب کے برابر جو ایمان لائے خدا اور قیامت پر اور جہاد
عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَمْدَعُ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

کرے اللہ کے راستے میں۔ یہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں اور خدا
الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ
نہیں ہدایت کرتا قوم ظالمین کو۔ وہ لوگ جو ایمان لائے جنہوں نے ہجرت

ہونا ان کی عصمت کی بھی دلیل ہے اور چونکہ مخالفین بھی ان لوگوں کی عصمت کی
یقیناً نفی کرتے ہیں جن کے متعلق انہیں آیت مذکورہ کے مصداق ہونے کا دعویٰ
ہے تو ثابت ہوا کہ آیت کے مصداق صرف آئمہ طاہرین ہی ہیں۔ نیز نقلی تائیدات
بھی اس کی موجود ہیں اور قرآن مجید میں صادقین کے جو اوصاف دوسرے مقامات پر
بیان کئے گئے ہیں وہ سوائے اہل بیت کے اور کسی میں کما حقہ پائے نہیں جاتے۔
ارشاد قدرت ہے۔ لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُلْوَ أَوْجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ

نیکی یہ نہیں کہ پھیرو منہ اپنے مشرق اور مغرب کی جانب بلکہ نیکی تو اس شخص کی
وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآمَنَ
ہے جو ایمان لائے اللہ۔ قیامت۔ ملائکہ۔ کتاب اور نبیوں پر اور دسے مال کو
وَالْكَتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِعًا الْقُرْبَىٰ
اس کی محبت پر قریبیوں۔ یتیموں۔ مسکینوں۔ مسافروں۔ سوا میوں

وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
اور غلاموں کو اور قائم کرے نماز اور دسے زکوٰۃ۔ اور وہ جو پورا
وَأَتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤَقُونَ بَعْدَهُ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ
کریں اپنے عہد کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں سختیوں اور
وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرِينَ
تکلیفوں میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں مستحق۔

اس آیت مجیدہ میں صادقین کی چند علامتیں بیان کی گئی ہیں (۱) ایمان (۲)
فی سبیل اللہ مال کا خرچ کرنا (۳) نماز قائم کرنا (۴) زکوٰۃ دینا (۵) وفاتے عہد کرنا (۶)
سختی و تکلیف میں صبر کرنا۔

صفت ایمان مسند احمد بن حنبل میں ابن عباس سے مروی ہے۔

اللَّهُ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ
کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور نفسوں سے وہ اللہ کے
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔

نزدیک بڑے مرتبے والے ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

اور بروز خندق جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام عمرو بن عبدود کے مقابلے کے
لئے نکلے تو بروایت شرح ابن ابی الحدید جناب رسالت مآب نے فرمایا حَزَجُ الْإِيمَانِ
كُلُّهُ إِلَى الْكُفَّةِ كُلِّسَه (کل کا کل ایمان کل کے کل کفر کے مقابلہ میں جاریا ہے) لیکن اس
کے مقابلہ میں دوسرے پاس بیٹھے والوں میں سے بعض کے متعلق فرمایا كَلِمَةُ امَّاكَ
الشِّرْكُ فَيَكْفُرُ أَخْطَى مِنْ رِيْبِ النَّمْلِ تیری ماں تیرا ماتم کرے شرک تم میں چوینٹی
سے بھی زیادہ دبی چال چلتا ہے اور ازالۃ الخفا کی روایت میں ہے۔ وَالَّذِي لَفْسِي بِبَيْدِهِ
إِنَّ الشِّرْكَ فَيَكْفُرُ أَخْطَى مِنْ رِيْبِ النَّمْلِ ترجمہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے تحقیق شرک تم میں چوینٹی سے بھی زیادہ دبی چال چلتا ہے۔

بعض کے متعلق تفسیر و منشور اور معالم التنزیل وغیرہ میں ہے کہ انہوں نے زبان
خود اعتراف کیا کہ مَا شَكَلْتُ مِنْذُ اسْلَمْتُ الْاَيُّمِثْذِ ترجمہ جب سے اسلام
لایا ہوں آج کی طرح مجھے کبھی شک نہیں ہوا۔ بخاری کی روایت میں ہے آپ فرماتے
ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں پہنچا اور عرض کی کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ تو آپ
تھے فرمایا بے شک میں اللہ کا برحق نبی ہوں۔ میں نے عرض کی کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن
باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے میں نے کہا پھر ہمیں اپنے دین میں
کمزوری دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی
نافرمانی نہ کروں گا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ بیان نہیں کیا کرتے
تھے کہ ہم جا کر بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ لیکن کیا میں

نے اسی سال کا وعدہ کیا تھا؟ تو میں نے عرض کی نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم آؤ گے اور
ضرور طواف کرو گے (راوی حدیث) کہتا ہے کہ میں حضرت ابو بکر کے پاس آیا اور یہیں
سلسلہ کلام جاری ہوا کیا یہ شخص اللہ کا برحق نبی نہیں ہے؟ حضرت ابو بکر نے جواب دیا
کہ ہے۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ اس نے جواب
دیا کہ ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا پھر ہم اپنے دین میں کمزوری کیوں دکھائیں؟ تو حضرت
ابو بکر نے جواب دیا۔ اے مرد۔ وہ اللہ کا رسول ہے اور وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی
نہیں کرتا اور وہی اس کا مددگار ہے پس اسی کے ساتھ تسک پکڑ بخدا وہ حق پر ہے
میں نے کہا کہ کیا اس نے ہمارے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم بیت اللہ پہنچ کر طواف
کریں گے؟ حضرت ابو بکر نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن کیا انہوں نے اسی سال کے
متعلق فرمایا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ نہیں۔ تو اس نے کہا کہ تم ضرور جاؤ گے اور طواف بھی
کرو گے (مواہب لدنیہ) اسی موقعہ پر حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

اور تم بھول گئے! احد کا دن کہ میں پکارتا تھا اور تم مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے
اور مجھے تنہا چھوڑے بھاگے جاتے تھے اور تم روزِ خراب کو بھول گئے
کہ دشمن اعلیٰ و اسفل سے متوجہ تھے اور جو خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا وہاں
پورا ہوا)

اس کے بعد ایک ایک واقعہ کو جو خدا کی مہربانیوں اور انجامِ وعدہ پر مشتمل تھا ان
کو یاد دلایا۔ (معارج النبوة)

طبری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ
میں نے اس دن باتیں کیں۔ ان کے کفارہ میں میں نے روزے رکھے۔ صدقے دیئے
غانیز پڑھیں اور غلام آزاد کئے۔ یہاں تک کہ مجھے خیر کی امید ہو گئی۔ اور بقول معارج
النبوة و روضۃ الاحباب۔ حضرت عمر نے اقرار کیا کہ اس دن امرِ عظیم میرے دل میں پیدا ہو گیا

آئی اتری ۹

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے کربلا کے قیام کے دوران میں ایک حاجت مند کو ایک ہزار دینار کی قیمت کے پارچات عطا فرمائے۔ افسوس جس سخی نے ایسے سخت وقت میں بیش قیمت کپڑے دیے۔ اسے کفن نہ ملا۔ چنانچہ زیارت ناحیہ کا فقرہ ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَدْفُونِ بِلَا کَفَنٍ۔ میرا سلام اس پر ہو جسے کفن پہنائے بغیر دفن کیا گیا۔

شہید کا اپنا لباس کفن ہوا کرتا ہے۔ مگر اسی زیارت کا ایک فقرہ ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْبُكَدَنِ السَّلِیْبِ۔ میرا سلام اس بدن پر ہو جس سے لباس اتار لیا گیا۔ دفن پہنانا تو درکنار پہنا ہوا لباس جو کفن کے قائم مقام تھا وہ بھی مسلمانوں نے اتار لیا۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِذَا مَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقُلُوْا بَیِّنٌ یَّدْعُکُمْ تَحْجُوْا کُمْ حَقَّ حَقِّہٖ

اے ایمان والو۔ جب تم رسول کے ساتھ تنہائی میں کوئی بات چیت کرو تو اس سے پہلے روقہ دے لیا کرو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایک ایسی آیت موجود ہے جس پر مجھ سے پہلے یا میرے بعد کوئی شخص بھی عمل کرنے پر موقف نہ ہو سکا اور وہ آیت نجوی ہے۔ چنانچہ ثعلبی۔ واقعہ یہ۔ مناقب ابن منازلی۔ بیضاوی اور تفسیر

نیشا پوری میں ہے کہ حضرت امیر نے جناب رسالت مآب سے دس مرتبہ نجوی کیا اور حدیث دے کر ہی کیا، اوروں نے تو ایک دمٹری بھی نہ دی بھلا آبائی مفلس عبد اللہ بن جعدان کے ٹکڑوں پر اپنے بیٹ بھرتے کیا خرچ کر سکتے تھے؟ (ابا خافقہ) کَانَ اَجْبَسَ الْاَبْنُ جَدَّ عَانَ عَلٰی مَا مَدَّرْتُمْ یَطْرَعُ عَنْہُمَا الذَّبَّانِ رَیْضِ ابْنِ الْحَدِیْدِ یعنی حضرت ابو محمد عبد اللہ بن جعدان کے ماں ملازم تھے جب اس کے

تھا۔

۲۴ صادقین کی دوسری سفت راہ خدا میں خرچ کرنا۔
اَلَّذِیْنَ یُفْقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالْبَیِّنِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً
وہ لوگ جو اپنے مالوں کو رات میں۔ دن میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں
فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّہُمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ
ان کے لئے اپنے پروردگار کے پاس اجر ہے اور ان پر کوئی خوف
وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ
نہ ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔

تفسیر درمنثور۔ ثعلبی اور کشاف میں ہے کہ یہ آیت مجیدہ حضرت علی کے حق میں اتری۔ آپ کے پاس چار درہم تھے۔ ایک رات میں ایک دن کو ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر راہ خدا میں خرچ کیا تب یہ آیت اتری۔ وَیُطْعَمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہِمْ مِّسْکِیْنًا وَیَتِیْمًا وَاَسِیْرًا اللہ کی محبت میں یتیم مسکین و اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں بلکہ پوری سورہ دہری حضرت امیر کے شان میں اتری۔ چنانچہ ثعلبی۔ واجیدی۔ مناقب خوارزمی۔ کشاف اور بیضاوی نے بھی لکھا ہے اور اس سورہ مجیدہ کی تاریخ نزول ۲۶ ذوالحجہ ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں

مجھے کب تک ملا مت کی جائے گی۔
اور کب تک مجھے سرزنش کی جائے گی
اس جوان کی محبت میں۔ کیا ان کے
علاوہ فاطمہ کی شادی کسی سے ہو سکتی
اور کیا کسی غیر کے حق میں بھی ہل

اَلَا اَمُّ اَلْمَدِّ وَحَتَّى مَتَّحِ
اُعَاتَبْتُ فِی حُبِّ هٰذَا النِّفَی
وَهَلْ تُرَوِّجَتْ فَاطِمَةُ غَیْرَہُ
فَفِی غَیْرِہُ هَلْ اَتٰی هَلْ اَتٰی

قرآن مجید بعض لوگوں کی ناز کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ تَرَكَوكَ قَارِعًا
سورہ جمعہ میں ہے جب یہ لوگ تجارت یا لہو و لعب کی چیز سنتے یا دیکھتے ہیں۔ تو
اس طرح بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو بحالت قیام تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔ صحیح مسلم
میں ایک شخص کا اپنا اعتراف موجود ہے۔ اَنَّهُ لَإِنِّي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ
یعنی بازار کی سودا باز ہی نے مجھے غافل کر دیا تھا۔ کنز العمال میں ہے آپ نے حضرت
سے دریافت فرمایا کہ کیا یہی چیز تجھے غافل کر دیتی ہے تو انہوں نے جواب میں
عرض کی ہاں۔

دوسری طرف حضرت امیر المومنین کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد سینے۔ اَنَّمَا
وَدَّيْكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ سِرَ الْكُفْرَانِ وَرَسُولُهُ تَعْلِي۔ رازی۔ نیشاپوری۔ تفسیر طبری اسباب
النزول۔ خصائص نطنزی۔ صحیح نسائی۔ زعمشری اور بیضاوی جیسے اکابر علماء اہلسنت
کا اعتراف ہے کہ یہ آیت مجیدہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی۔

جنگ صفین کے موقع پر حضرت ابوہریرہ کا ارشاد ہے۔ اَلصَّلَاةُ خَلْفَ
عَلِيٍّ يَفْقُومُ وَلِحَافِ مَعَاوِيَةَ اَحْسَمُ وَالْقُعُودُ عَلَى هَذَا التَّلِ
اَسْلَمَ دناز علی کے پیچھے درست تر اور دوطی معاویہ کے دسترخوان پر لیزید تر۔
اور اس ٹیلے پر تاشانی بن کر بیٹھا سلامتی کے قریب تر ہے۔ یہ علی ہی کا کام ہے
جنگ صفین میں لیلۃ الہریر میں بھی آپ نے ایک ہزار رکعت غار ادا فرمائی۔
اس مقام پر ایک اور امام اور ماموین کی غار اور ان کا غار کے اشتیاق
ملاحظہ فرمائیے۔

نویں محرم کو شمر وارد کر بلا ہوا اور عمرو بن سعد کی طرف تہدید پیغام لایا جس
کی بنا پر نویں کی عصر کو حملہ کی تیاری ہوئی۔ حضرت سید الشہداء حضرت عباس کو بھیجتے

ہاں مہان آتے اور دسترخوان چنا جاتا تو آپ مگس رانی کے فرائض انجام دیا کرتے
تھے۔

مدارج النہۃ میں ہے کہ حضرت ابو بکر کے پاس دو اونٹ تھے جن کو چار سو یا
بروایت آٹھ سو درہم میں خریدا تھا اور چار ماہ خوب ان کو گھاس چارہ کھلا کر موٹا تازہ
کر لیا تھا۔ پس وہ دونوں (ہنگام ہجرت) آنحضرت کے سامنے پیش کیے تاکہ آپ ان
میں سے ایک کو شرف قبولیت بخشیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں قبول کرتا ہوں بشرطیکہ
مجھ سے قیمت لی جائے۔ پس آپ نے ابو بکر صدیق سے ایک کونو سو (۹۰۰) میں
خبر لیا۔

حیوۃ الحیوان میں ہے۔ کَانَ الْبُؤْبُورُ الصِّدِّيقُ بُزَّازًا وَكَذَا لِكَ عُثْمَانَ
وطلحہ و عبد الرحمن بن عوف و کَانَ عُمَرُ دَلَالًا لِّسَعْيِ بَيْتِ
النَّبَايِعِ وَالْمَشْتَرَى رَحْمَةُ الْبُؤْبُورِ بَزَّازٌ تَحْتَهُ بَلَدُ حَضْرَتِ عُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَعُمَرَ
بن عوف بھی بزاز ہی کا شغل رکھتے تھے اور حضرت عمر دلالی کے فرائض انجام دیا کرتے
تھے (یعنی قبل از اسلام) نیز اسی کتاب میں ہے کہ حضرت عثمان کی حقیقی بہن مشاطہ گری
کا کام کرتی تھیں یعنی (دایہ گری آپ کا پیشہ تھا)

ازالۃ الخفاہر مقصد دوم میں ہے کہ عمر بن عاص کہتا ہے ”خدا اس زمانہ پر لعنت
کرے جس میں حضرت عمر بن خطاب کی طرف سے والی و حاکم تھا خدا کی قسم میں
نے بچشم خود ان دونوں باپ بیٹے کا ایک زمانہ دیکھا کہ ان دونوں کے اوپر نہایت گھٹیا
قسم کا کپڑا تھا جس کا انہوں نے نہ بند بنایا تھا جو بمشکل ان کے گھٹنوں تک پہنچتا
تھا اور ان کے کندھوں پر لکڑیوں کے گھٹے ہوا کرتے تھے جب کہ عاص بن دائل
زربفت لباس پہنا کرتا تھا۔

۳ صدیقین کی تیسری اور چوتھی صفت غار اور زکوۃ

ہو تیرے اقبال و ادبار کا کوئی وقت
نہیں۔ کئی دوست ساتھی قتل ہوتے
ہیں اور زمانہ بدلہ پر قناعت نہیں
کرتا بس سب معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے
اور ہر زندہ نے اسی راہ پر جانا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ اشعار سنے تو سمجھ گیا کہ مصائب کا وہاں
آگیا ہے لیکن ضبط سے کام لیتے ہوئے خاموش رہا لیکن میری پھوپھی زینب عالیہ
نے جب سنا تو فوراً نوحہ کرتی ہوئی سر پر ہنہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمایا: مائے آج نہیری
ماں فاطمہ نہ باپ علی نہ بھائی حسن موجود ہے تو ہی تو ہمارا سہارا ہے اور یہ اشعار
تو ایسی زبان سے سرزد ہوتے ہیں جسے موت کا یقین ہو۔ کاش! مجھے یہ وقت
دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

حضرت حسینؑ نے فرمایا: بہن صبر سے کام لیجئے اور آپ بھی بہت روئے پھر
جناب زینبؑ عالیہ نے بھائی سے کچھ کلام کیا اور گریاں چاک کرتے ہوئے منہ پیٹ
لیا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئیں۔ آپ بنفس نفیس اُسٹے اور بہن کے منہ پر
پانی چھڑکا۔ جب زینبؑ عالیہ نے آنکھ کھولی تو آپ نے فرمایا: بہن تم رسولؐ کی انٹیں
ہو تقویٰ اختیار کرو۔ اور صبر سے کام لو۔ تمام اہل زمین و اہل آسمان نے آخر مرنا ہے
اور سوائے رب العزت کے کوئی چیز زندہ نہ رہے گی۔ میرا باپ میری ماں میرا
بھائی مجھ سے بہتر تھے اور انسان نے جناب رسولؐ خدا کے نقش قدم پر جا رہا ہے
اسی طرح بہت دیر تک آپ بہن کو تسکین دیتے رہے اور آخر کار انہیں اپنے
خیمہ میں لے گئے۔

رات گزری صبح عاشورہ کی اذان دی گئی اور حضرت سید الشہداءؑ کی اقتدار میں نماز پڑھی

ہیں اور فرماتے ہیں جس قدر ممکن ہو سکے۔ ان سے کل تک کی مہلت لے لیں اور
آج رات ہمیں عبادت کے لئے دی جائے تاکہ ہم جی بھر نماز پڑھیں دعا مانگیں اور
استغفار کریں۔ مجھے استغفار کثرت دعا۔ قرآن خوانی اور نماز سے جس قدر محبت ہے
وہ اللہ جانتے۔ مہووف میں ہے کہ جب عمر بن سعد سے یہ خواہش کی گئی تو وہ چپ
ہو گیا اور منتخب میں ہے کہ اس نے شمر سے اس بارہ میں مشورہ لیا تو شمر نے
جواب دیا کہ اگر اس مقام پر امیر ہیں ہوتا تو ہرگز مہلت نہ دیتا۔ مہووف میں ہے
کہ عمر بن حجاج زبیدی نے عمر بن سعد سے کہا خدا کی قسم اگر ترک و دیلم سے بھی یہ
لوگ ہوتے اور ہم سے اس قسم کا سوال کرتے تو ہم ضرور ان کو رد کرتے۔ چہ جائیکہ
یہ لوگ آل محمد ہوتے ہوتے ہم سے سوال کریں اور ہم رد کر دیں۔ پس انہوں نے یہ
بات سن کر ایک شب کی مہلت دینے پر رضامندی ظاہر کی۔

بَاتِ الْحُسَيْنِ وَاصْحَابِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةُ وَلَهُمْ رَوْحٌ كَرِيمٌ وَالْمَعْلَى
بَيْنَ قَائِدٍ وَقَاعِدٍ وَسَائِرِ رُكُوعٍ وَاسْتِغْفَارٍ
صحابہ نے یہ رات اس طرح گزاری کہ نکھیوں کی بھننا ہٹ کی طرح تسبیح و تقدیس کی
آواز ان سے بلند تھی بعض حالت قیام میں بعض حالت قعود میں بعض رکوع میں اور
بعض سجود میں دکھائی دیتے تھے۔ بروایت ابن طاووس۔ عبادت شب عاشورہ کے
اثر سے ۳۲ آدمی لشکر مخالف سے جدا ہو کر حضرت کے لشکر میں ملحق ہوئے اور
سعادت ملازمت اختیار کی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام روایت فرماتے ہیں کہ رات کے وقت
جناب سید الشہداء علیہ السلام نے بعض اشعار پڑھے جس میں انقلاب زمانہ اور اس
کی بے ثباتی کا تذکرہ فرمایا۔ چنانچہ وہ اشعار یہ ہیں:-

يَا ذَهْرُ أَفْ لَكَ مِنْ حَلِيلٍ
اے زمانہ تیری دوستی پر افس

ہے اور فرزند رسولؐ کی نماز قابل قبول نہیں، پس بارگاہ سید الشہداء میں عرض گزار ہوا حضور مجھے اجازت مرحمت فرمائیے میں۔ یہی نماز جنت میں جا کر پڑھوں گا اور آپ کی جانب سے آپ کے نانا باپ۔ بھائی اور والدہ کو سلام پہنچاؤں گا۔

پس آپ نے اس مختصر سی جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور سعید بن عبداللہ حنفی اور زبیر بن قین سے فرمایا کہ تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ اسی طرح آپ نے نماز خوف پڑھی یہ نماز خاص نماز قصر تھی لیکن ان میں سے بعض نے تو قصر نماز بھی قصر کر دی۔ یہ نماز ایک خاص نوعیت کی تھی اس کی تفسیر جدا۔ قیام خاص اور اسی طرح رکوع سجدہ تسلیم و تعقیب سب کی حیثیت جدا گانہ تھی۔ زخموں سے جو رچوڑتے کہ زمین پر سنبھل کر نہ بیٹھ سکتے تھے۔ گاہے اٹھتے اور پھر منہ کے بل زمین پر گر پڑتے تھے۔ قنوت کی بجائے یہ دعا زبان اقدس پر جاری تھی۔

”اے اللہ جو صاحب مکان و منزل بلند عظیم الجبروت۔ شدید المحال مخلوق سے بے نیاز صاحب سلطنت و وسیع ہر شے پر قادر جس کی رحمت قریب وعدہ سچا۔ نعمت کشادہ اور آزمائش بر محل ہے۔ جب پکارا جائے تو قریب اپنی مخلوق پر محیط قوبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا۔ مراد پر قدرت رکھنے والا۔ ہر مطلوب کو درک کرنے والا ہر فکر گزار کا شاکر اور ہر ذکر کرنے والے کا ذاکر ہے۔ میں تیری ذات کی طرف حاجت مند ہو کر تجھے پکارتا ہوں۔ تیری طرف فقر کے پیش نظر راضی ہوں۔ تجھ سے خوف زدہ ہو کر گڑ گڑاتا ہوں حالت مصیبت میں تیری طرف ہی اظہار اندوہ کرتا اور روتا ہوں۔ حالت مصیبت تجھ سے ہی طالب نصرت ہوں اور تجھے کافی سمجھتے ہوئے تجھ ہی پر توکل کرتا ہوں۔

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ فرما۔ انہوں نے ہمیں دھوکا دیا

گئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہم سب قتل کئے جائیں گے صرف میرا فرزند علی زین العابدینؑ باقی بچے گا۔

ظہر کی نماز کا وقت قریب آیا۔ ابو ثامہ صیداوی نے عرض کی کہ حضور جب ہماری جان میں جان موجود ہے آپ کو قتل نہ ہونے دیں گے۔ پہلے ہم قتل ہوں گے اور پھر آپ کو کوئی قتل کرے گا۔ لیکن نماز کا وقت ہے دل چاہتا ہے کہ یہ آخری نماز بھی آپ کی اقتدار میں ادا کر لوں اور پھر اللہ کی بارگاہ میں درجہ شہادت پر فائز ہو کر پیش ہوں آپ نے فرمایا اذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین یعنی تو نے نماز کر یاد کیا۔ خدا تجھے نمازیوں سے کراٹھائے واقول نماز کی اہمیت کو ملاحظہ فرمائیے۔ صحابہ موت کی تیاری میں مصروف ہیں اور نماز کا شوق دل میں ہے اور حضرت سید الشہداء بھی دعائیں فرماتے ہیں خدا تجھے روز محشر نمازیوں کے زمرے میں اٹھائے ایسے اڑے وقت میں جو دوست انتہائی وفادار ہو اس کو نہایت مخلصانہ دعا دی جاتی ہے اس کے لئے بڑی سے بڑی چیز کی دعا کی جاتی ہے۔ حضرت حسینؑ اپنے مخلص دوست کو بڑی سے بڑی دعا رہے ہیں کہ خدا تجھے نمازیوں میں سے اٹھائے۔ حالانکہ ابو ثامہ کا قدم میدان شہادت میں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ خدا تجھے شہیدوں سے کراٹھائے۔ اس سے زیادہ نماز کی اہمیت اور کیا بیان کی جاسکتی ہے۔

آپ نے فرمایا بے شک نماز کا اول وقت ہے ان سے کہو زار ک جائیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔ عمر بن سعد سے کہا گیا کہ ہمیں نماز کی ہمت دی جائے لیکن اس نے نہ مانا تو حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا اس پر شیطان مسلط ہو چکا ہے پھر آپ نے خود اذان کہی اور ارادہ نماز فرمایا تو حصین بن نمیر کہنے لگا بے شک آپ نماز میں پڑھئے لیکن آپ کی نمازیں قابل قبول نہیں۔ اس ناہنجار کی اس گندیہ دہنی سے حضرت حبیب بن مظلوم تلمذ اٹھے اور آخر کار ان سے رہا نہ گیا اور فرمایا اے شرابی عورت کے بیٹے۔ کیا تیری نماز قبول

چوتھی مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

۵، ایمان والوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ وفائے عہد چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ **وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ خُبْرَهُ وَمِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا مَبَدِّلًا**

(سورہ احزاب پ ۲۱)

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام منبر کوفہ پر خطاب فرما رہے تھے کہ اسی آیت کے متعلق کسی شخص نے سوال کر دیا تو جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مجیدہ میرے حق میں اور میرے ہم محترم حضرت حمزہ اور میرے چچا زاد حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے حق میں اتری ہے۔ حضرت عبیدہ بن حارث جنگ بدر میں جام شہاد نوش فرما چکے تھے اور حضرت حمزہ نے احد میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا اور میں اس کی انتظار میں ہوں کہ اس امت کا بدبخت ترین انسان میری ریش سفید کو خون سر سے خضاب کرے گا۔

آیت مجیدہ **فَتَمَّتْ تَوَالِیُّ الْمَوْتِ** الخ کے تحت علامہ مخدومی رقمطراز ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ باریک لباس پہنے ہوئے دو دوفصوں کے درمیان ٹھل رہے تھے۔ تو آپ کے فرزند دلبند حضرت حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ بابا جان جنگ لڑنے والوں کا یہ طرز عمل تو نہیں ہوا کرتا؟ آپ نے فرمایا۔ بڑا تیر سے باپ کو اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کہ موت پر خود جا پڑوں یا موت مجھ پر آ پڑے۔ آپ ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت میں سوال کیا کہ حضور! آپ نے احد کے دن جب کہ مسلمانوں میں سے درجہ شہادت پر فائز ہونے والے فائز ہو

دیا اور ہم سے دغا کر کے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا اور ہمارے قتل کے درپے ہو گئے۔ حالانکہ ہم تیر سے نبی کی عزت اور تیرے مصطفیٰ و امین وحی محبوب کی اولاد ہیں تو ہمارے معاملہ میں ہمارے لئے فرج و کشادگی پیدا کرے تبصدق اپنی رحمت کے اسے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا۔

آپ کا سجدہ کیا تھا؟ پس اپنی زخمی پیشانی کو تپتی ہوئی ریتی پر خوشنودی خدا کے لئے رکھ دیا۔

تشہد و سلام روح مقدس کا قبض عنصری سے پرواز کر کے بارگاہ رب العزت میں جانا تھا۔

رفع راس۔ نیزہ پر ہوا۔

اور تعقیبات وہ افکار تھے جو آپ نے نوک نیزہ پر شہر بشہر سنائے۔ چنانچہ سورہ کہف کی تلاوت نون شان پر کرتے گئے۔ سجدہ ایسا کیا کہ آج تک سر اٹھا اور جب سر کو زمین پر رکھا تھا تو تمام عالم سے نالا و فریاد کی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔ جو آج تک بلند ہیں اور رہتی دنیا تک بلند رہیں گی۔ بلکہ قیامت کے روز بھی اس کا اعادہ ہوگا **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ**

(اقول) میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک ذاکر نے مجلس میں پڑھا۔ جب شمر سر پاک کو جدا کر چکا تو اتنے زور سے زمین پر پھینکا کہ گرد بلند ہوئی پس سننے والوں میں سے کسی نے ٹوک دیا کہ ایسی سخت روایت نہ پڑھو وہ ذاکر غمزہ ہو کر سو یا تو عالم خواب میں امام مظلوم کی زیارت نصیب ہوئی اس نے اپنی پریشانی کی وجہ امام کو بتائی تو امام مظلوم نے فرمایا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ ظلم ہوا ہے۔

نظر سے پر نظر ثانی کرنے کے لئے کوئی مقام امن چاہیں جس میں رہ کر اس معاملہ کے نشیب و فراز پر غور کریں تو آپ میرے ہمراہ چلیں کیونکہ ہمارے پاس ایک پہاڑ ہے جو ہمارا حفاظتی قلعہ ہے جسے ہم اجاد کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اس پہاڑ کی بدولت ہم لوگ غسان و حمیر کے سلاطین اور نعمان بن منذ بلکہ ہر سیاہ و سفید کے حملوں سے محفوظ رہے ہیں۔ اور جو بھی آگے بڑھا وہاں ذلیل ہوا۔ پس میں آپ کو وہاں لے جاتا ہوں وہاں رہ کر اجاد و سلمی کے اطراف میں جس قدر بنی طے کے لوگ موجود ہیں ان کو بھی ہم دعوت دیں گے اور بخدا دس دن کے اندر اندر طے کا پورا قبیلہ سوار اور پیادہ آپ کے قدموں میں حاضر ہو جائے گا اور مزید یقین دہانی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمارے ہاں ٹھہریں تو بیس ہزار بنی طے کے جنگجو بہادروں کا میں فہوار ہوں جو آپ کے سامنے مرد میدان بن کر تلوار زنی کریں گے اور جب تک ان میں کسی کی جان میں جان ہوگی تو مجال نہیں کہ کوئی دشمن آپ تک پہنچ سکے۔ آپ نے یہ سب باتیں سن کر فرمایا۔ خدا تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے۔ میرا ان لوگوں سے ایک معاہدہ ہو چکا ہے کہ اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ میرے اور ان لوگوں کے معاملہ کا انجام کیا ہوگا۔ طراح کہتا ہے کہ میں نے اجازت چاہی اور دعا کی کہ خدا آپ کو جن دانس کے شر سے محفوظ رکھے اور عرض کی کہ میں نے بیوی بچوں کے لئے غور و نوش کا سامان خریدا ہے میں یہ سامان ان کے حوالے کر کے فوراً واپس آؤں گا۔ اگر میں پہنچ گیا تو آپ کے انصار میں داخل ہوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ ارادہ ہے تو خدا تجھ پر رحم کرے۔ عجات سے کام لینا۔ طراح کہتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کا فری واپسی کا مطالبہ خطرے کی خبر دیتا ہے۔ پھر میں نے گھر جا کر بیوی بچوں کو سامان دیا اور وصیت کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اب کی مرتبہ یہ نئی بات کیوں کہہ رہے ہو تو میں نے واقعات کی ان کو اطلاع دی اور جلدی سے واپس لوٹا جب

چکے اور مجھے یہ بات شاق گذری۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ تجھے شہادت کی بشارت نہ ہو کہ شہادت تیرے پیچھے آرہی ہے۔ تو پھر یا علیؑ صبر کیسے کر دے گے۔ میں نے عرض کی کھٹی مضمرا یہ تو آپ خوشخبری سنا رہے ہیں لہذا مقام فکر ہے نہ کہ مقام صبر۔

وفائے عہد کی شان میں دوسرے اکابر کا اگر جائزہ لیا جائے تو بڑے بڑوں کا دامن کوتاہ نظر آتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں کئی ایک کا غادر ہونا ثابت ہوتا ہے جو لوگ بیعت رضوان میں شریک تھے جنگ حنین میں وہی پسپا نظر آتے تھے چنانچہ حضرت عباسؓ ان کو یا اصحاب شجرہ کے لفظ سے آواز دیکر بلاتے تھے۔ بیعت غدیر ہوئی لیکن باوجود تاکید حضرت جبریلؑ کے ایسی مخالفت کی کہ خدا کی پناہ۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے عبد اللہ بن لقیط کی شہادت کی خبر سن کر سورہ احزاب کی یہی آیت مجیدہ تلاوت فرمائی تھی۔ جو ابتداء میں ذکر کی گئی ہے

آئیے میں آپ کو ایک عجیب ایفاءئے عہد دکھلاؤں۔ یہ تو سن چکے کہ آپ کو برابر ہر طرف سے وحشت ناک خبریں آرہی تھیں۔ عالم خواب میں بھی واقعات بالکل نظر آ رہے تھے۔ بالقہ کی زبان پر بھگد ہی مضمون تھا مگر سید الشہداء علیہ السلام کی حالت یہ تھی کہ طراح بن عدی سے مروی ہے کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاس فوج نہیں اور یہی تھوڑی فوج جو اس وقت آپ کے گرد پیش موجود ہے اگر آپ سے لڑ پڑے تو آپ کے معرودے چند سیاق کے لئے تو ان کے ساتھ مقابلہ بھی شاید مشکل ہوگا۔ حالانکہ میں نے کوفے سے روانگی سے ایک دن پہلے کوفہ کے باہر اس قدر فوج کثیر دیکھی کہ آج تک میری دونوں آنکھوں نے ایک میدان میں اتنا کثیر جمع نہیں دیکھا تھا اور میرے دریافت کرنے پر مجھے جواب دیا گیا کہ یہ سب حبش کے ساتھ لڑنے کو جا رہے ہیں پس میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ایک اللہ بھی آگے بڑھنے سے گریز فرمائیں اور اگر آپ اپنے

کل غزوات کی تعداد ۲۶ ہے اور بڑی جنگیں ۹ ہوئیں۔ بدر۔ احد۔ خندق۔ ترفہ
مصطلق۔ خیبر فتح مکہ۔ حنین۔ طائف

ان تمام غزوات اور جنگوں میں کسی روایت میں نہیں ملتا کہ اول کے ہاتھوں
کوئی دشمن دین قتل ہوا ہو۔ اور واقعہ کی روایت کے مطابق ثانی کے ہاتھوں ضرور
ایک دشمن دین قتل ہوا اور ثالث کا حال بھی اول کی طرح ہے اور شیر بیشہ شجاعت
حضرت علیؓ کے ہاتھوں ان جنگوں میں ۹ نامی گرامی آزمود کاران حرب و ضرب ہاتھ
جہنم ہوئے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے جو لشکر گرد نواح میں روانہ کئے ان میں سے
ایک میں حضرت ابو بکرؓ کو روانہ فرمایا تھا جس میں وہ بخیث واپس آگئے تھے۔ پھر
حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔ اور وہ بھی واپس تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کو تو
تکلیف ہی نہ دی گئی اور پھر حضرت علیؓ کو تین دفعہ بھیجا گیا جن میں آپؓ نے ۱۲ شجاعان
عرب کو ترغیب فرمایا اور فتح و ظفر سے مراجعت فرما ہوئے۔

بعثت کے چھ برس بعد جب قریش کی سختیوں سے تنگ آکر حضرت ابوطالب
جناب رسولؐ خدا کو شعب میں لے گئے اور چار سال انتہائی تنگی سے بسر کئے تباہ
کس نے مدد کی؟ شب بھرت کس نے مدد کی؟ اور باقی جنگوں میں کون تھا مددگار؟
جنگ بدر میں جب قریش حملہ آور ہوئے تو درمنثور اور واقعہ کی بیان کے
مطابق حضرت عمرؓ نے خدمت نبویؐ میں عرض کی یا رسول اللہؐ یہ قریش ہیں انہوں
نے جب سے عورت پائی رسولؐ نہیں ہوئے اور جب سے کفر اختیار کیا ایمان کو ہرگز
قبول نہ کیا۔ وہ آپؐ سے ضرور ٹپس گئے لہذا آپؐ کو ان کے مقابلہ کے لئے پوری تیار
کر فی چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا پھر تمہاری کیا رائے ہے تو مقداد بن عمروؓ بولا۔ ہم آپؐ
کو قوم موسیٰؑ کی طرح جواب دینا نہیں چاہتے کہ آپؐ اور آپؐ کا خدا جا کر لڑیں اور
ہم یہاں بیٹھیں رہیں گے۔ بلکہ ہمارا جواب یہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کا خدا جا کر لڑیں اور

مقام عزیز الجانات کے قریب پہنچا تو سماعہ بن بدر سے ملاقات ہوئی اور حالات
دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپؐ شہید ہو چکے ہیں۔ (طبری۔ کامل)

۶۔ ایمان والوں اور صادقین کی چٹھی صفت۔ سختی اور تکلیف میں صبر کرنا چاہیے
میست بن نجبه سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے
تھے کہ ایک بدوی کھڑے ہو کر اپنی مظلومی پر روایا آپؐ نے اسے قریب بلا کر
فرمایا کہ تیرے اوپر تو ایک ظلم ہوا ہے اور میرے اوپر ذرات ریگ کے برابر ظلم ہوئے
ہیں۔ اور ایک خطبے میں فرمایا کہ عام دستور یہ ہے کہ رعایا حکمرانوں کے ظلم سے ڈرا کرتی
ہے اور بخلاف اس کے میں اپنی رعایا کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔

حالانکہ شجاعت کی خدا داد دیتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم نے ذکر کیا ہے کہ جب
حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود کو ترغیب کیا تو یہ آیت اتری۔ کَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ
اَلْقَتَالَ بَعْلًا وَكَانَ اللَّهُ تَقْوِيًا حَنِيفًا۔ ابن مسعود اس آیت کو اس طرح
پڑھا کرتے تھے۔

بحار الانوار میں ہے کہ مصعب بن زبیرؓ کہتا ہے۔ حضرت علیؓ میدان جنگ
میں نہایت ہوشیار رہتے تھے کہ کسی کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی اور آپؐ
موت اپنے سینے کی ہی حفاظت کرتے تھے۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ پیچھے
کا فکر کیوں نہیں کرتے تو فرمایا۔ خدا مجھے وہ دن نصیب نہ کرے۔ جب دشمن کو
پشت دکھاؤں۔

شرح بن ابی الحدید میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ارباب شوری کے سامنے حجاج
کرتے ہوئے قسمیہ ان سے دریافت فرمایا تھا کہ کیا ایسا نہیں کہ کئی دفعہ اصحاب رسولؐ
حضور کو جنگ کی سختیوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے اور صرف میں ہی وہ ایک شخص
ہوں جو کبھی نہیں بھاگا تھا تو سب نے آپؐ کے ان کلمات کی تائید کی تھی۔

بروایت بخاری حضرت عمر بھی بھاگ کھڑے تھے اور تفسیر کہہ رہے تھے کہ بھاگے تو تھے لیکن ان کا شمار پہلے بھاگنے والوں میں سے نہیں (عذر گناہ بدتر از گناہ) بروایت درمنثور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب میں احد کے دن بھاگا تو پہاڑ پر چڑھ گیا جس طرح کہ پہاڑی بکرا کوڈر چڑھ جاتا ہے۔

استیعاب میں ہے کہ ابن عمر کہتا ہے جنگ احد کے دن حضرت عثمان سے ایک گناہ عظیم سرزد ہوا تھا جس کو اللہ نے معاف فرمایا۔ اور تذکرہ خواص الامۃ میں ہے کہ وہ سب سے پہلے بھاگے تھے اور مدینہ جا پہنچے تھے۔ حضرت عثمان کے ہمراہ دو انصاری بھی تھے ایک عقبہ بن عثمان اور دوسرا سعد بن عثمان۔ یہ تینوں مدینہ کے قریب ایک پہاڑی میں پہنچے اور وہاں تین روز تک ٹھہرے رہے پھر واپس آئے۔ اور کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا تھا تم تو بہت دُور نکل گئے تھے (طبری جنگ خندق میں صحابہ کی حالت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔ اِذْ جَاءَكُمْ مِنْ فَوْتِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلِ مِنْكُمْ وَادِیْ ذُئْلِفَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ (پ ۲۱ سورہ احزاب رکوع ۲) ترجمہ۔ جب کفار اوپر اور نیچے سے یعنی ہر طرف سے تم پر ٹوٹ پڑے تو تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور دل حجروں تک پہنچ گئے اور تم اللہ پر بظن ہو گئے تھے وہاں مومنوں کو آزمایا گیا اور ان کو سخت طریقہ سے جھنجھوڑا گیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ عمرو بن عبدود نے شیخین کا نام لے کر پکارا تھا اگر کون جاتا ہے بلکہ حضرت عمر تو اس کی داؤد شجاعت دینے لگ گئے تھے۔ جنگ خیبر میں حضرت عمر علم لے کر گئے اور شکست خوردہ واپس پلٹے۔ اصحاب ان کی بزدلی کی شکایت کرتے تھے اور وہ اصحاب کی بزدلی کا شکوہ کرتے تھے (تاریخ طبری ازالۃ الخلفاء) لیکن مقام غور ہے کہ فوج کمانڈنگ آفیسر کے تابع ہوا کرتی ہے۔ فوج پر بزدلی کا الزام

پھر آپ کے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ ان کی قلبی حالت کی خدایوں ترجمانی فرماتا ہے کہ
وَإِنْ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكَارِهُوْنَ يُجَادُوْكَ فِي الْعَقْلِ بَعْدَ مَا مَقَّبِيْنَ كَانْتُمْ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ

حضرت عمر نے جس ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ماٹھوں کو ہی قتل کیا تھا۔ لیکن اصحاب حدیث واقعہ کی روایات کو قابلِ قبل نہیں سمجھتے چنانچہ یحییٰ بن معین کہتا ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ واقعہ کی طرف ۲۰ ہزار جھوٹی حدیثیں منسوب کی ہیں امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ واقعہ یہ حدیثیں خود بناتا ہے۔ ابن مدینی کہتا ہے کہ واقعہ یہ حدیث کھسنے کے قابل نہیں۔ امام شافعی کا قول ہے کہ واقعہ یہ جھوٹا آدمی ہے۔ (میزان الاعتدال)

(اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمر کی طرف ایک کافر کے قتل کی نسبت بھی تقریباً بے بنیاد ہے)

جنگ احد جو اسلام کی موت و حیات کی لڑائی تھی۔ تاریخ الخلفاء باب شجاعت ابی بکر میں مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب احد کے دن لوگ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے تو میں ہی پہلے پہلی واپس آیا تھا۔ بے شک یہ ان کی بے نظیر شجاعت کی ناقابلِ تردید دلیل ہے اور ازالۃ الخلفاء میں ہے کہ جب کفار نے حضرت رسالتؐ کی کو اذیت پہنچائی تو حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر کہا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو اللہ کو پروردگار کہتا ہے؟ اور ایسے موقع پر یہ کلمہ کسی شجاع کی زبان سے ہی نکل سکتا ہے۔ نیز عقیل بن ربیع کی حضرت ابوبکر کے حق میں گستاخی اس سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ (معارج النبوة تاریخ الخلفاء۔ روضۃ الاحباب۔ ازالۃ الخلفاء) نیز تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت عقیل اور حضرت ابوبکر میں سخت کلامی ہوئی تو حضرت ابوبکر سب کرنے میں زیادہ زبان رس تھے۔

اور بہادر می پر لوگ عیش غش کرتے تھے۔ دشمن کے ستر آدمی مارے گئے جن میں سے ۳۶ کو دین اسلام کے اسی پر جوش لو جوان بہادر نے ہی قتل کیا تھا۔ اثنائے جنگ میں حضرت علیؓ نوفل کے سامنے گئے تو نوفل علیؓ کو آتے دیکھ کر اپنے ساتھی سے کہنے لگے کہ کوئی شخص ہمارے قصد سے آ رہا ہے۔ ساتھی نے جواب دیا ہاں یہ علیؓ بن ابی طالب ہے تو نوفل نے کہا میں بقسم کہتا ہوں کہ مارنے والوں میں میں نے اس سے زیادہ شریف کوئی نہیں دیکھا۔ بالآخر نوفل حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور اس بڑے دشمن کے اپنے بھائی کے ہاتھ سے قتل ہونے پر جناب رسالت مآبؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

احدی میں علیؓ جب سب لوگ بھاگ گئے تو حضرت علیؓ ہی تھے کہ یکہ و تنہا حمایت رسولؐ میں لڑ رہے تھے۔ جب فوج کفار کے علمبردار مارے گئے تو کفار کی ایک جماعت کو آنحضرتؐ نے اپنی جانب آتے دیکھا اور فرمایا یا علیؓ ان پر حملہ کیجئے۔ پس آپؐ نے ان کو مار بھگایا اور عمرو بن عبد اللہ جی کو قتل کیا۔ پھر حضورؐ نے مشرکین قریش کی اور جماعت کو بڑھتے دیکھا تو حضرت علیؓ کو ان کی سرکوبی کا حکم دیا پس آپؐ نے ان پر حملہ کر کے لپا کیا اور نبی عامر بن لوی کے ایک آدمی شیبہ بن مالک کو تہ تیغ کیا۔ تو جبریلؑ نے باواز بلند کہا کہ جان شہداء اسے کہتے ہیں۔ پس حضورؐ نے فرمایا۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں تو جبریلؑ نے کہا میں تم دونوں میں سے ہوں۔ اور یہ آواز لوگوں نے سن کر لا سیف الا ذوالفقار۔ ولا فتی الا علی۔ اطربری مطالب السؤل۔ ملاح الشہرہ و سیرت بن ہشام۔

حسان بن ثابت نے اپنے قصیدہ مدحیہ میں اسے یوں نصیم کیا۔

جَبْرِیْلُ نَادَى مُعَلِّیًّا وَالنَّعْقُ کَیْسٌ یُعَذِّبُ جَلِّیًّا

اس وقت عائد ہو سکتا ہے جب کمانڈر ثابت قدم رہے اور فوج بھاگ جائے۔ جیسا کہ جنگ احد میں ہوا کہ جناب رسالت مآبؐ باقی رہے اور فوج بھاگ گئی لیکن جب کمانڈر فوج سمیت بھاگ جائے تو بزدلی کمانڈر کی طرف ہی منسوب ہوا کرتی ہے

جنگ حنین کے متعلق ارشاد قدرت ہے کہ یاد کرو جب ہمیں اپنی کثرت پر ناز تھا۔ لیکن تمہیں کام نہ آئی اور زمین باوجود کشادگی کے تم پر تنگ ہو گئی اور تم پشت دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تاریخ خمیس میں ہے کہ صرف چار آدمی ثابت قدم رہے۔ حضرت علیؓ عباسؓ۔ ابوسفیان بن حارث اور عبد اللہ بن مسعودؓ باقی سب کے سب بھاگ گئے تھے۔ اگرچہ یا اصحاب الشجرہ کہہ کر عباسؓ نے نہایت دیر مگر جان جو کھنڈ کے وقت کون کسی کی سنتا ہے یہ جاوہ جابلس گئے۔

اور سب سے آخری موقع۔ کنز العمال ج ۳ منظر پر ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر جناب رسالت مآبؐ کے دفن میں شریک نہ ہوئے تھے۔ فرار کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص کفار کو پشت دکھا کر بھاگ جائے اور عذر مقبول نہ رکھتا ہو تو اس کی بازگشت اللہ کا غضب ہے۔ گویا مغضوب علیہ اور منعم علیہ کے درمیان فرار اور ثبات قدم ایک امتیازی نشان ہے۔ حضرت علیؓ کے متعلق وَ مِیْنَ النَّاسِ مَنْ یُّشْرِیْ اَیْمَتَهُ مَوْجُوْدٌ ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جو اللہ کی رضا جوئی کرے اس جیسا نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور اس کا ٹھکانہ جہنم بن چکا ہو۔

بدر میں علیؓ ولید معاویہ کا خالو اسی دن علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اور حضرت علیؓ جو آئندہ زمانہ میں بلحاظ شجاعت عالم میں مشہور ہوئے والے تھے آج ان کی شجاعت کا پہلا موقع تھا۔ بقول مؤلف تاریخ اسلام علیؓ کے اوسط بدن میں

جنگلوں پہاڑوں کی طرف چلا جاؤں اور تہارے اسلامی شہروں کو چھوڑ کر کفار کے علاقوں میں ہجرت کر جاؤں۔ لیکن انہوں نے نہ مانا نہ نصاریٰ نے ان نورانی چہروں کے ساتھ مباہلہ پسند نہ کیا تھا لیکن کوفہ کے مسلمان تلوار کھینچ کر سامنے آگئے۔ یہاں حضرت سید الشہداءؑ نے کئی قسم سے مباہلہ کیا۔

عطابن سائب سے مروی ہے کہ میرا بھائی کہتا ہے میں کربلا میں موجود تھا۔ بنی تمیم کا ایک شخص عبداللہ بن جویریہ نے امام حسینؑ کو آواز دی آپ نے فرمایا کیا کہنا چاہتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ تمہیں دوزخ کی بشارت ہو۔ آپ نے فرمایا میں اپنے رب غفور کی طرف جا رہا ہوں پس آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے کہ سفیدی بغل نمودار تھی پس دعا مانگی اے اللہ اس شخص کو جہنم رسید کر۔ یہ سن کر ابن جویریہ کو غصہ آیا اور فوراً آپ پر حملہ آور ہوا تو ایک نشیب میں اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور خود گر گیا پس گھوڑے کے دوڑنے سے اس کا سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ واصل جہنم ہوا۔

ابن بابویہ نے اپنی امی میں بسند مفضل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ پھر ایک شخص آیا جس کا نام تمیم بن حصین فرازی تھا اس نے امام حسینؑ اور آپ کے جانثاروں کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو فرات کا پانی کس طرح صاف و شفاف شکم مار کی طرح بل کھارہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم تم ایک قطرہ نہ چکھو گے اور اسی حالت میں میں تمہاری موت واقع ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ آپ نے پوچھا یہ شخص کون تھا؟ تو کہا گیا کہ یہ تمیم بن حصین ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اور اس کا باپ دونوں جہنمی ہیں۔ اور دعا کی۔ اے اللہ اس شخص کو آج ہی پیاس کی موت کا ذائقہ چکھا۔ پس اس پر پیاس کا غلبہ ہوا، یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر آیا اور دوسرے گھوڑوں نے اسے اپنے میں کچل کر واصل نار کیا۔

وَالْمُسْلِمُونَ قَدْ اخَذُوا
لَا سَيْفَ إِلَّا خُذُوا الْفِتَارَ
وَلَا قَتَى إِلَّا عَلَيْنَا

ترجمہ: ابھی غبار جنگ نہیں پھٹا تھا کہ جبریلؑ با آواز بلند کہہ رہے تھے اور مسلمان حضرت رسالتؐ کے ارد گرد جمع ہو چکے تھے۔ تلوار زوال الفجار کے علاوہ کھلی نہیں۔ اور جو افراد علیؑ کے سوا کوئی نہیں۔

اسی جنگ میں آپ مصروف کارزار تھے کہ حضرت علیؑ سے اپنے مد مقابل نے تلوار مانگی پس آپ نے اس کو تلوار دے دی۔ کافرنے کہا آپ دیوانے تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں؟ عقل مند ایسے وقت میں اپنا ہتھیار دشمن کو نہیں دیا کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے سوال کو رد کرنا میری جوائزی کے خلاف تھا اور اب تیرا مجھے زخمی کرنا تیری جوائزی کے خلاف ہے۔ پس میرا نا جو اندر کے ہاتھوں زخمی ہونا مجھے اس سے محبوب ہے کہ خود نا جو اندر دین کر تجھے زخمی کروں۔

ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ شاہان ترک کی ایک جماعت اور آل بویہ ظفر و نصرت کے لئے اپنی تلواروں پر حضرت علیؑ کی تصویر نقش کرواتے تھے۔ یہ تھیں حضرت علیؑ کی ظاہری فتوحات اور اگر روحانی لڑائی میں حضرت علیؑ کا مقام دیکھنا ہو تو میدان مباہلہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیے۔ جب مباہلہ کی تاریخ اور میدان مقرر ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ پر فاطمہؑ و حسینؑ کو اپنی عبا میں داخل فرمایا اور جبریلؑ نے آیہ تطہیر پڑھی پس حضورؐ اصحاب عبا کے ہمراہ میدان مباہلہ میں تشریف لائے اور نصاریٰ نے جزیہ قبول کر لیا۔

یہ اسلامی مباہلہ نصاریٰ کے ساتھ تھا ایک اور مباہلہ کوفہ و شام کے مسلمانوں کے ساتھ حضرت سید الشہداءؑ کا ہوا۔ اس مباہلہ میں نصاریٰ چاہتے تھے کہ ہمارے ساتھ جنگ نہ ہو اور اس مباہلہ میں حضرت حسینؑ چاہ رہے ہیں کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں

نے کہا میری جائیداد ضبط کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا میں اس کے بدلے میں اپنی حجاز کی جائیداد پیش کروں گا۔ اس نے کہا مجھے اپنی بیوی بچوں کا فکر ہے پس آپ خاموش ہو گئے۔ اور آخر کار فرمایا خدا کی قسم تجھے عراق کی گندم نصیب نہ ہوگی تو اس بد بخت نے ازراہ تمسخر جواب دیا کہ پھر جو پر گزارا کر لوں گا۔

آپ نے صبح عاشور مباہلہ کیا۔ پیغمبر کی شبیہ علی اکبرؑ علی کی شبیہ حضرت عباسؑ حضرت فاطمہؑ کی شبیہ جناب زینبؑ امام حسنؑ کی شبیہ شہزادہ قاسمؑ موجود تھے جو آپ کے گرد و پیش موجود تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار تنہا رہ گئے۔ اور پھر فرمایا کہ میرا چوکدیار و ناھر کوئی نہیں رہا۔ لہذا مجھے اتنی مہلت دو کہ اہل حرم کو کہیں چھوڑاؤں لیکن کسی نے نہ مانا۔

پھر لباس پیغمبر زینب تن فرما کر مباہلہ کیا کہ شاید پیغمبر کا شرم کریں۔ پھر شیر غار بچہ کو لے کر مباہلہ کیا۔ آخر وہ وقت آیا کہ آخری مباہلہ کے لئے خیمہ گاہ سے باہر تشریف لے گئے اور واپس نہ پلٹے۔

چھوٹی شہزادی نے عرض کی بابا جان تھوڑا سا ٹھہر جائیے کہ میں آخری بار میر ہو کر آپ کی زیارت کر لوں۔ آپ رو دیئے اور بچہ کو گود میں بٹھالیا اور اپنی آستین سے بچی کی آنکھوں سے آنسوؤں کو پونچھا اور فرمایا۔

سَبَّحْتَ طَوْلَ الْبَعْدِ يَا سَكِينَةَ فَاعْلَمِي
مَنْكَ الْبُكَاءُ اِذَا لَمْنَا مَدَّحَانِي
لَا تُخْرِقِي قَلْبِي بَدَلًا مَعَكَ حَسَنَةً
مَا دَامَ مَعِيَ الرَّوْحُ فَوَيْ جُثْمَانِي
فَاِذَا قُتِلْتُ فَانْتِ اَوَّلِي بِالَّذِي
قَاتَيْتُهُ يَا خَيْرَةَ النَّسَوَانِ

(ترجمہ) جان لے اے سیکینہ میرے مرنے کے بعد تیرا گریہ طویل ہو گا۔ جب تک میں زندہ ہوں اپنی بہتی آنسو سے میرے دل کو بے چین نہ کر۔ جب میں مارا جاؤں تو جس قدر گریہ کرے تیرا حق ہے اے بہترین زنان۔

آہ جناب رسالت مآبؐ نے اپنے اہل بیت کے متعلق کیا وصیتیں فرمائی تھیں اور امت نے کیا سلوک کیا۔ حضرت ام سلمہؓ کو خاک کر بلا دی گئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جب یہ سُرخ خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میں شہید ہو گیا ہوں ہائے۔ عصر عاشورہ کو جب ام سلمہ نے اس خاک پر نظر کی تو آہ و فغان بلند کی۔ ابن عباس نے وجہ پوچھی تو واقعہ بیان کیا۔ اور اولاد عبد المطلب سے فرمایا کہ صف ماتم بپاکرو کیونکہ حسینؑ کو بلا میں شہید ہو گیا ہے۔ جب ابن عباس نے دوبارہ دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو دیکھا ہے کہ بال پریشان تھے اور سر مبارک اور ریش مبارک میں خاک تھی اور فرمایا کہ میرے فرزند پر امت جفا کرنے حملہ کر کے شہید کر دیا اور جناب بتول معظمہؑ کی حالت یہ ہے کہ واقعہ کر بلا کو یاد کر کے ان پر عشی طاری ہو جاتی ہے۔ پس آسمانوں میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں جو ان کی آواز گریں کر دتا نہ ہو پس جناب رسالت مآبؐ تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ بیٹی! تیرے رونے نے اہل آسمان کو رُلا دیا کہ ان سے تسبیح و تقدیس چھوٹ گئی ہے پس تم اپنا گریہ بند کرو تا کہ وہ اپنا فریضہ تقدیس ادا کریں۔

حضرت جب مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو لوگوں کو اپنی نصرت کے لیے دعوت دیتے تھے لیکن لوگ وہ راستہ بھی ترک کر دیتے تھے جس پر حضرت گامزن تھے تاکہ ہمیں نصرت کے لئے نہ کہا جائے۔ چنانچہ زہیر بن قین کا واقعہ کتب مقاتل میں موجود ہے شب عاشور عمر سعد کی طرف پیغام بھیجا کہ دونوں لشکروں کے درمیان میں امداد تم دونوں اکیلے باتیں کریں۔ بس آپ نے بوقت غلوت فرمایا۔ اے ابن سعد اللہ سے ڈر، میرے ساتھ کیوں لڑتا ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔ دشمنوں کو چھوڑ کر میرا ساتھ دے۔ تاکہ اللہ کا قرب تجھے حاصل ہو۔ اس نے جواب دیا اگر میں ایسا کروں تو میرے گھر کو منہدم کرایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا میں بنو اودس کا اس

پانچویں مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ایمان والوں کی صفات میں سے چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ سخیوں اور کلینوں میں ثابت قدم رہا کرتے ہیں۔ علیؑ کے ثبات قدم کا ذکر پہلی مجلس میں بھی ہو چکا ہے جنگ خندق میں علیؑ کی پامردی۔ جب عربوں نے عبدود نے مبارز طلبی کی تو صحابہ کی حالت یہ تھی کَانْتَهَمُ عَلَى رَسُولِهِمُ الطَّيْرُ۔ یعنی گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔ صرف حضرت علیؑ نے لبیک کہی تو حضورؐ نے فرمایا وہ عمرو ہے تو علیؑ نے جواب دیا میں بھی علیؑ ہوں بالآخر حضرت علیؑ کو اپنا عمادہ سحاب باندھا اور رخصت فرمایا اور تمام صحابہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا بَرَزَ الْأَيْمَانُ كُفًّا إِلَى الْكُفْرِ كُلِّهِ۔ یعنی سارے کا۔ ابرا ایمان سارے کے سارے کفر کے مقابلہ میں جبار تھا ہے۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے اس کو ضربت یدِ الہی سے واصل جہنم کیا تو ارشاد نبویؐ ہوا لَضْرِبَةٍ عَلَى يَدِ الْخُنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْتَقْلِيدِ۔ یعنی علیؑ کی خندق کے دن کی ایک ضربت جن و انسان کی عبادت سے افضل ہے۔ فتح خندق مسلمانوں کی وہ کامیابی تھی کہ اس کے بعد کفار میں مقابلہ کی جرأت نہ رہی اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ الْآنَ نَخْرُزُهُمْ وَلَا يَعْزُزُونَا۔ کہ اب ہم ہی ان سے لڑیں گے۔ ورنہ ان میں ہمارے ساتھ لڑنے کی ہمت نہیں رہی (اعلام الوری)

جناب رسالتؐ آپؐ نے فرمایا تھا۔ لَا تُحْطِينَ النَّارَ آيَةُ عَذَابٍ رَجُلًا كَرَّ النَّصِيرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَا يَبْرِجُ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ۔ یعنی ضرور کل میں علم فوج

تنہا میدان میں پہنچے اور مباہلہ کیا۔ زمین پر گرے کہ پھر اٹھ نہ سکے اور آخری بار سو گئے کہ تمام موجودات عالم سے آہ و فغان کی صدائیں بلند ہوئیں جواب تک ہیں دنیا تاریک ہوئی۔ زلزلہ آیا۔ تمام موجودات میں کھرام بپا ہوا جو ہمیشہ تک رہیگا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

را قوال ہے کہ یہ دنیا اور حسن لینا آسان ہے کہ حسین مارے گئے اور بیبیاں لٹ گئیں لیکن بسمل کے تڑپنے کی کسی دل کو کیا خبر کشتی کے ڈوب جانے کی ساحل کو کیا خبر کس کے گلے چھری چلی قاتل کو کیا خبر غربت میں کون لٹ گیا منزلی کو کیا خبر زہر سے پوچھئے یہ مقلق نورعین کا چننا زمین کا اور نرٹ پنا حسین کا

پارے مصحف ناطق نے جان اترے وچ صحرائے باد سموم دی تیزی نول تھے اکثر و ق جدائے سزائے ہر ہر آیت نے جان نوک سنائے آئے تفسیر کلی بازاراں وچ جہوں خطبے سین سنائے

گل نازک چمن رسالت نے جہوں جھڑپے وچ صحرائے ہک ریت گرم بپا گرم ہوا گئے اکثر گل کسلائے، جہوں غنچے برگ و برگ تھے جہوں گھوڑیاں قدم دوچائے پارات دابر قہر نکھڑیاں کلیاں رہی چنسی عون دی مائے

جن سے تو عہد برآ ہونے والا ہے تو ہی میرا محرم ہے اور میری سنت پر تو ہی جہاد کرنے والا ہے اور میدان محشر میں بھی تجھ سے زیادہ قربی میرا کوئی نہیں ہوگا تو حوض کوثر پر میرا ہم نشین ہوگا تحقیق تیرے شیعہ نور کے منبروں پر نورانی چہروں کے ساتھ میرے ارد گرد ہوں گے کہ میں ان کی شفاعت کروں گا اور جنت میں تیرے ہمسایہ ہوں گے کیونکہ تیری لڑائی میری لڑائی اور تیری صلح میری صلح ہے تیرے رموز میرے رموز ہیں اور تیری اولاد میری اولاد ہے۔ تو ہی میرے قرضے ادا کرے گا اور تو ہی میرے وعدے پورے کرے گا۔ تیری زبان پر تیرے دل میں تیرے ساتھ اور سامنے اور مطمح نظر حق ہی حق ہے۔ ایمان تیرے گوشت اور خون میں اس طرح یکجان ہے جس طرح مجھ میں ہے۔ تیرا دشمن حوض کوثر پر نہ جائے گا اور تیرا محب حوض کوثر سے دور نہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ نہ بچھو ہوئے اور حمد خدا بجالائے تو جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ لَوْ لَا اَنْتَ يَا عَلِيُّ لَمَا عُرِفَ الْمُؤْمِنُونَ بَعْدِي۔ اے علیؑ اگر تو نہ ہوتا تو میرے بعد مومنوں کی پہچان نہ ہو سکتی۔ خداوند کریم نے ہر نبی کی نسل اپنی صلب سے کی ہے اور میری نسل خدا نے تیری صلب سے قرار دی ہے یا علیؑ تو خدا کی جملہ مخلوق میں سے اعز و اکرم ہے میری امت میں جتنے لوگ میرے پاس وارد ہوں گے ان سب میں سے مجھے تیرے محب عزیز تر ہوں گے (الروضۃ المنیہ)

حین میں علیؑ

اس دن فوج اسلام کی تعداد بارہ ہزار اور فوج کفار کی تعداد تیس ہزار تھی۔ یہ لڑائی ہوازن کے خاندان سے ہوئی تھی۔ مشیخ نہدی بیان کرتا ہے کہ مجھے اپنے باپ نے ستایا کہ میں اپنی قوم کا سردار تھا اور ہوازن کی لڑائی میں میں خود شریک تھا۔ میں نے فوج اسلام میں ایک جو افراد بہادر کو لڑتے ہوئے دیکھا کہ جس مقابل کے سامنے جاتا ہے

ایسے جو افراد کے حوالہ کروں گا جو کراہے غیر فرار ہوگا اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہوں گے وہ واپس نہ پلٹے گا مگر یہ کہ اللہ کی فتح و نصرت اس کے ہاتھوں پر ہوگی۔ اور مسند احمد میں الفاظ یہ ہیں لَا أُعْطِيَنَّ النَّاسُ آيَةً عِنْدَ الْمُؤْمِنِ يَأْخُذُهَا بِحَقِّهَا۔ یعنی کل علم فوج ایسے شخص کے حوالہ کروں گا جو اسے کماحقہ بلند رکھے گا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا ارشاد سن کر اس دن مجھے بھی امیر فوج بننے کی تمنا پیدا ہوئی جو پہلے کبھی نہ تھی۔ رات کو تمام صحابہ اسی خواہش میں پہلو بدلتے رہے اور حضرت علیؑ ہنایت اطمینان سے بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعٍ لِّمَا اَعْطَيْتَ اِنَّ اللّٰهَ جَسَدٌ لَا يَمُوتُ اَمَّا اَرْوَاحُ الْعَالَمِیْنَ فَتَمُوتُ۔ اے اللہ جسے تو دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور جسے تو دے اسے روکنے والا کوئی نہیں۔

حضرت علیؑ ارغوانی لباس میں شیرازہ وار آگے بڑھے اور ابھی تک حضرت علیؑ کے ماتحت سپاہی پورے میدان جنگ میں پہنچنے نہ پائے تھے کہ فتح و ظفر نے علیؑ کے قدم چوم لئے (طبری) جناب رسالت مآبؐ بنفس نفیس استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ اور بروایت جابرؓ ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت کا ایک گروہ تیرے حق میں وہ عقیدہ جمالیں گے جو نصاریٰ کا حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہے تو میں تیرے بارے میں وہ کچھ بیان کرتا کہ مسلمانوں کے کسی گروہ سے نیرا گذر ہوتا تو تیری طہارت کے پیش نظر تیرے قدموں کی خاک کو باعث شفا جان کر اٹھا کر اپنے پاس محفوظ رکھتے۔ لیکن اتنا کہنا نہیں۔ حَسْبُكَ اَنْ تَكُوْنَ مَوْتًیْ مَمْنُوْنًا لِّمَا دُوْنَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَّا اَنْتَ لَا تَبْقَىٰ بَعْدَ عَدَا۔ (ترجمہ) تجھے بس ہے کہ تیری مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تیرے اوپر میری ذمہ داریاں ہیں

ابے گرا کر ہی چھوڑا ہے اور جو شجاع بھی اس کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے وہ جانبر نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا کہ ابن قریع اس کی طرف بڑھا اور میری دانست میں یہ شخص بنایت دلیور اور آزمودہ کار تھا لیکن جب وہ شخص اس کے سامنے آیا اور تلوار کی ایک ہی جنبش سے اس کے سر کی کھوپری کو اڑا کر رکھ دیا تو ابن قریع کا پیشاب نکل گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ صرف دشمنوں میں سے سردارانِ قوم ہی کو ہشتا تھا اور اس کے حملہ سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا تھا۔ پس وہ دن حضرت محمد مصطفیٰ کی فتح کا تھا اور میں اس جنگ کے بعد مسلمان ہوا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ جوان علی بن ابی طالب تھا اس لڑائی میں حضرت رطلت مآب نے کئی سو صحابہ کو حضرت ابوبکر کی سرکردگی میں بھیجا لیکن ناکام واپس آئے پھر اتنی تعداد کو حضرت عمر کی قیادت میں روانہ کیا لیکن نتیجہ ناکامی رہا حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا اور حضرت علیؓ فاتح و کامران ہو کر واپس آئے کہ قرآن کی سورۃ العادیات بھی انہیں کے حق میں اُتری۔ جاتے ہوئے حضورؐ نے مسجد احزاب تک مشایعت کی تھی اور واپسی پر استقبال کا حکم دیا تو صحابہ دو صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ کو آپؐ نے اترنے نہ دیا اور فرمایا اے بھائی تو سوار ہو کر خدا و رسول تجھ سے خوش ہیں پس حضرت علیؓ خروشی کے مارے رد دیئے اور اڑ کر حضورؐ کے قدموں کا بوسہ لیا۔ اس دن بھی حضورؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ میری امت میرے متعلق وہی عقیدہ رکھے گی جو نصاریٰ کا عیسیٰ کے متعلق ہے تو میں تیرے حق میں کچھ کہتا کہ تو کسی گروہ پر سے نہ گذرتا مگر یہ کہ وہ میرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے۔

اس جنگ میں حضرت علیؓ کا لشکر ۲۰ ہزار اور عائشہ کا لشکر ۳۰ ہزار تھا۔ جناب امیرؓ نے اپنی زرہ پہنی اور

جنگِ جمل میں علیؓ

تلوار اٹھائی وہی تلوار جو چوخائی صدی سے زنگ آلود ہو چکی تھی۔ حضرت عائشہ نے لکڑاٹھا کر جناب امیرؓ کے لشکر کی طرف پھینکے تو حضرت علیؓ کے ایک سپاہی نے کہا وَمَا مَهْمُوتِ اذْ سَمِيتِ وَالْكَتَّ الشَّيْطَانُ رَمَوْا۔ قبیلہ ازد کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے اونٹ کی میٹگنیاں اٹھاتے اور سو گنگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری ماں کے اونٹ کے فضلہ کی خوشبو کستوری کی طرح ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے ایک غلام کو قرآن شریف دے کر لشکر عائشہ کی جانب بھیجا تو اس کے ہاتھ کاٹ کر اسے شہید کر دیا گیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اب لڑائی درست ہے۔ عبداللہ بن سنان کاہلی سے مروی ہے کہ جمل کے روز پہلے ہم نے تیر اندازی کی یہاں تک کہ تیر کش خالی ہو گئے پھر باہمی نیزہ زنی اتنے زوروں پر ہوئی کہ ان کے اور ہمارے سینوں میں تیروں کی لائن بن دی گئی کہ اگر شاید اوپر سے گھوڑے گذر جاتے تو وہ گذر سکتے (طبری) اسی جنگ میں حضرت امیرؓ نے اپنے شہزادہ حضرت محمد بن حنفیہ کو فرمایا تھا جب کہ انہیں علمِ فرج سپرد فرمایا۔ بیٹا پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں لیکن تیرے قدموں میں لغزش نہ آئے پس دانت پس کر دشمن کا مقابلہ کرو اور اپنا سر اللہ کے حوالہ کرو اور قدموں کو میخ کی طرح زمین میں کارو اور قوم کے آخری سپاہی تک اپنی نظر رکھو اور یقین جانو کہ نصرت اللہ کی طرف سے ہوگی۔

سخت تیر بارانی کے سبب حضرت محمد بن حنفیہ آگے نہ بڑھ سکے تو آپؐ نے علمِ فرج اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ایک ایسا ہولناک حملہ کیا کہ سپاہ دشمن میں کھلبلی مچا دی اور واپس آکر فرمایا کہ حملہ یوں کر ناچاہیئے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے آواز دی کہ اونٹ کو پے کر دتا کہ ان کی جمعیت متفرق ہو جائے۔ پس ایک شخص نے بڑھ کر تلوار ماری اور اونٹ گر گیا اور اتنی شدید آواز بلند کی کہ اس قسم کی سخت آواز اس سے پہلے کبھی نہیں سنی گئی۔

اسی جنگ میں دس ہزار مسلمان قتل ہوئے۔ حضرت علیؑ نے پورے احترام سے حضرت عائشہؓ کو مدینہ پہنچوایا۔

حمیرا جنگ جو با حیدر آمد کہ جنگش جنگ با پیغمبر آمد
کہ پدرش مرد ترسان و جہاں بود نگہ کن و دخترش جنگی بر آمد

یہ لڑائی تین ماہ متواتر رہی اور حضرت علیؑ نے کئی بار مقابلہ کے لئے معاویہ کو بلا یا لیکن وہ سامنے نہ آیا۔ حضرت علیؑ کا لشکر نوے ہزار اور معاویہ کا لشکر ۳۰ لاکھ تھا۔ اس جنگ میں ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے اور حضرت علیؑ کی جانب سے شہداء کی تعداد کل چار ہزار ہے۔

اس جنگ میں لشکر شام کے درباردوں نے (ایک برسین ارطاة و سراع و عا) حضرت علیؑ کی تلوار سے بچنے کے لئے وہ شرمناک ذریعہ اختیار کیا جسے ذکر کرنے سے شرم مانع ہے۔ ایک شب دروز میں حضرت علیؑ نے اپنے دست مبارک سے ۵۲۳ آدمی قتل کئے جن سے اکثر کورات میں ہی قتل کیا۔ (مروج الذهب)

کہتے ہیں ابتداء خلقت سے اب تک کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہوا جس نے اپنے ہاتھ سے اس قدر قتل کئے ہوں جتنے حضرت علیؑ نے ایک رات صرف لیلۃ الہری میں قتل کئے۔ اس موقع پر ایک دن اور ایک رات متواتر لڑائی رہی۔ شاید ان کی مراد وہ بادشاہ ہوں جن کے پاس منظم لشکر اور خوشحالی ہو ورنہ میدان مصائب کے بادشاہ جنہیں میدان کربلا میں ابتلائے عظیم کا سامنا ہوا۔ اس موقع پر انہوں نے شجاعت کا وہ نمونہ پیش فرمایا کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ ان کی حالت مسافری بیداری جھوک و پیاس اور عزیزوں کی سامنے موت جو مثل گوسفندوں کے بیدردی سے ذبح کئے گئے تھے۔ اور اس کے علاوہ بدن مبارک میں تلواروں اور نیزوں کے زخم جو شمار سے باہر تھے اور ساتھ اہل حرم کا اضطراب اور ان کی اسیری کا فکر بایں ہم

لے یعنی علامہ مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ کھنوی اعلیٰ اللہ مقامہ

ان کی بے نظیر شجاعت بس یہ حسینؑ ہی کا کام تھا جنگ صفین کا ستائیسواں روز تھا کہ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے لشکر میں آواز دی تھی۔ هَلْ مِنْ مُّعَيِّنٍ تو بارہ ہزار مسلح جوانوں نے لبیک کہتے ہوئے عرض کی تھی حضور ہم آپ کے سامنے مرنے کو حاضر ہیں۔ پس نیام توڑ کر ننگی تلواریں ہاتھوں میں لے کر میدان کا راز میں کود پڑے تھے۔

لیکن آہ! جب حسینؑ نے آواز دی هَلْ مِنْ نّاجٍ يَنْصُرُنَا تو کسی ایک نے بھی جواب تک نہ دیا۔ وہ بار بار صدائے استغاثہ بلند کرتے تھے۔ اور کوئی نہ سنتا تھا۔

جنگ صفین کے ۲۹ ویں روز عباس بن حارث بن عبدالمطلب نے ایک شامی بہادر کو قتل کیا اور شامی کا بھائی بدلہ لینے کے لیے آگے بڑھا تو عباس خدمت امام میں آکے حاضر ہوا اور شامی سے کہا کہ اجازت لے کر ابھی آتا ہوں تو اس موقع پر عباس کی امداد کے لئے حضرت علیؑ نے عباس کا سالباس اور اس جیسے ہتھیار لگا کر میدان میں قدم رکھا۔ اور ایک ضربت ید اللہی سے اسے دو ٹکڑے کر دیا اس ضربت سے تمام فوج شام میں تعجب سا طاری ہوا پس عمرو بن عسّٰی لخمی جو مشہور بہادر تھا آگے بڑھا تو حضرت نے ایک ہی وار سے اسے بھی دو ٹکڑے کر دیا اور اس کا حصہ اس کا زمین پر گر پڑا۔ اور نیچے کا حصہ گھوڑے کے اوپر رہا یہ دیکھ کر عمرو عاص نے آواز بلند کی کہ یہ علیؑ کا کارنامہ ہے تو معاویہ نے کہا تو غلط کہتا ہے۔ عمرو نے کہا اگر میری بات پر باور نہیں تو گھوڑے سواروں کو حکم دیا جائے کہ سب یکجا حملہ کریں اگر میدان میں جمار ہے تو سمجھنا علیؑ ہے ورنہ کوئی اور ہوگا۔ جب انہوں نے ایسا کیا اور حضرت علیؑ کے قدموں میں لغزش نہ آئی تب وہ سمجھے کہ یہ علیؑ ہے۔ اس موقع پر مالک اشتر نے عرض کی قبلہ عالم۔ آپ کو رسولؐ سے حق قرابت کا

ناموس وغیرہ کو فیوں کی یلغار سے کہیں بڑھ کر تکلیف دہ تھے لیکن پائے حسینؑ میں انہیں نہ آئی اور قدم لٹکھانے نہ پائے۔ پس ایسا جہاد کیا کہ تاقیامت انصاف پسند طلبان اور حق طلب انسان آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔

اے! بہن کیلئے کس قدر صبر آزمائش ہو گا جب حسینؑ آخری طلع کیلئے تشریف لائے ہوں گے۔ سرتازخوں سے چور پیشانی سے خون جاری دہان اقدس زخمی، لگھوئے نازنین پر تیر کا زخم اور سینہ مقدس پر سہ شعبہ تیر کا شکاف گویا پورا لباس خون سے رنگین تھا اور جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہ تھا۔ اُفتان و خیزان درخیاں پر تشریف لائے اور یہی وہ وقت تھا جب پردہ لیشنان سراوقات عصمت کو آخری دیدار امامت کیلئے پریشانی لاحق تھی۔ پس آپ نے دھیمے بچے میں فرمایا ہو گا: یا زینبؑ و یا ام کلثومؑ و یا سکیمنہؑ و یا ربابؑ علیکم السلام۔ جیسا کہ یہ فقرے زبان ز دعاء ہیں اس سلام کے بعد تو بیسیوں کو یقین ہو گیا کہ اب ہمارا آخری سہارا بھی ختم ہو رہا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ بہن نے بھائی کے لاتعلو زخموں پر ہٹی باز دھننے کی خواہش ظاہر کی ہو اور ممکن ہے کہ بہن نے بھائی کے گلے پر بوسہ دینے کی خواہش بھی کی ہو، جیسا کہ ذاکرین کی زبان پر جاری ہے، پس اس کے جواب میں حسینؑ نے بہن کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ہو گا۔ اور سر کے کھلے بالوں پر بھی ضرور بوسہ دیا ہو گا۔ اور بہن کو آخری وصیت میں فرمایا کہ مجھے ناز شب میں نہ بھول جانا۔

واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہٹ جائیے اور مجھے جنگ کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ پس آپ نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ مالک اشترؑ کے جرنیل شاعر لَقِیْتُ وَفُیْعَی الخ حماسہ میں موجود ہیں۔

حضرت سید الشہداءؑ دشمنوں کے مقابلہ میں تنہا پوری ثابت قدمی کا مظاہرہ فرماتے رہے لیکن کوئی نہیں تھا جو کہتا کہ آپ آرام کریں۔ اور مجھے اجازت دیں۔ امام نے پیدل ہو کر اس طرح لڑائی کی جس طرح شاہسوار شجاع لڑتا ہے۔ اور اس قدر مصائب و آلام میں گھرے ہونے کے باوجود اس قدر شجاعت کا مظاہرہ یہ صرف حسینؑ ہی کا کام تھا آپ کے تمام زخم سامنے کی طرف تھے صرف دو زخم پس پشت تھے ایک سہ شعبہ تیر کا زخم جس کو پیچھے کی طرف سے نکالا تھا اور دوسرا شانوں کا زخم جو غزبار تک کھانا پہنچانے کی وجہ سے ہو گیا تھا۔

انا لله وانا الیہ راجعون

بعض روایات سے کتب مقاتل و تاریخ میں منقول ہے کہ آج تک کوئی ایسا دلیر و بہرہ جہاد نہیں گذرا جس کے تن پاش پاش میں بے حد و حساب زخموں کے علاوہ اس کے سامنے بیٹے بھتیجے بھائی اور جلد انصار کو سفندوں کی طرح ذبح کئے گئے ہوں نیز دل میں اہل پردہ کی بے بسی کا احساس بھی ہو اور بھوک و پیاس بھی حد کمال تک پہنچی ہو ان تمام باتوں کے باوجود پوری دلجمعی اور سکون قلب سے شیرازہ وارد دشمنوں کا مقابلہ کرنے اور پوری جرات کا مظاہرہ کر کے میدان قتال میں اقدام کرتے ہوئے دشمنوں کی فوجوں کو تتر بتر کر دے یہ صرف حسینؑ ہی کا کام تھا اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ علیؑ کی شجاعت کے مقابلہ میں تمام شجاعان زمانہ کے کارنامے بیچ ہیں لیکن حسینؑ کی شجاعت کی نوعیت کچھ اور ہے کیونکہ حضرت علیؑ کا جہاد صرف مد مقابل سے ہوتا تھا اور کربلا میں حسینؑ کا جہاد کافی دشمنوں سے تھا۔ پیاس گرمی در و دلاؤ اور فکر

اب دوبارہ کھانا تیار کر د اور سب کو دعوت دے آپ فرماتے ہیں میں نے تعمیل حکم کی۔ پس حسب سابق جب وہ کھاپی بیٹھے تو حضورؐ نے سلسلہ کلام کو اس طریق پر شروع فرمایا۔ اسے اولاد عبد المطلب میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو دوں تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری امراد کرے تاکہ وہ میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہو۔ سب لوگ خاموش رہے تو میں نے عرض کی کہ حضورؐ میں اگرچہ سب سے چھوٹا ہوں لیکن اس معاملہ میں آپ کے ساتھ حاضر ہوں اور آپ کے ساتھ بوجھ اٹھانے کو تیار ہوں۔ پس حضورؐ نے میرا سر پکڑ کر فرمایا یہ میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہو گا۔ لہذا تم پر اس کی اطاعت واجب ہو گی لوگ حضرت ابوطالب پر مضحکہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہتے تھے کہ اب تم اپنے علیؑ کی بات بھی سنو اور اس کی اطاعت بھی کرو۔ (معالم التنزیل تفسیر سورۃ شورا پر روایت مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے تفسیر طبری جلد ۱۹: تاریخ طبری۔ خصائص نسائی از امام الخفافہ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۱۵۳: کنز العمال ۶۹۶: مختارہ الضیاء المقدوسی تفسیر ابن ابی الحاتم۔ ذخیرۃ المال تاریخ کامل

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضورؐ نے میرا اور علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور چار رکعت نماز ادا کر کے دعا مانگی اسے اللہ! حضرت مزنی بن عمران نے تجھ سے سوال کیا تھا اور میں محمدؐ بھی سوال کرتا ہوں کہ میرا سینہ کھول اور میرا معاملہ آسان کر اور میری زبان کی گرہ دور کر تاکہ میری بات کو سمجھیں اور میری اہل سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری کمزوری مضمبوط کر اور اس کو میرا شریک کار بنا۔ ابن عباس کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ ایک منادی نے ندا دی۔ اسے احمدؓ نے چونکھ کر طلب کیا تب مجھے مل گیا۔ پس حضورؐ نے فرمایا اے ابوالحسن! ہاتھ بلند کر کے اپنے رب سے مانگو تاکہ وہ مجھے عطا فرمائے۔ پس علیؑ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کی اے اللہ! مجھے اپنی جانب سے عہد عطا

چھٹی مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

دعوت ایمان کے لئے پہلے پہل دعوت عشیرہ ہے۔ جب حضورؐ پر آیت اتری وَامْنُذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ تو آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے قریبیوں کو ڈراؤں لیکن میرا جی گھٹ رہا ہے۔ اور سوچتا ہوں کہ اگر میں نے ان کو یہ بات کہی تو وہ مجھ سے الجھیں گے اور برے پیش آئیں گے پس میں خاموش رہا لیکن بعد میں جبریلؑ سخت حکم لے کر نازل ہوا لہذا آپ ایک صاع کھانا تیار کریں جس پر ایک دان بکرے کی ہو اور ایک گھڑا دودھ کا ہو اور پھر عبد المطلب کی اولاد کو بلالائیں تاکہ میں ان کو تبلیغ کروں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے تعمیل ارشاد کی اور وہ چالیس نفر ایک کم یا زیادہ جمع ہوئے۔ ان میں حضرتؑ کے چچ ابوطالب حمزہ۔ عباس اور ابولہب وغیرہ بھی تھے میں نے کھانا پیش کیا۔ پہلے پہل جناب رسالتؐ آپ نے گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دندان مبارک سے ٹوڑ کر کھایا اور باقی کو پیالہ میں رکھ دیا اور پھر آپ کے کہنے پر باقی لوگوں نے کھایا اور سب کے سب سیر ہوئے۔ حالانکہ بخدا ان بندوں میں سے ہر ایک اس قدر کھانے والا تھا جتنا کہ میں نے سب کے لئے تیار کیا تھا اس کے بعد وہ دودھ سب نے سیر ہو کر پیا حالانکہ وہ ان میں سے ایک آدمی کے پینے کی مقدار کے برابر تھا پس اس کے بعد جب حضورؐ نے کچھ کہنا چاہا تو ابولہب نے سبقت کی اور کہنے لگا کہ ہم پر اس نے جادو کر لیا ہے اور سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ اور حضورؐ کو بولنے کا موقعہ تک نہ دیا۔

دوسرے روز حضورؐ نے فرمایا یا علیؑ! اس شخص نے مجھے بولنے نہ دیا تھا لہذا

ہیں کہ میں نے کبھی ایک لمحہ بھر بھی خدا اور رسول کی بات کو رد نہیں کیا اور میں نے رسول خدا کی امداد ایسے مواقع پر کی کہ وہاں بہادروں کے جگر کانپتے ہیں اور قدم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ میری ہمت تھی جو مجھے خدا نے کرامت فرمائی اور جب حضور کی وفات ہوئی تو ان کا سر مبارک میرے سینہ پر تھا۔ اور انہیں میں نے ہی غسل دیا اور ملائکہ میرے شریک تھے گھر میں ایک کھرام تھا فرشتوں کی ایک فوج جا رہی تھی اور دوسری آ رہی تھی اور میں لگا تا رہتا رہتا کہ فرشتے آپ پر درود پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم نے ان کو صریح میں دفن کیا پس کون ہو سکتا ہے جو حضور کی زندگی اور موت کے بعد مجھ سے ان کے معاملہ کا زیادہ سزاوار ہو۔

کنز العمال ج ۳ ص ۱۱۱ پر ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر حضور کے دفن میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ جمع انصار میں تھے اور ان کی واپسی سے قبل حضور کو دفن کر دیا گیا۔ میں حضرت علی سے مروی ہے جب سورہ برآۃ کی پہلی دس آیتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ابو بکر کو بلا کر فرمایا کہ جا کر اہل مکہ کو سنائیں پھر مجھے بلا کر فرمایا کہ ابو بکر کے پیچھے جاؤ اور اسے جہاں ملو کتاب لے لو اور اہل مکہ کو سنائے خود جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا اور ابو بکر واپس آگیا اور عرض کی حضور! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں بلکہ جبریل نے آ کر یہ حکم خداوندی سنایا ہے کہ یا خود جاسیے یا ایسے شخص کو بھیجے جو تجھ ہی سے ہو۔ درمشورہ بخاری۔ سنن ابو داؤد و ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد۔ متدرک حاکم۔ کنز العمال۔ طبری۔ ثعلبی۔ ازالۃ الخلفاء۔ تاریخ کامل۔

عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ میں حضرت عمر کے ہمراہ مدینہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں چل رہا تھا کہ مجھے کہنے لگے اے ابن عباس میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا ساتھی (علی) مظلوم ہے میں نے دل میں کہا کہ یہ ایسی بات کیوں کہہ رہے ہیں خیر میں نے جواب دیا اگر ایسا ہے تو ان کو آپ حق واپس کر دیں۔ پس اس نے فوراً اپنا ہاتھ

فرما اور مجھے اپنی طرف سے محبت کرامت فرما پس خدا نے یہ آیت بھیجی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لِّہُمْ الشَّرٰٓیْہٗمُ وُجُوْدًا۔

در فضہ ندیہ کتاب الکشف والبیان ثعلبی۔ تفسیر کبیر تفسیر نیشاپوری۔ مطالب السؤل تذکرہ خواص الامۃ۔ فضول مہمہ۔ مرآۃ المؤمنین شاہ ولی اللہ مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضور غزوہ تبوک میں جانے لگے تو علی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو حضرت علی نے عرض کی حضور! آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر خلیفہ مقرر فرماتے ہیں؟ تو فرمایا اَمَّا سَرَضِیْ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیْ بِحَنْزَلَتِہَا رُوْدٌ مِّنْ مَّوْسٰی الْاَلَاۃ لَیْسَ یَحِیْ بِکَ دَیْ رِجَالِی۔ بخاری۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ ترمذی۔ خصائص نسائی۔ مسند احمد۔ کنز العمال۔ متدرک حاکم۔ استیعاب۔ تفسیر کبیر۔ مطالب السؤل۔ تذکرہ خواص الامۃ۔ زاد المعاد ابن قیم۔ مشکوٰۃ۔ مودۃ القرنی۔ فضول مہمہ۔ تاریخ الخلفاء۔ تاریخ خلیفہ۔ صواعق محرقة۔ فتاویٰ الخلفاء۔ و مرآۃ المؤمنین شاہ ولی اللہ لکھنوی حضرت عمر بھی اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مدینہ کے لئے آپ کے یا میرے علاوہ کوئی دوسرا مناسب نہیں (متدرک اور فضہ ندیہ) اور طبقات ابن سعد اور فتح الباری کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ یا میں ٹھہروں یا آپ ٹھہریں۔ اور طبری اور ریاض النضر کے لفظ ہیں کہ کیا آپ راضی ہیں کہ آپ کے لئے اجر مجھ جیسا ہو اور غنیمت بھی میری مثل ہو۔ مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں کہ میرا جانا مناسب ہی نہیں جب تک کہ میرا خلیفہ نہ ہو نیز متدرک۔ جمع الجوامع۔ ازالۃ الخلفاء۔ فضہ ندیہ اور وسیلۃ الخلفاء۔ ملازمین لکھنوی میں بھی اسی طرح ہے اور حضور سے یہ حدیث یوم مواخاۃ۔ یوم خیر اور سد الابواب کے موقع پر بھی منقول ہے۔

بیچ البلاغۃ میں آپ اپنے ایک احتجاج میں فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد جانتے

کوئی عریان اور جن جن لوگوں کا جناب رسالت مآب کے ساتھ عہد ہے وہ اپنی میعاد تک باقی ہوگا۔ (بجاء بحوالہ علل الشرائع)

جناب رسالت مآب سے ایک طویل حدیث میں منقول ہے کہ میرے بھائی موسیٰ نے کوہ طور پر اپنے پروردگار سے مناجات کی تھی۔ آخر کلام میں خدا نے ارشاد فرمایا تھا کہ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ اور ڈر دم سے کہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس کا جواب حضرت موسیٰ نے جو دیا تھا اس کا ذکر تو خدا خود فرماتا ہے کہ میں ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر چکا ہوں لہذا مجھے ان سے قتل کا اندیشہ ہے۔ لیکن اس طرف علیؑ کو دیکھو کہ میں نے اس کو سورہ برأت دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا ہے حالانکہ علیؑ ان کے کافی آدمی قتل کر چکا ہے لیکن نہ ڈرا اور جھجکا اور نہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کا خوف کیا کہ دے علیؑ پر نیت پیستے رہے کیونکہ علیؑ کے ہاتھوں کسی کا باپ کسی کا بھائی قتل ہو چکا تھا لیکن خدا نے اس کو محفوظ کیا اور بنجریہ مدینہ میں آگیا۔ (مناقب)

مقام تعجب ہے جو شخص چند آیات اپنے اہل شہر کو پہنچانے کے قابل نہ سمجھا گیا وہ ریاست عامہ متضمنہ اوائے جمیع احکام شرائع کے لیے کیسے اہل قرار دیا گیا۔ (تفصیل تفسیر النوار النجف میں ملاحظہ ہو) ج ۱ مباہلہ میں علیؑ کی فتح مبین ملاحظہ ہو۔ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ہم حضورؐ کے ہمراہ تھے۔ آپ پر وحی ہو رہی تھی اور ہم انتظار میں تھے یہاں تک کہ گرمی تیز ہو گئی۔ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ اور حنینہؑ کو لائے اور حضورؐ کے انتظار میں ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ پس حضورؐ باہر نکلے اور ان کے پاس پہنچے اور ہم اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہے۔ پس وہ ہماری طرف اس حالت میں آئے کہ ان پر چادر کا سایہ کئے ہوئے ایک کنارہ چادر کا حضورؐ نے پکڑا تھا اور دوسرا علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے

میرے ہاتھ سے نکال لیا اور چلا گیا کہ میں ہمیشہ کی آواز سنتا تھا تھوڑی دیر جا کر پھر ٹھہر گیا اور میں بھی جا پہنچا تو کہنے لگا۔ وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے کم عمری کے باعث ہی ان کو پیچھے بٹھا دیا ہے میں نے دل میں کہا کہ یہ بات پہلی سے بدتر ہے لیکن میں نے کہہ دیا کہ خدا کی قسم خدا و رسولؐ نے اس کو اس وقت بھی چھوٹا نہیں سمجھا تھا۔ جب آپ کے ساتھی سے سورہ برأت واپس کر کے ان کو دلوائی تھی۔ پس ان سے مجھ سے منہ پھیر لیا اور ہاتھ کیچھ کر چلا گیا۔ اور میں واپس آگیا۔ (ابن ابی الحدید)

تاریخ طبری میں ہے کہ پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر اشراف قریش کی طرف روانہ کرنا چاہا لیکن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں قریش سے ڈرتا ہوں۔ جب حضرت ابوبکرؓ واپس آئے تو کہنے لگے یا رسول اللہؐ کیا آپ کا مجھ پر تبلیغ کے لئے اعتماد نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا نہیں چاہتا کہ یہ علیؑ ہی پہنچائے۔ ابوبکرؓ نے بہت کچھ کلام کیا آخر آپ نے فرمایا تو کیسے پہنچا سکتا جب کہ تو نماز میں میرے ساتھ شریک تھا۔ حضرت علیؑ کہ میں پہنچے پھر عرفات پھر مزدلفہ پھر منیٰ میں پہنچے فوج کیا اور حلق کیا پس ایک پہاڑ پر چڑھ گئے جسے شعب کہتے ہیں اور تین دفعہ آواز دیا۔ لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں پھر برأت من اللہ سے شروع کر کے نو آیتیں سورہ برأت کی تلاوت کیں اور بار بار ان کو پڑھا۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کون ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ علیؑ ہے اور جو پہنچا دیتے تھے انہوں نے کہا کہ یہ محمدؐ کا چچا زاد ہے اور ایسی بات کے کہنے پر سوائے محمدؐ کے انہوں کے کوئی جرات کر سکتا بھی نہیں پس ایم تشریف ہی تین دفعہ آپ نے وٹاں ٹھہر کر صبح و شام ان آیتوں کی تلاوت کا اعلان کیا۔ آخر وہ لوگوں نے علیؑ کو یہ جواب دیا کہ جا کر کہہ دے کہ ہماری تلواریں اور نیزے حاضر ہیں اور حضرت علیؑ کو جس اعلان کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا ان میں سے یہ بھی تھا کہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائے گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کرے گا اور نہ بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

ساتویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَنِي عِبَادِيْ اِنِّیْ اَنَا الْعَقُوْلُ الرَّحِیْمُ وَاَنْتَ عَذَابِيْ هُوَ
الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ۔

خدا کی مغفرت کا عالم دیکھیے۔ جناب سیدہ کی ایک تسبیح پڑھنا ۲ ہزار رکعت نافذ کے ثواب کے برابر ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔
كُلُّ شَيْءٍ ثَوَابٌ اِلَّا السَّعْيُ۔ یعنی ہر شے کے ثواب کی حد ہے سوائے آنسو کے یا یہ کہ ہر شے کا ثواب لکھا جاتا ہے سوائے آنسو کے کہ ان کا ثواب لکھنے سے باہر ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص مومن کی میت کو غسل دے خدا اس کے بدن سے تمام گناہ اس طرح دھو دے گا۔ جس طرح وہ شکم مادر سے پیدا ہوا تھا بشرطیکہ قربت کی نیت ہو نیز وار دے کہ جو شخص ایک مرد مومن مسلمان کو کفن دے تو گویا وہ قیامت تک کے لیے اس کو لباس پہنا تا رہا۔ نیز جو شخص ایک مومن کی قبر کھودے خدا اس کو جنت کا گھر دیگا۔ جو شخص ایک مومن کے جنازہ کی تشییع کرے تو جب مومن قبر میں سوتا ہے اسے ندا پہنچتی ہے کہ خدا کی طرف سے پہلا عطیہ یہ ہے کہ تیرے تشییع کرنے والوں کو میں نے بخش دیا اور جو شخص مومن کے جنازے کو اٹھائے اور ترتیب وار چاروں پاویں کے نیچے کندھا لے اس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں اور ایک پائے کے نیچے کندھا دینے سے اس کے ۴۰ گنا گناہ کیسے بخشے جاتے ہیں اور جو شخص مومن کی قبر پر پشت دست سے خاک گرائے تو اس خاک کے ہرزہ کے مقابلہ میں اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو شخص ایک یتیم کو تسلی دے خدا اس پر درود و سلام بھیجتا

میرے اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ۔ اے اللہ میری ان سے صلح ہے جو ان سے صلح رکھیں اور میری ان سے طوائی ہے جو ان سے طوائیں آپ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے (شرح بیچ البلاغۃ ابن ابی الحدید) لیکن ہائے امت نے کیا سلوک کیا۔ (میں کہتا ہوں) تاریخ اسلامی اگرچہ ہزاروں انقلابات سے گزری لیکن یہ بات روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہے اور اسے کبھی صفحات تاریخ سے مٹایا نہیں جاسکتا کہ جس طرح رسول کریم کی زندگی میں اسلامی فتوحات علی کی ممنون احسان ہیں اسی طرح جناب رسالت مآب کے بعد اسلام کی بقا علی اور اولاد علی کی قربانیوں کے صدقہ میں ہے۔ جب یزیدیت اسلام پر چھا نہی تھی تو علی کی اولاد نے اپنے امن و آرام چھوڑے۔ وطن چھوڑا۔ بیت اللہ کو دھارے کہا جنگل میں قیام کیا۔ دریائے فرات سے الگ ہو کر یہاں رہنا گوارا کیا۔ بچے دیئے جو ان دیئے۔ حتیٰ کہ اپنا سب کچھ دیا سردیا گھوڑیا اور اپنی ناموس کی بھی پرواہ نہ کی۔ لیکن اسلام کو اس طرح سر بلند کیا کہ ہزاروں کوششوں کے باوجود تا قیامت یزیدیت میں ابھرنے کی تاب نہیں اور حسینی پرچم اب قیامت تک جھکایا نہیں جاسکتا اور چونکہ اسلام پر یزیدیت کے دباؤ کو حسین نے ہی ختم کیا بس اب تا قیامت اسلام اور حسینییت ایک ہی مقصد کی دو تعبیریں ہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ اِنِّیْ مُنْقَلِبٌ یَّنْقَلِبُوْنَ

لے اس سے مراد مؤلف ہے (منہ)

جنگل میں بولام عزبت انتقال ہو گیا ہے۔ میرا کوئی نہیں جو باپ کی تجہیز تکفین میں میری امداد کرے ابھی دو گھنٹے ہوئے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اہل قافلہ نے جہنمی یہ خبر وحشت اثر سنی سواریوں سے اتر پڑے اور حضرت ابوذر کی لاش پر پہنچے۔ اور ابوذر کے کفن میں ایک دوسرے سے نزاع کرنے لگے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اس مقدس صحابی رسول کو کفن میں درں۔

آج میں آواز دیتا ہوں۔ اے مسلمانو! کر بلا میں حسین بن علیؑ کی لاش بے دفن ہے علی اکبرؑ کی لاش ہے عباسؑ کی لاش ہے۔ یہ سب عالم مسافرت میں بے جرم و گناہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ عمر سعد نے اپنے مقتولین کا جنازہ بھی پڑھا اور انہیں دفن بھی کیا لیکن حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنے والا کوئی نہیں۔ آج میں جس کی طرف سے ندا کر رہا ہوں وہ ایک اور مصیبت میں گرفتار ہے۔ یہ نہ خیال کرنا کہ ان لاشوں کی تجہیز کسی نے نہیں کی بلکہ جو تجہیز ان کی ہوئی وہ کسی کی آج تک نہ ہو سکی۔ آج تقریباً ۱۲۷۲ سال ہو چکے ہیں لوگ اب تک ان کی تجہیز میں برابر مشغول ہیں۔ ان کی تجہیز میں خدا و رسولؐ اور ملائکہ کرام سب شامل ہیں۔ ان کی اہل بیت کے اپنے مخصوص حالات میں تجہیز کی اور تمام مخلوق نے ان کی تجہیز میں حصہ لیا۔

خدا کی تجہیز سے مراد ایک نور ساطع ان کے ہمراہ تھا۔ چنانچہ ایک اسدی ریتا کرتا ہے کہ میں نے جسموں میں ایک جسم دیکھا جو مثل آفتاب کے روشن تھا زید بن ارقم کہتا ہے کہ میں بالاحنانہ پر بیٹھا تھا میں نے مڑو کی کھڑکی سے دیکھا کہ اندر ایک نور داخل ہوا۔ اور دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ حسین بن علیؑ کا سر تھا اور اس کا نور تھا اور ان پر اللہ کا درود و سلام ہے۔ چنانچہ ہر ایک کہتا ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبَّاسٍ اللہ بلکہ کہا جاتا ہے کہ صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبَائِکِ عَلَی الْحُسَیْنِ۔

ہے۔ یہ تو ایک عام مومن کے لئے ہے اور اگر مومن مومن کامل ہو پھر مسافر ہو پھر مظلوم ہوا اور پھر شہید بھی ہو بلکہ سید الشہداءؑ ہو تو کیا اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ تین روز تک اس کی لاش بے دفن صحرائیں پڑی رہے۔ میدان کر بلا میں آج تیسرا روز ہے کہ متعدد دلاشیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک حسین بن علیؑ کسی طرف علی اکبرؑ کسی طرف عباسؑ۔

قائدہ ہے کہ میت کے لئے آواز کی جاتی ہے لیکن ہائے ان شہیدوں کا کوئی نہ تھا جو ان کے لئے آواز کرتا۔ البتہ علیؑ کی شہزادی نے جب لاشوں سے جدا ہونا چاہا تو مہلت نہ ملی کہ کچھ کہتی۔ ماں اتنا ہی کہا اَمَّا فِیْکُمْ مُسْلِمٌ کیا تم میں مسلمان کوئی نہیں؟ اب ان مقدس لاشوں کی تجہیز معنوی کے لئے عالیہ بی بی کی نیابت میں ہم ندا بلند کرتے ہیں حضرت ابوذرؓ کی صاحبزادی کے کلمات سے جب کہ حضرت ابوذرؓ صحرائے ربذہ میں کوچ کر گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابوذرؓ تنہا اپنی لڑکی کے ہمراہ جنگل میں گھاس کی تلاش میں گئے تاکہ وہ خود کھائیں آپ بیمار بھی تھے۔ پس حالت موت طاری ہو گئی۔ لڑکی نے باپ کے سر ہانے ریگ صحرا کو اکٹھا کر کے سر ہانہ بنایا اور عرض کی۔ بابا جان اس جنگل میں تیری لاش سے میں کیا کروں گی۔ آپ نے فرمایا۔ اے دختر مجھے پیغمبر نے اپنی موت کی خبر دی تھی۔ بس ایک جماعت عراق سے آئے گی اور میری تجہیز کا سامان وہی کریں گے۔ راستہ پر بیٹھ جانا اور ان کو اطلاع دینا۔

ابوذر قبلہ رخ ہو گئے اور اس عالم فانی سے کوچ کر گئے لڑکی نے باپ کی لاش پر عبا کو پھیلادیا۔ اور باپ کی وصیت کے مطابق راستہ پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد قافلہ کو آتا دیکھا ان میں ابن مسعود اور مالک اشتر اور دیگر صحابہ بھی تھے ابوذر کی لڑکی نے آواز دی۔ اے اللہ کے بندو! صحابی رسولؐ حضرت ابوذرؓ کا اس

اور اپنی بہتی ہوئی آنسو سے غسل دیا اور کربلا سے کوفہ تک اور کوفہ سے شام تک تشییع کی۔

تجہیز تمام مخلوق بہ شہادت کے بعد صحرا کے جانور آئے۔ وحوش و طیور آئے بلکہ ہوائے اکرامان تجہیز کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا تھا: میرا ماں باپ قربان ہو حسینؑ پر جو کوفہ کے قریب شہید ہوں گے۔ گویا میں دیکھتا ہوں کہ وحوش صحرا نے اپنی گردنیں اس کی قبر پر لمبی کی ہیں اور رو رہے ہیں اور ساری رات صبح تک ماتم کرتے رہے ہیں۔ جب یہ وقت آجائے تو ظلم نہ کرنا۔

تجہیز بنی اسد: ماں اس دن بنی اسد بھی آئے۔ وہ زمین کربلا سے کچھ فاصلہ پر اپنی کھیتوں میں تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو عورتوں نے غیرت دلائی اور کہا کہ اگر تمہیں ابن زیاد کا ڈر ہے تو ہم جا کر ان پاک بدنوں کو دفن کرتی ہیں۔ پس وہ لوگ ابن زیاد کے خوف سے اس طرح آئے کہ کچھ لوگوں کو حفاظت کیلئے ادھر ادھر کھڑا کر دیا۔ اسی اثنا میں دیکھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جو کوفہ کی طرف سے کھاتی دیا پس وہ گھوڑے سے اترا اور حالت رکوع کی طرح کمر جھکا کر حسینؑ کی لاش پر گیا اور لاش سے لپٹ گیا لاش کو بوسے دیتا تھا اور خوشبو سونگھتا تھا اور اس قدر دیا کہ تحت الحنک آنسو سے تر ہو گیا۔ بنی اسد سے دریافت کیا کہ تم لوگ کیوں آئے ہو انہوں نے جواب دیا کہ لاشوں کے دفن کے لیے آئے ہیں پس حکم دیا کہ ان کی قبریں کھودو۔ اور یہ بتایا کہ اس کو پہلے اور اس کو بعد میں بالترتیب قبروں میں اتارو۔ پھر وہ آپ کی مدد کے لئے لاش حسینؑ پر گئے۔ لیکن آپ نے نہایت دھیمی آواز میں ان کو کہا تم سب ہٹ جاؤ اس لاش کو میں خود تنہا دفن کروں گا وہ کہتے ہیں ہم نے عرض کی مولا آپ تنہا کس طرح دفن کریں گے حالانکہ ہم سب کوشش کر چکے ہیں لیکن اس کے بدن مطہر کے ایک عضو کو بھی ہم حرکت نہیں دے سکتے۔ تو آپ سخت روئے اور فرمایا

یعنی حسینؑ پر بلکہ حسینؑ کے رونے والوں پر بھی اللہ کی طرف سے درود و سلام ہے ان ادراج مقدسہ کی روحیں خداوند کریم نے اپنے یہ قدرت سے قبض کیں۔

تجہیز نبویؐ یہ ہے کہ حضورؐ چالیسویں تک اس لاش کی تشییع کرتے رہے اور حسینؑ کی قبر کو خود اپنے ہاتھوں سے کھودا چنانچہ اسی روز جب بنی اسد آئے اور حضرت سجاد بھی غنیہ طور پر پہنچے تو جو بنی بنی اسد نے کلنگ زمین پر مارا تو کھودی ہوئی قبر موجود پائی۔ جب ام سلمہ کو عالم خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا۔ تو دریافت پر جواب دیا۔ میں حسینؑ کی قبر کو تار ماہوں اور ماذلت انتقٹ یمائتم اور ان کا پاک خون اپنے ہاتھوں پر روکنا رہا ہوں۔

تجہیز ملائکہ: وقت شہادت آپ کے جدا طہر کو پانچویں آسمان پر بے گئے جہاں علیؑ کی صورت موجود ہے اور پھر واپس لائے اس کی وجہ معلوم نہیں اور معنوی طور پر چشمہ تسنیم سے پانی لائے اور ان پاک جسموں کو غسل دیا اور کفن پٹنایا۔

تجہیز سید الشہداءؑ: آپ اپنی خود تجہیز فرما رہے تھے اور اپنی قبر کی خود نشاندہی فرماتے تھے۔ چنانچہ ام سلمہ سے فرمایا تھا۔ مَن ذَا يَكُونُ سَاكِنَ مُحْفَرِي۔ اور آخری وقت میں اپنی بہن سے فرمایا۔ اَيُّتَيْنِي بِتَوْبٍ حَقِيْقٍ لَا يَنْغِبُ فِيْهِ اَحَدٌ۔ مجھے پرانا لباس لادیں مجھے جسے کوئی پسند نہ کرتا ہو۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے اس کو بھی جگہ جگہ سے پارہ پارہ کیا اور پھر اپنے جسد کو خون سے غسل دیا اور فرمایا۔

هٰكَذَا حَتَّىٰ تَقْبَلَ اللّٰهُ وَاَنَا مُخَضَّبٌ بِدَمِي۔ میں اپنے خون سے اپنے آپ کو خضاب کر کے بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں گا۔ ماں باں۔ بے شک آپ کا خون خلد کا ساکن ہے۔ لوگوں نے آپ کے جسد اطہر کو خاک و خون میں غلط چھوڑ دیا آپ کے خون کا رنگ سرخ تھا اور خوشبو گستوری کی تھی۔

تجہیز اہل بیت: یہ تھی کہ لاشوں پر پہنچ کر اپنے تئیں لاشوں پر گر دیا۔

سے فرمایا اگر کوئی نذر آیا تو ان کو قبروں کی نشاندہی کرنا۔ انہوں نے عرض کی تجھے اس جسم مطہر جس کو آپ نے تنہا دفن کیا ہے آپ کون ہیں؟ تو فرمایا میں تمہارا چچا امام علی بن حسین ہوں انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ آپ ہمارے چوتھے امام ہیں تو فرمایا ہاں اور آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ لیکن تجھ پر نہ کر سکے کیونکہ جو اشرف اعضاء ہے وہ چالیس روز تک نوکِ سنان پر رہا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(ملخص کلام شیخ جعفر شوشتری اعلیٰ اللہ مقامہ)

(اقوال) حضرت سجاد علیہ السلام نے اعجازِ امامت کے ذریعے کوفہ سے تشریف لا کر لاشہ طے شہداء کو دفن کیا لیکن بہن تو جہانی کو گرمین کر بلا پر لے گور کفن دیکھ آئی تھی، یہ بات یاد رہے کہ شہید کا کفن اس کا اپنا لباس ہوا کرتا ہے اور حسین علیہ السلام کو لے کفن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ پرانا لباس جو مظلوم نے اپنی بہن سے آخری وقت طلب کیا تھا تاکہ لوٹا نہ جائے۔ مسلمانوں نے وہ بھی اتار لیا تھا اب یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ حضرت سجاد نے اپنے بابا کو کونسا کفن پہنایا ہو گا۔ البتہ جب فوج اشقیار نے اپنے نجس مردوں کو دفن کرنے کی تجویز کی تھی اس وقت بنت علی نے جناب فضا کو بھیج کر عرض سے پوچھا تھا کہ اگر ہمیں اجازت ہو تو کم از کم ہم بھی اپنے شہداء کو خصوصاً حسین کے جسد مبارک کو دفن کر دیں تو فضا رضوی بھائی واپس آئی اور یہ جواب لائی کہ ہم تو صرف مسلمانوں کی لاشوں کو دفن کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ (علو امام و حق)

ہائے کفرت ظالم و بے درد تھے وہ لوگ جو اپنے آپ کو تو مسلمان سمجھتے تھے اور بانی اسلام کے

فرزند کو خارجِ اناسلام اور باغی کہتے تھے۔

ہائے ساداتیوں نے یہ فقرے کس طرح منسے ہوں گے۔

سَيَعْلَمُ الْفَيْنُ ظَلَمُوا اَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

کہ اس معاملہ میں میری امداد کرنے والے موجود ہیں۔ پس اپنے دونوں ہاتھ مبارک لاش مطہر کی کمر کے نیچے رکھے اور زبان پر یہ کلمات جاری فرمائے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ هَذَا مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ پس تنہا لاش مطہر کو قبر میں اتارا اور کسی کو ہاتھ تک نہ لگانے دیا پھر اپنے رخسار کو گلوے بریدہ پر رکھا اور بہت دیر تک روئے اور یہ لفظ کہے۔

طوبى لِمَنْ رَضِيَ لَضْمَتِ جَسَدِكَ الشَّرِيفِ اَمَّا الَّذِي نَبَا فَبَعْدَكَ الْمَظْلَمَةُ وَاَمَّا الْاٰخِرَةُ فَيَسْتَوِيكَ مُشْرِقُهُ اَمَّا الْحُزْنُ فَسَرْمَدٌ وَاللَّيْلُ فَمَسْهَدٌ حَتّٰى يَخْتَارَ اللّٰهُ عَلَىٰ دَارِكَ الَّتِي اَنْتَ مُقِيمٌ فِيْهَا فَعَلَيْكَ مِنَ السَّلَامِ يَا بَنِي رَسُولِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

ترجمہ

یعنی پاک ہے وہ زمین جس نے تیرے پاک جسم کو اپنی گود میں لیا ہمارے لئے دنیا تیرے بعد تاریک ہو گئی اور آخرت تیرے نور سے روشن ہو گئی۔ میرا غم دائمی ہو گا۔ اور رات بیداری میں گزرے گی۔ یہاں تک کہ خدا میرے لئے وہ گھر اختیار کرے جس میں آپ مقیم ہیں۔ پس اے فرزند رسول! میرا سلام قبول ہو اس کے بعد قبر کو بند کر دیا پھر اپنے ہاتھ مبارک کو قبر پر رکھا اور انگشت مبارک سے قبر کے اوپر یہ الفاظ لکھے۔ هَذَا قَبْرُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ الَّذِي قَتَلُوْهُ عَطَشًا نَاغَرِيْبًا دِيْهِ حُسَيْنٌ بْنُ عَلِيٍّ كُفِرَ بِهِ۔ جس کو لوگوں نے عالم مسافرت میں پیاسا کر کے شہید کیا، اسی کے بعد حضرت عباس کی قبر کی طرف توجہ ہوئے اور لاش سے خطاب کیا۔ عَلٰی الدُّنْيَا بَعْدَكَ اَلْعَفَا يَا قَمْرُ بَنِي هَاشِمٍ اے قمر بنی ہاشم تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ لاشوں کے دفن سے فارغ ہو کر بنی اسد

فَمَا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَأَوْدَ فِيهِمْ
وَقَدْ قَطَعُوا كُلَّ الْعُرَى وَالْأَسَاوِلِ

جب میں نے دیکھا کہ ان لوگوں میں
پیار و محبت کی بات نہیں رہی
اور ہر قسم کے تعلقات و میل جول کے
ذرائع کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔

اسٹوڈیو محلس

ایک دفعہ حضور نماز میں مشغول تھے کہ ایک شخص حضورؐ کی گردن پر اپنا پنس قدم رکھنے کے لیے آگے بڑھا لیکن فوراً اٹھے پاؤں پیچھے پٹا لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ میرے اور ان کے درمیان ایک آگ کی خندق پیدا ہو گئی اور میں نے پروں والے کئی فرشتے بھی وہاں دیکھے۔ آپؐ نے بعد میں فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا عضو عضو جدا کر ڈالتے۔ (بحار)

آپ بابر تشریف لائے اور مقام حجر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اے گروہ قریش اے گروہ عرب توحید اور میری رسالت کا اقرار کرو شرک اور بت پرستی

ہے (فواج مبینہ) اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے یہ اشعار پڑھے۔
 أَتَأْمُرُنِي بِالتَّبَعِي فِي نَصْرِ أَحْمَدٍ
 کیا آپ مجھے جناب احمد مجتبیٰ کی نصرت
 میں تلقین صبر فرماتے ہیں؟ خدا کی
 قسم میں نے جو کچھ عرض کیا۔ وہ
 ازراہ بزدلی نہیں تھا۔
 وَأَكْبَتْنِي أَحَبُّتُ أَنْ تَرْفَعُ رِجْلِي
 بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ میری
 فداکاری دیکھیں تاکہ آپ کو معلوم
 ہو کہ میں آپ کا دائمی اطاعت گزار
 ہوں اور جناب احمد مجتبیٰ کی نصرت
 میں خوشنودی خدا کی خاطر میری جدوجہد
 بھی دیکھیں کہ بنی محمود کی
 نصرت بچکنے اور جوانی میں میں کیسے
 کرتا ہوں۔ (رواج القرآن)

ایک مرتبہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنے اشعار میں اپنے
 علاقہ کی بربادی قحط سالی اور قلت باران کی شکایت کی اور آپ سے دعا کی خواہش
 کی۔ آپ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص قحط سالی اور قلت باران کا شاکہ
 ہے۔ پس آپ اٹھے اور منبر پر تشریف لائے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد طلب
 باران کے لئے دعا مانگی ابھی تک آپ نے اپنے ہاتھ واپس نہیں کئے تھے کہ مدینہ
 پر بادل چھا گئے اور زوروں کی بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ ہر طرف سے الفرق الفرق
 کی آوازیں بلند ہونے لگیں پس آپ نے دعا کی تو بارش رک گئی۔ آپ ہنس پڑے
 اور فرمایا خدا ابو طالب کو جزا دے اگر آج ہوتا تو اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی اپنے

تو میں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔
 بیت اللہ کی قسم ناممکن ہے کہ
 محمدؐ قتل کیا جائے بغیر اس کے
 کہ ہم اس کی حفاظت کے لیے تیرے
 نیزہ کو استعمال نہ کریں اور اسے چھوڑ
 دیں بغیر اس کے کہ اس کی
 حفاظت کے لئے ہم قتل کئے جائیں
 اور بیوی بچوں کی بھی پرواہ نہ کریں۔

جب قریش نے جناب رسالت مآب کے قتل پر ایک کیا اور آپس میں عہد
 لکھا تو حضرت ابوطالب نے بنی ہاشم کو جمع کر کے بیت رکن مقام اور مشاعر کی کعبہ
 میں قسم کھائی اور فرمایا کہ اگر محمدؐ کو ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف بھی ہوئی تو میں تم
 سب کی گردنیں اڑا دوں گا۔ پس آپ کو شعب میں لے گئے اور شب و روز آپ کی
 حفاظت فرماتے تھے اور چار سال تک تلوار لے کر خود پرہیز دیتے رہے۔ (بخاری)
 حضرت ابوطالب نے تین سال تک پیغمبر کی حفاظت اس طرح کی کہ لوگوں
 کے سامنے حضورؐ کو ایک بستر پر سلاتے تھے اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تھا
 تو ان کا بستر تبدیل کر کے ان کے بستر پر کسی رات خود آرام کرتے تھے اور کسی رات
 حضرت علیؑ کو سلاتے تھے۔ ایک مرتبہ جو حضرت ابوطالب اپنے فرزند علیؑ کے
 پاس گئے تو حضرت علیؑ نے عرض کی بابا جان! آپ مجھے موت کے بستر پر سلاتے
 ہیں؟ تو حضرت ابوطالب نے چند اشعار کہے جن کا مقصد یہ ہے (بیٹا صبر کرو۔
 کیونکہ صبر کرنا دانشمندی ہے۔ اور ہر زندہ مکی بارگشت موت ہی ہے۔ بے شک ہم
 نے تجھے مقام امتحان میں پیش کیا ہے کیونکہ تجھے نجیب بن نجیب کا فدیہ قرار دیا۔

معظمہ اپنے بابا کے سر سے مٹی کو صاف بھی کرتی تھی اور روتی بھی تھی تو آپ فرماتے تھے: دختر گرامی صبر کرو خدا تیرے باپ کا خود بخود غماز ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تک ابوطالب مہاجر تھے قریش کی یہ جرات نہ تھی۔ (تاریخ طبری)

رسولؐ کے ناقد شناس کہتے ہیں کہ ان نکالیف میں حضورؐ کفار کی دلجوئی کرنے لگے تھے۔ چنانچہ سورہ والنجم اتنی اور آپؐ نے تلامذت کی۔ جب وَمَنَاةُ النَّاسِ الْأَخْضَى۔ پر پہنچے تو شیطان نے آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے تِلْكَ الْخَرَابِثُ الْاَلْعٰی وَ اِنَّ شَفَاعَتَهُمْ مِّنْ مَّوْجِبِ الْاَلْفَاظِ۔ ان الفاظ

سے مشرکین خوش ہوئے کیونکہ ان کے خدوؤں کی تعریف تھی۔ پس بوقت شام جبریلؑ نے آکر تنبیہ کی کہ تم نے خدا پر افترا کیا تو حضورؐ بہت غمگین ہوئے (تاریخ طبری)

معاف اللہ خدا ایسے عقیدہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ اسی سورہ نجم کے شروع میں اسی رسولؐ کے حق میں ارشاد ہے کہ: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ تُو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسولؐ خدا قرآن میں اپنی جانب سے کچھ الفاظ بڑھادیں یا کسی رسولؐ کی زبان پر شیطان کس طرح مسلط ہو سکتا ہے؟ خیر جو لوگ خدا کا قسم ہمہ میں ڈال سکتے ہیں ان کے لئے رسولؐ پر الزام لگانا کیا مشکل ہے؟ حضرت ابوطالب اور خدیجہؓ کی وفات کے بعد وحی ہوئی کہ مکہ میں اب تہار کوئی حامی نہیں رہا۔ لہذا ہجرت کر جاؤ۔ شب ہجرت دنیا کی عظیم الشان تاریخی راتوں میں سے ہے۔ دیکھئے حضرت ابوطالب نے رسولؐ کی حفاظت کے لئے جو طریقہ اختیار کیا تھا اسی روش سے حضرت علیؓ خواب گاہ آنحضرتؐ پر ایسے استقلال و ایمان سے سو گئے کہ خدا نے فرشتوں پر مہابت کی اور آیت مرصات نازل فرمائی۔ سفر ہجرت کا سارا انتظام سواری و زاد راہ وغیرہ کا حضرت امیرؓ نے کیا۔ مکہ میں رہ کر حضورؐ کی امانتیں

شعر کے مضمون کی صداقت سے۔ پس حضرت عمرؓ اٹھے اور کہنے لگے کہ شاید آپ ابوطالب کا یہ شعر مراد لے رہے ہیں۔

وَمَا حَمَلْتُ مِنْ نَّاقَةٍ فَوْقَ ظَهْرِي هَا
کسی ناقہ نے اپنے پشت پر ایسے
شخص کو نہیں اٹھایا جو حضرت محمدؐ
سے زیادہ نیک اور وفادار ہو۔

حضورؐ نے فرمایا یہ تو ابوطالب کا شعر ہی نہیں بلکہ یہ تو حسان بن ثابت کا ہے۔ پس حضرت علیؓ اٹھے اور عرض کی شاید اس سے مراد یہ شعر ہے۔

وَابْيَضُ كَيْسَتَسْخَى الْغَنَامُ لَوْجِهِمْ
آپؐ نورانی چہرہ والے ہیں کہ آپ

کی وجہ سے بادل سے طلب باران کی جاتی ہے۔ شیموں کا سہارا اور

بیواؤں کا دادرس ہے۔ آل ہاشم کے
مصیبت زدگان اس کی پناہ
حاصل کرتے ہیں اور اس کی بدولت

وہ نعمتوں اور خوشحالیوں میں ہیں۔

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس کے دو شعر پہلے بھی ذکر ہوئے ہیں۔ اس میں
آپؐ نے حضورؐ کی صداقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ دبحار

جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے تو آپؐ امن سے تبلیغ اسلام فرماتے
رہے اور حضرت ابوطالب کی موت کے بعد قریش کی طرف سے تکالیف زیادہ ہو
گئیں۔ ہجرت سے تین سال قبل ابوطالب اور خدیجہؓ کا انتقال ہوا اور یہ حضورؐ
کی ذات بلکہ اسلام کا زبردست المیہ تھا۔

ایک دفعہ ایک کافر نے حضورؐ کے سر مبارک پر مٹی ڈالی آپؐ گھبرائے بتوا

جس کے رہتی دنیا تک آثار باقی رہیں گے اور نشان قائم رہیں گے اور ان کے کفو فضلال اس کو مٹانے کی ہزار کوشش کریں گے لیکن اس کا اثر بڑھتا جائے گا اور اس کی حقیقت نمایاں ترقی کرتی جائے گی۔

شیخ مفید نقل فرماتے ہیں کہ قافلہ اہل بیتؑ کا داخلہ ابن زیاد ملعون پر ہوا تو جناب زینب علیہہ غیر معروف حالت میں تھیں۔ نہایت پرانا لباس پہنے ہوئے تھیں محل کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور کینزوں نے ارد گرد گھیرا لیا۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ وہ تنہا گوشہ میں بیٹھنے والی جس کے گرد عورتوں کا احاطہ ہے کون ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ اس نے دوبارہ سب بارہ پوچھا تو بعض کینزوں نے جواب دیا کہ یہ فاطمہؑ کی شہزادی ہے تو ابن زیاد متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ اللہ کا حمد ہے جس نے تمہیں رسوا و قتل کیا اور تمہاری بدعت کو باطل کیا۔ پس جناب زینب علیہہ سے ضبط نہ ہو سکا فرمایا۔ حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں وجود پہنچے سے کرامت بخشی اور ہمیں جس سے پاک کیا۔ فاسق و فاجر رسوا ہوا کرتا ہے اور وہی جھوٹا ہوا کرتا ہے اور وہ بحمد اللہ ہم نہیں ہمارا دشمن ہے۔ ابن زیاد نے کہا خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ عالیہ بی بی نے فرمایا۔ خدا نے اہل بیتؑ کے لئے قتل کی موت مقدر کی تھی۔ پس وہ اپنی قتل گاہوں تک پہنچ گئے۔ پس اب تمہاری اور ان کی پیشی دوبارہ ایزدی میں ہوگی اور وہیں فیصلہ ہوگا۔ ابن زیاد غصہ سے پڑھ گیا تو عمر بن حریث نے کہا اے بادشاہ عورتوں کی باتیں قابل گرفت نہیں ہوا کرتیں۔ پس ابن زیاد نے کہا کہ خدا نے تمہاری بناد توں سے ہمیں تسکین دی ہے تو جناب زینب علیہہ کے دل کو صدمہ ہوا اور رو پڑیں پھر فرمایا بخدا تو نے میرے بزرگوں کو قتل کر دیا۔ اور میری اہل کو ذیل کیا اگر اسی بات میں تیری تسلی ہے تو ہو۔ ابن زیاد نے کہا کہ یہ شجاعت کے الفاظ ہیں اور

اور آپس پھر حرم رسولؐ کو باحتیاط مدینے پہنچایا۔ حضرت امیر علیہ السلام رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے تھے جب مدینے پہنچے تو آپ کے قدم مبارک پھول گئے تھے جناب رسالت مآبؐ نے جب بلایا تو چلنے کی طاقت نہ تھی پس حضورؐ خود بنفس نفیس تشریف لائے اور گلے لگایا اور پاؤں کے درم دیکھ کر رو دیئے اور اپنا لعاب دہن ڈالا تو تندرست ہو گئے کہ پھر تادم شہادت عافیت سے رہے۔ (تاریخ کامل۔ اسد الغابہ) بے شک ہزار تلواروں کے سائے میں اطمینان سے سونا علیؑ کا کام تھا۔ لیکن جسم مبارک پر تلوار لگی نہیں۔ مگر قربان جاؤں سید الشہداءؑ کے کہ حمایت اسلام میں ان کے بدن پر تلواریں پڑتی رہیں لیکن اطمینان میں فرق نہ آیا۔ عجب پدر اگر نتواند پس سر عام کند

حضرت سجادؑ فرماتے ہیں کہ میں نے جب لاشوں کو ریگ گرم پر بے دفن پڑا دیکھا تو میرا غم بہت بڑھ گیا کہ تاب برداشت نہ رہی اور قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے جب صدیقہ صغراؑ نے اس حالت کا مشاہدہ کیا تو فرما نے لگیں اے میرے نانا بابا اور بھائیوں کی یادگار بیٹا تجھے کیا ہوتا جا رہا ہے تو میں نے عرض کی کہ کس طرح گریہ و بکا سے میری حالت دگرگوں نہ ہو اپنے پدر بزرگوار اور اعمام و برادران کی لاشوں کو خون میں غلطاں ریگ گرم پر بے دفن و کفن دیکھ رہا ہوں۔ کہ کوئی مسلمان ان کی خبر گیری نہیں کرتا اور نہ کوئی ان کے قریب آتا ہے جیسا کہ ترک و دیلم کے باشندے ہوں۔ یہ سن کر فرما نے لگیں۔ اس بات سے رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ کیونکہ یہ رسولؐ اللہ کا عہد تھا تیرے دادا اور بابا اور چچے کی طرف اور خدا نے اس امت کے ایک گروہ سے عہد لیا ہے جن کو اس امت کے فرعون نہیں پہنچانتے اور اہل آسمان انکو جانتے ہیں وہ ان اعضا کے متفرقہ کو جمع کریں گے اور ان کو دفن کریں گے۔ اور تیرے پدر بزرگوار کے لئے اس طف میں ایک علم گاڑیں گے

نے امام پاک کے سر کو طلب کیا۔ جب سر پاک سامنے لایا گیا تو یہ ملعون سر کو دیکھ کر ہنستا تھا اور اس کے ماتھے میں ایک چھڑی تھی جس سے دندان مبارک کی توہین کرتا تھا۔ اس کے پہلو میں رسول کا صحابی زید بن ارقم بیٹھا تھا اور یہ بہت بوڑھا تھا جب اس نے چھڑی سے ظلم ہوتا دیکھا تو اس سے رہانہ گیا اور کہا ان پاک ہونٹوں سے چھڑی کر بیٹالے۔ مجھے اللہ کی قسم میں نے بہت دفعہ رسول پاک کے مبارک ہونٹوں کو ان پاک ہونٹوں کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد اس نے گریہ بکا کی آواز بلند کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جہاں تک میرا اندازہ ہے تمام مصائب میں سے سادات کے لئے ابن زیاد کے دربار کا داخلہ نہایت سخت تھا۔ ایک وجہ تو اس کے لئے یہ ہے کہ یہ حرام زادہ کینہ فطرت زبان دراز گستاخ اور پرلے درجے کا بے ادب تھا چنانچہ جب پھٹے پرانے لباس میں ملبوس بنت زہرا ایک گوشہ میں آکر بیٹھ گئیں تو یہ ملعون ازراہ شامت کہنے لگا یہ کون بی بی ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ یہ حضرت علی کی شہزادی جناب زینب ہیں اس ملعون نے انتہائی ڈھٹائی و بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گستاخانہ لہجہ میں بات کی جس کا عالیہ بی بی نے منہ توڑ جواب دیا پھر اس حرام زادہ نے نامترا فظا کہے حتیٰ کہ حضرت امام سجادؑ سے رہانہ گیا اور فرمایا کہ تَقَاتِلْ عَنِّي مَن لَيْسَ مِنِّي وَفَدَا بَيْنَ مَن كَانَتْ خُسْفَا یعنی (اے کینہ) کب تک تو میری پھوپھی کی توہین کرتا رہے گا حالانکہ اس مجمع میں کچھ لوگ جانتے والے موجود ہیں اور کچھ نہ جانتے والے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس شہر کے اکثر لوگ اس خانوادہ طاہرہ کو حکومت کے رنگ میں دیکھ چکے تھے اور ان کی عزت و عظمت ان کو معلوم تھی اور یہی وجہ ہے کہ جناب سیکند خاتون سے منقول ہے پوسے سفر میں ہم نے اپنا گریہ کافی ضبط کیا لیکن جب کوفہ کے قریب یا حضرت علیؑ کے روضہ کے پاس سے گذر ہوا تو ہم سے گریہ ضبط نہ ہو سکا۔

بے شک اس کا باپ بھی شجاع تھا۔ یہ سن کر عالیہ بی بی نے فرمایا۔ عورت کی شجاعت کیسی؟ (بقول ابن غا) میں شجاعت سے مشغول ہوں اور مجھے تعجب ان لوگوں سے ہے جو ان لوگوں کے قتل کو تسلی و شفا سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ قیامت میں بدلہ دیں گے۔

سید و ابن مالک کہتے ہیں کہ پھر سجادؑ سے مخاطب ہوا کہ تو کون ہے؟ فرمایا میں علی بن الحسین ہوں۔ کہا علیؑ کو تو اللہ نے قتل کیا ہے۔ فرمایا میرا ایک بھائی علی نامی تھا وہ لوگوں نے شہید کر ڈالا ہے۔ ابن زیاد نے کہا بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔ سجادؑ نے فرمایا بے شک اللہ ہی قبض روح کرتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا ابھی تجھ میں میرے قول کی رد کی جرات ہے۔ پس حکم دیا کہ اس کو قتل کیا جا پس عالیہ بی بی سجادؑ کے گلے سے لپٹ گئیں اور فرمایا ابن زیاد ہمارے خون سے تو ابھی سیر نہیں ہوا خدا کی قسم میں جدا نہیں ہوں گی اگر اس کو قتل کرنا ہے تو مجھے بھی ساتھ قتل کر دے۔ پس وہ ملعون ایک گھنٹہ تک دیکھتا رہا اور پھر کہا کہ یہ خونی رشتہ عجیب ہے وہ دل سے چاہتی ہے کہ میں اس کے ساتھ اس کو بھی قتل کر دوں۔

پھر قتل کا حکم بطرف کر دیا۔ سید فرماتے ہیں۔ پھر سجادؑ نے اپنی پھوپھی سے خطاب کر کے فرمایا۔ پھوپھی جان۔ آپ خاموش رہیں میں خود ہی اس ملعون کے قول کا اس کو جواب دوں گا۔ اور فرمایا۔ اے کینہ کیا تو ہمیں قتل ہونے سے ڈرتا ہے۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ قتل ہماری عادت ہے اور شہید ہونا ہمارے لیے کرامت ہے۔

شیخ مفید نقل فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کا بھرا ایک دن پنہا اور ابن سعد قیدیوں کو ہمراہ لے کر دوسرے روز پنہا۔ ابن زیاد قصر الامارہ میں بیٹھا اور اس

ہوں۔ کعبہ کے کلید دار نے دروازہ کھولنے سے انکار کیا اور چھت پر چڑھ گیا حضرت علیؑ اور تشریف لے گئے اور اس سے کلید لے کر دروازہ کھولا۔ حضورؐ نے اپنے تمام ایذا دینے والوں اور صحابہ کو ایذا دینے والوں کو معاف فرما دیا۔ اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ انبیاء و ملائکہ کی جو تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے بنائی تھیں۔ ان کو مٹا دو پس ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کی تصویروں کے علاوہ باقی سب تصویروں کو اس نے مٹا دیا ان دونوں تصویروں کے ہاتھوں میں جوئے بازی کے تیرتھے۔ آپؐ نے فرمایا کفار نہیں جانتے کہ انبیاء جو بازی نہیں کیا کرتے۔ پس پانی کا ڈول لے کر آپؐ نے ان تصویروں کو دھو دیا۔ (مدارج النبوة)

اسی مدارج کی روایت کے مطابق حضرت امیر علیہ السلام نے ہی حضورؐ کو کعبہ سے بت شکنی پر متوجہ کیا تھا۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن عباس طواف بیت اللہ میں مصروف تھے دیکھا ایک شخص کعبہ کے پردہ سے لپٹ کر علیؑ سے بیزاری کر رہا ہے پس ابن عباس نے اس شخص کو بلوایا اور پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں زمع بن خارجه خادمی ہوں ابن عباس نے پوچھا کہ بتا علیؑ نے اسلام میں کون سی بدعت کی ہے کہ تو اس سے بیزار ہے جواب دیا کہ حمل و صفین میں اس نے کافی مسلمانوں کو قتل کیا ہے ابن عباس نے کہا تیرا سر پھرا ہے۔ علیؑ نے تو ان لوگوں پر تلوار اٹھائی جو باغی تھے۔ علیؑ کو چار صفیں ایسی ملیں کہ اگر تمام خلائق سے مقابلہ کیا جائے تو وہ بڑھ جائیں گے اس نے کہا مجھے بھی بناؤ تاکہ میں تائب ہو جاؤں۔ ابن عباس نے کہا۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ سابق الاسلام ہے کبھی بت پرستی اور شراب نوشی کا مرتکب نہیں ہوا۔ دوسرے جب وحی اترتی تھی تو سوائے علیؑ کے اور کوئی بھی جبریلؑ کی آواز کو نہیں سنتا تھا۔ تیسرے جب اللہ نے علیؑ کی ترویج

نویں مجلس

بسم الله الرحمن الرحيم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

فتح مکہ، روز ہجرت حضورؐ نے مکہ کی طرف ہرگز نگاہ کی اور فرمایا۔ اسے کہ تو مجھے بہت محبوب ہے مگر ناچار ہوں۔ اب اسی مکہ میں دس ہزار فوج سمیت تشریف لائے۔ دنیا میں یہ زالی فتح ہے کہ طرفین کی کثیر تعداد فوج کے باوجود بغیر کسی مقابلہ اور مقاتلہ کے حضورؐ کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔ حضورؐ نے جب فتح مکہ کے لئے تیاری کی تو اسے صیغہ راز میں رکھا۔ لیکن جب حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک خفیہ تحریر میں اہل مکہ کو اطلاع دے دی تو جناب امیرؑ کی کوشش سے وہ تحریر حاصل ہو گئی جب حاطب کو بلایا گیا تو حضرت عمرؓ نے نہایت جرات سے عرض کی۔ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَشْرَبُ عَنْقِي هَذَا النَّمْصَافِي۔ حضورؐ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ جب حضرت عباسؓ ابوسفیانؓ کو اپنے پیچھے سوار کر کے لائے۔ اس وقت بھی حضرت عمرؓ نے اظہار شجاعت کرتے ہوئے کہا تھا کبھے اجازت دیجئے کہ اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔

ابوسفیانؓ شکر اسلام سے قبل داخل مکہ ہوا اور کہا جو میرے گھر میں داخل ہو گا وہ با امن ہو گا۔ ہند نے کہا تھا کہ اس بوڑھے خبیث کو قتل کر دو خدا اس پر لعنت کرے علم فوج سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اَلْيَوْمَ كَيَوْمُ الْمُفْجَعَةِ۔ آج لڑائی کا دن ہے اَلْيَوْمَ تَسْبِي النُّجْمَةِ آج عورتیں قید ہوں گی۔ ابوسفیان حاضر ہوا اور حضورؐ کی رکاب تھام کر عرض گزار ہوا کہ سعد بن عبادہ یہ کلمات کہہ رہا ہے۔ پس آپؐ نے علیؑ کو حکم فرمایا کہ اس سے علم سنبھال لیں اور پُر امن طریق سے داخل مکہ

کا فاطمہ سے انتظام کیا تو درخت طوبی نے موتی ٹار کئے جنہیں حوریں اٹھاتی تھیں اور قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا اور حوریں کہتی ہیں کہ یہ فاطمہ کا ہیہ ہے جو تھے جب مکہ فتح ہوا تو سورج قریب غروب تھا۔ حضور نے علی کو فرمایا کہ میرے ساتھ چل کر کعبہ کے وہ بت توڑے جو بنی خزاعہ نے نصب کئے تھے جب وہاں پہنچے تو علی مجھے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ میری پشت پر بلند ہو کر توڑیں۔ آپ نے فرمایا یا علیؑ تو مجھے نہ اٹھا سکے گا بلکہ دنیا والے مل کر میرے ایک عضو کو بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ پس حضور نے علیؑ کے کندھے پر اپنا قدم رکھا لیکن برداشت نہ پاتے ہوئے اٹھایا اور فرمایا یا علیؑ یہ نبوت کا بوجھ ہے پھر آپ نے کندھا جھکایا اور علیؑ سے فرمایا تو چڑھ کر توڑ۔ چنانچہ علیؑ دوش بہ دوش ہوتے ہوئے اور کعبہ کی بلندی چالیں ذراع تھی۔ حضور نے پوچھا یا علیؑ مانتے پہنچتا ہے؟ تو علیؑ نے جواب دیا کہ حضور اگر چاہوں تو آسمان کو مانتہ لگا سکتا ہوں۔ پس بت توڑے اور زمین پر کود پڑے اور ہنسنے لگے آپ نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ اتنی بلندی سے آنے کے باوجود مجھے چوٹ کوئی نہیں تو آپ نے فرمایا چوٹ کیسے آتی کہ اٹھانے والا محمد تھا اور اتارنے والا جبریلؑ تھا یہ سنتے ہی زمعہ بن خارہ نے فوراً توبہ کی اور حضرت علیؑ کا حب دار ہو گیا (زمین الفی) علیؑ کی بت شکنی کا واقعہ نقل کرنے والے۔ احمد بن حنبل۔ طبرانی۔ ابن ابی الحدید۔ خطیب وغیرہ ہیں۔

ایک روایت میں حضرت علیؑ نقل کرتے ہیں کہ بت تانے اور پتیل کے بنے تھے اور میں نے بحکم رسولؐ جب زمین پر پھینکے۔ فَتَكْسَرُ كَمَا تَكْسَرُ الْقَوَارِيزُ۔ اس طرح ریزہ ریزہ ہو گئے جس طرح شیشے کے برتن چور چور ہوتے ہیں۔ (روضہ ندیم)

علیؑ بردوش احمد چشم بد دور

فیضی کہتا ہے

اے کہ داد شہاں بحکم تو باج بنی

اے کہ بعد بنی برسر تو تاج بنی

آنی تو کہ معراج تو بالا تر شد

یک قامت احمدی از معراج بنی

اما میکہ بعد از وفات پیغمبر

خلافت گزار دہا تم نشیند

نہے نقش پائش کہ بردوش احمد

زمہر نبوت مقدم نشیند

حضرت امیر علیہ السلام اپنے زمانہ خلافت میں منبر رسولؐ پر پہنچے اور لوگوں

نے تعجب کیا تو آپ نے فرمایا اَنَا الَّذِي وَصَّيْتُ قَلْدَحِيَّ عَلِيَّ خَاتَمَ النَّبِيِّ

فَمَا هَذَا الْاَعْوَادُ۔ میں وہ ہوں جس نے مہر نبوت پر قدم رکھے ہیں تو ان بکریوں

کی کیا وقعت ہے۔

بہر کیف حضورؐ کی سواری اور سوار میں بڑا فرق ہے۔ حضورؐ تو بعض اوقات

گدھے پر بھی سوار ہوتے ہیں۔

جناب رسالت مآبؐ نے گیارہ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا

خواہ وہ کعبہ کے خلاف سے چمپے ہوئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہندو مادر

معاویہ تھی۔ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا کہ آپ کی بہن اُمّ ہانی بن ابی طالب نے بنی مخزوم

کے چند آدمیوں کو پناہ دے رکھی ہے جن میں حارث بن ہشام اور قیس بن سائب

تھے پس آپ مسلح ہو کر تشریف لائے اور فرمایا ان لوگوں کو گھر سے باہر کرو۔ خوف

کے مارے پرندوں کی طرح ان کا پاخانہ گرنا تھا۔ ام ہانی باہر آئی اور اس نے پہچانا

نہ تھا کہنے لگی۔ اے عبد خدا میں اُمّ ہانی رسولؐ کی چچا زاد اور علیؑ کی بہن ہوں تم چلے

جاؤ۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو گھر سے باہر نکالو تو کہنے لگی خدا کی قسم میں تمہاری

رسولؐ سے شکایت کروں گی۔ آپ نے سر مبارک سے خود کو ہٹایا تو وہ پہچان گئی۔

کہ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں اپنے استاد ابو جعفر نقیب کے ہاں ایک مرتبہ منہار کی حدیث پڑھ رہا تھا کہ اس نے زینب کے ہوج پر نیزہ مارا تھا جس سے اس کا حمل ساقط ہوا تو حضورؐ نے فتح مکہ کے روز اس کے قتل کا حکم دیا تو نقیب نے کہا کہ جب رسولؐ نے زینب کے ڈزائے اور حمل ساقط ہونے کی وجہ سے ہبار کا خون معاف کر دیا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر زندہ ہوتے تو اس شخص کا خون بھی معاف کر دیتے جس نے فاطمہؑ کو خوفزدہ کیا اور محسن کا حمل ساقط کیا۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ روایت میں آپ سے نقل کر سکتا ہوں کہ انہوں نے فاطمہؑ کو خوفزدہ کیا اور محسن کا حمل ساقط کیا تو وہ فوراً تفتیح کر گیا اور کہنے لگا کہ اس روایت کی صحت یا غلطی کی میری طرف سے روایت نہ کرنا کیونکہ مجھے اس باب میں توقف ہے۔

احراق باب فاطمہؑ کی روایت نقل کرنے والے یہ ہیں: طبری، واقدی، صاحب استیعاب، ابن عبدبہ در کتاب العقد ابن ابی الحدید در شرح نہج اہلبلاغۃ، سید علی در جمع الجوامع علی متقی در کنز العمال، شاہ ولی اللہ در ازالۃ الخفا و قرۃ العین تاریخ ابوالفدا اور الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ دینوری۔

جناب زینب بنت علیؑ سے روایت ہے کہ جب فاطمہؑ کو معلوم ہوا کہ فدک سے مجھے محروم کیا گیا ہے تو خمار اوڑھ کر قیلہ کی عورتوں کی ایک جماعت کے اندر روانہ ہوئی کہ آپ کی رفتار جناب رسالت مآبؐ کے عین مشابہ تھی۔ جب پہنچی تو مہاجر و انصار کا کثیر التعداد مجمع تھا۔ پس سفید چادر سے پردہ بنایا گیا۔ پس بی بی نے روزا شروع کیا تمام مجمع پر گریہ طاری ہو گیا۔ پس خاموش ہوئی کہ لوگوں میں بھی سکون ہو گیا۔ تو اپنا خطبہ حمد و ثنا سے شروع کیا (ابن ابی الحدید نہایت اثر مروج الذہب)۔

اور گلے سے لپٹ گئی۔ پھر عرض کی قربان جاؤں میں قسم کھا چکی ہوں کہ رسولؐ سے شکایت کروں گی۔ آپ نے فرمایا تم اپنی قسم کو پورا کرو۔ حضورؐ واوی کے اوپر کی جانب تشریف فرما تھے پس وہ آئی جب کہ آپ غسل فرما رہے تھے۔ جب حضورؐ نے ام ہانی کی آواز سنی تو فرمایا مرحبا ام ہانی۔ ام ہانی نے عرض کی میرا ماں باپ آپ پر فدا ہو میری علیؑ سے یہ گفتگو ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا اے ام ہانی جسے تو نے پناہ دی اس کو میں نے بھی پناہ دی۔ حضرت بتول معظّمۃ اس وقت جناب رسالت مآبؐ کا پردہ بنا کر بیٹھی تھیں فرمایا ام ہانی تو علیؑ کا شکوہ کرنے آئی ہے۔ کہ اس نے خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کو خوفزدہ کیا ہے؟ تو ام ہانی نے کہا میں قربان جاؤں بس درگزر فرمائیے۔ تو رسولؐ نے فرمایا۔ خدا کے نزدیک علیؑ کی سی مشکور ہے اور ام ہانی نے جن کو پناہ دی میں ان کو علیؑ کی وجہ سے پناہ دیتا ہوں۔ کہ یہ علیؑ کی بہن ہے (بحار) ام ہانی کے چلے جانے کے بعد حضرت علیؑ آئے تو جناب رسالت مآبؐ نے ہنس کر پوچھا یا علیؑ ام ہانی کا معاملہ کیا ہے تو علیؑ نے عرض کی تیری برحق نبوت کی قسم، ام ہانی نے میرا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں تلوار علم تھی جب کہ کو میں نے دیر سے چھڑایا یہاں تک کہ وہ دو آدمی میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر ابوطالب تمام لوگوں کو جنتے تو سب کے سب بہادر ہوتے جس کو ام ہانی نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی۔ پس ان کو کچھ نہ کہو (ناسخ التواریخ) وہ مرد جن کا خون حضورؐ نے معاف فرمایا تھا ان میں عثمانؓ، رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی المرح بھی تھا اور ایک اور شخص ہبار ابن اسود نامی بھی تھا جو ہمیشہ مکہ میں حضورؐ کے درپے گزار رہتا تھا۔ حضرت زینب جن کو اہل سنت رسولؐ کی بیٹی کہتے ہیں (حالانکہ وہ رمیہ تھی) جب یہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگیں تو ہبار نے حملہ کیا تھا اور اس کی دہشت سے اس کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور یہی وجہ تھی

مسلم حبصا ص سے مروی ہے کہ جب آپ خطبہ پڑھ رہے تھیں اور لوگوں میں گریہ و بکا کا ایک شور تھا۔ تو وہ لوگ سر ہائے شہداء کو سامنے لائے کہ سب سے آگے سید الشہداء کا سر مبارک تھا۔ جس کا چہرہ نورانی مشابہ چہرہ رسول تھا جو پیوں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ ریش مبارک سے خضاب اتر رہا تھا اور ہوا کی وجہ سے دیش بائیں حرکت کرتی تھی۔ جو ہمیں بہن نے بھائی کے سر کو دیکھا تو جو ب محل سے پیشانی کو مارا کہ خون جاری ہو گیا۔ اور بھائی کے سر کو خطاب کر کے اشعار پڑھے یا ھللاً لَقَا اسْتَمْتَمَ کَمَا لَا غَالَةَ خَسَفَتْ فَلَبَدَتْ غَدُوبًا۔ اے میرا چاند جو قبل اپنی تمامیت کے گھن زدہ ہو کر غروب کر گیا اور انہی اشعار میں اپنا اور بچوں کا درد بھرا ماجرا بھی ذکر کیا۔ (منتخب)

ایک خطبہ بی بی نے دربار یزید میں بھی پڑھا تھا۔ جس میں اپنی حقانیت اور حسین کی صداقت اور اہل بیت کی عظمت کو نہایت پردہ و اور جرات مندانہ انداز میں بیان فرمایا تھا اور اپنے علوم قرآنیہ کو بھی واضح کیا تھا اور مصائب پر اپنا صبر و استقلال بھی ظاہر فرمایا تھا۔ آج یزید کہاں ہے۔ یہ ہے حق پر مرٹنے والوں کی فتح عظیم کہ یزید کا نام لینے والا کوئی نہیں اور حسین کا نام نہ روز افزوں روشن اور تابندہ ہے۔ آج حسین کی قربانم خلافت کا ماویٰ بنی ہوئی ہے۔ بلکہ حضرت امیر علیہ السلام کی قبر کی زیارت بھی امام حسین علیہ السلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم

منقول ہے کہ جناب زینب عالیہ کا لہجہ بالکل اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؑ کے لہجہ سے مشابہ تھا اور یہی وہ لہجہ ہے جو شب معراج ذات پروردگار نے رسولؐ کے کلام کرتے وقت اختیار فرمایا تھا۔ گویا بی بی لہجہ خداوندی میں خطبہ پڑھ رہی تھیں پھر کیا مجال تھی کہ کائنات میں سناٹا نہ ہوتا حیوانات خاموش بلکہ ان کی گردن میں بندھی ہوئی گھنٹیاں

یَا ابْنِ ابی قُحَافَةَ اَتَرِثُ اَبَاكَ وَلَا اِرْثُ ابْنِی۔ اے ابن ابی قحافہ تو اپنے باپ کا وارث ہوا اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ پھر اپنے باپ سے خطاب کر کے بی بی نے اشعار پڑھے کہ لوگوں میں ایک کہرام ماقم بپا ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ کلام و حدیث میں رسول خدا کے ساتھ فاطمہؑ سے زیادہ مشابہت کوئی نہ رکھتا تھا جب بی بی خدمت نبویؐ میں حاضر ہوتی تو حضورؐ تعظیم کے لئے اُٹھتے اور پیشانی کا بوسہ دیکر اور ہاتھ سے پکڑ کر اپنی مسند پر بٹھاتے تھے اور جب حضورؐ جاتے تو بی بی بابا کی تعظیم کے لئے کھڑی ہوتی اور بابا کا بوسہ دیکر اپنی جگہ پر بٹھاتی تھی۔ ایک دن حضورؐ نے اپنی شہزادی سے پیار کیا تو میں نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا اے عائشہ جب میں جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہؑ سے محبت کرتا ہوں۔ نیز جب حضورؐ باہر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر فاطمہؑ کے گھر جا کر وداع کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے فاطمہؑ کے گھر جاتے تھے۔ (روضہ ندیہ)

ہائے زینبؑ۔ کجا زینبؑ۔ کجا بازار کوفہ۔ صد لقمہ صغرا نے بھی بازار کوفہ میں خطبہ پڑھا تھا۔ لوگوں سے فرمایا خاموش ہو جاؤ۔ تو پس سانس بند ہو گئے حتیٰ کہ حیوانات کی گردنوں میں جو ٹلیاں تھیں وہ بھی ساکت ہو گئیں اور آپؐ نے خطبہ پڑھا کہ ایک اسدی کہتا ہے کہ کسی عورت کو ایسی جرات و روانی سے خطبہ پڑھتے میں نے نہیں سنا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت امیرؑ خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ لوگ بوجہ حیرت انگلیاں منہ میں ڈالتے تھے۔ بی بی نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک کونے میں رو رہا ہے اور آپؐ کے فضل کا اعتراف کر رہا ہے اور اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی ہے پس سجادؑ نے عرض کی پھر بھی جان صبر کیجئے۔ بے شک آپؐ عالمہ غیر معلمہ ہیں پس بی بیؑ خاموش ہو گئیں۔

دسویں مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

مرحلہ ایمان میں سے بڑا مرحلہ ہے جہاد نفس۔ اور یہی جہاد اکبر ہے حضرت امیرؓ مروی ہے ایک مرتبہ حضورؐ نے کسی طرف فوج بھیجی جب واپس آئی تو فرمایا کہ مجھ سے قوم جنہوں نے جہاد اصغر سے کامیابی حاصل کر لی اور اب جہاد اکبر ان پر باقی ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو فرمایا وہ ہے نفس کا جہاد اور پھر فرمایا بہتر جہاد ہے جہاد نفس جو پہلوؤں کے اندر ہے (روضۃ الواعظین) فرمایا تیرا بدترین دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے اندر ہے۔

لوگوں کی تین قسمیں ہیں دنیا سے منہمک اور آخرت سے غافل یہ ہیں طاغوت پرست و شرالدواب (۲) ان کے برعکس یعنی طلب آخرت میں منہمک اور دنیا سے قطعی لاتعلقی (۳) متوسط دونوں حقوق کی پاسداری کرتے ہیں اور حکما کے نزدیک یہی افضل ہیں کیونکہ خدا نے نبیوں کو معاد و معاش ہر دو کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ اقسام خدا کے اس فرمان میں داخل ہیں: وَكَنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ پس دنیا و آخرت ہر دو کی اصلاح کرنے والا سابقون کے درجہ میں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سابقون سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو تارک دنیا ہو کر طالب آخرت ہوئے ہیں اس دلیل سے کہ فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْإِنْسَ وَالْجِنَّ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ اور وہ لوگ اس نکتہ سے غافل ہیں کہ اللہ کی بہترین عبادت ہے مصالح عباد میں کوشش کرنا۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمام لوگ اللہ کی عیال ہیں پس اللہ کا محبوب ترین

بھی بے آواز ہو گئیں۔ قریب و بعید کے تمام لوگوں نے آواز سنی اور خطبہ علیؓ سمجھ کر مسجد کی طرف دوڑے اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ یہ کون ہے جو علیؓ کے لمبجین خطبہ پڑھ رہا ہے کیا علیؓ پلٹ کر تو نہیں آگے جب دیکھا کہ بنت علیؓ حالت اسیری و مظلومی میں اپنی در و بھری داستان کے ساتھ اپنا حسب و نسب بھی بیان کر رہی ہے تو ہر چہار سو آواز گر یہ بلند ہوئی۔

کہتے ہیں کہ کوفہ کی عورتیں جب اپنے مکانوں کی چتوں پر بڑھ کر قیدیوں کا تماشہ دیکھنے لگیں۔ تو ام حبیبہ نامی ایک عورت بھی اپنے مکان کی پھٹ پر چڑھی یہ وہ وقت تھا جب لوگ صدقہ کے خرچے قیدیوں کی طرف پھینک رہے تھے اور جناب ام کلثومؓ اپنے خورد سال بچوں سے وہ خرچے لے کر زمین پر پھینک دیتی تھیں اور فرماتی تھیں۔ اے میرے بھو کے پیارے بچو! یہ صدقہ ہے اور تم آل محمدؐ پر صدقہ حرام ہے۔ بہت سے لوگوں کو اس وقت ہتہ چلا کہ یہ کس کا خاندان اجڑا ہے۔

ام حبیبہ نے جب سکینہ کی پیاس دیکھی تو ایک پانی کا جام پیش کیا اور اپنے لیے دعا کی خواہش کی کہ میرے بچے یتیم نہ ہوں، قیدی نہ ہوں اور مجھے مدینہ میں جناب زینب علیاؓ کی زیارت کا شرف نصیب ہو تو اس وقت جناب سکینہ نے چھوٹھی کی طرف دیکھا تو جناب زینب علیاؓ نے فرمایا: ام حبیبہ! تو نے ہمیں پہچانا وہ زینب میں ہوں ہم اجڑ گئے ہیں یہ نیزہ پر میرے بھائی حسین کا سر ہے اور ہم آل محمدؐ قیدی ہیں۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

وہ ہے جو ان کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور شریعت یہ چاہتی ہے کہ دنیاوی معاملہ میں میانہ روی ہو اور اس کے استعمال کا سامان قوانین شرعیہ کے موافق ہو (از ریاض السالکین) ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا اسے دنیا کی مذمت کرنے والو۔ بتاؤ دنیا تیرے اوپر مجرم ہے یا تو مجرم وار ہے۔ ایک شخص بولا کہ میں ہی مجرم وار ہوں تو آپ نے فرمایا۔ پھر دنیا کی مذمت کیوں کرتا ہے۔ کیا یہ دنیا صادق کے لئے دار صدق نہیں۔ زاد حاصل کرنے والے کے لئے باعث غنی نہیں اور سمجھ دار کے لئے دار عافیت نہیں؟ یہ تو اللہ کے دوستوں کی سجدہ گاہ ہے انبیاء کا مصلیٰ ہے ملائکہ کی فرود گاہ ہے اور اس کے اولیاء کی تجارت کا مقام ہے۔ انہوں نے اطاعت کی اور نفع اٹھایا بہشت کا۔ کون اس کو برا کہتا ہے حالانکہ یہ تو دنیا اپنی انتہا کی خبر دے رہی ہے اور اپنے اختتام کا پتہ دے رہی ہے اور اپنے مصائب اور گناہ گاہی مصائب کی بدولت کڑوی ہے تو مراد کے حصول کے لئے میٹھی بھی ہے۔ اگر ناپسندیدہ امور کی وجہ سے رنجیدہ ہے تو مرغوبات کے لانے کے لئے اچھی بھی ہے۔ بوقت مذمت کئی لوگ اس کی مذمت کریں گے تو کئی اس کی مدح و ثنا بھی کریں گے۔ جنہوں نے اس سے نصیحت و عبرت حاصل کی۔ لے غور دنیا میں پھنس کر اس کی مذمت کرنے والو۔ اس نے کب تجھے دھوکا دیا۔ کیا تیرے آباء کی موتوں سے یا ماؤں کی قبروں سے؟ اس نے تجھے میٹھا یا کڑوا دونوں ڈالتے چکھا دیئے ہیں۔ اگر تو اس کی کڑواہٹ کی مذمت کرتا ہے تو اس کے میٹھے کی تعریف بھی کر۔ ورنہ بلا مدح و ذم اس کو چھوڑ دے۔ اس نے اپنا سب کچھ تیرے آگے رکھ دیا ہے اب تیرا مفت کاروبار بے کار ہے (مطالب السؤل)

حضرت امیر کو بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف کے متعلق یہ خبر موصول ہوئی کہ وہ ایک ولیم میں شریک ہوئے تو آپ نے ان کو ایک خط لکھا۔

الْاَوَانِ لِكُلِّ مَأْمُومٍ اِمَامًا
يَقْتَدِي بِهِ وَلَيْسَتْ ضَيْئُ
بِنُورٍ عَلَيْهِ الْاَوَانِ اِمَامَكُمْ
قَدْ اَكْتَفَى مِنْ دُنْيَا
بَطْمَ مِنْهُ وَمِنْ طَعَامِهِ
بِقَرْمِضِهِ الْاَوَانِ اَتَكْمُ
لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذَالِكَ
وَلَكِنْ اَعْيُنُونِي بِنُورِهِ وَ
اجْتِهَادٍ وَغَضَّةٍ وَسَدَادٍ
فَوَاللَّهِ مَا كُنْتُ مِنْ دُنْيَا
بُزًّا وَلَا اَدْخَرْتُ مِنْ
عَنَائِمِهَا وَفَرًّا وَلَا
اَعْدَدْتُ لِبَالِي ثَوْبِي جُلُوسًا
بَلَى كَانَتْ فِي اَيْدِيْنَا
فَذَكَ مِنْ كُلِّ مَا اَنْطَلَقَتْهُ
السَّمَاءُ فَشَحَّتْ عَلَيْهَا
نَفُوسُ قَوْمٍ وَسَخَّتْ عَنْهَا
نَفُوسُ قَوْمٍ وَنِعْمَ الْحَكَمُ
اللَّهُ وَمَا اَصْنَعُ بِفَدَاكَ
وَعَيْرِ فَدَاكَ وَالنَّفْسُ
مَطَانُهُ فِي غَدٍ جَدَاثُ

اور پیاسے جگر موجود ہوں بقول شاعر
باطنی مرض کے لئے کافی ہے کہ تو
شکم پری سے رات گزار دے۔

درحالیہ تیرے نواح میں ایسے جگر
موجود ہوں جو جلے ہوئے ٹکڑوں کرتے
ہوں کیا میں اس بات پر اترتا ہوں کہ
مجھے امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ اور
زمانہ کی سختیوں میں ان کے ساتھ
شریک نہ بنوں اور تنگی و عیش میں ان
کے لئے اسوہ نہ بنوں میں اس لئے
پیدا نہیں کیا گیا کہ پاکیزہ کھانے مجھے
غافل کر دیں مثل بندھے ہوئے
چوپائے کے کہ اس کا مقصد صرف گھاس
ہے یا مثل آزاد جانور کے کہ اس کا شغل
زمین کی انگوڑی چرنا ہے۔ وہ گھاس سے
او جھڑی بھر لیتا ہے اور اسے اپنا
انجام معلوم نہیں ہوتا کیا میں بلا مقصد
اور مہل وبے کار چھوڑا گیا ہوں یا اگر اہی
کی رسی پھیلانے یا سرگردانی کا
راہ اختیار کرنے کے لئے ہوں گویا
مجھے کہنے والے کہتے ہیں کہ جب ابن

بَطْنُونٌ غَرَفْتُ وَ
اَلْكَبَادُ حَرَّى كَمَا
قَالَ الْقَائِلُ

وَحَسْبُكَ ذَا اَنْ تَبَيْتَ بِبَطْنَةٍ
وَحَوْلِكَ اَلْكَبَادُ تَحِيُّ اِلَى الْقَدْرِ
وَاَقْنَمُ مِنْ نَفْسِي اَنْ يُقَالَ
اَمِيْرًا لِمَوْمِنِيْنَ وَكَأَشَارِكُهُمْ
فِي مَكَارِهِ الدَّهْرِ اَوَاكُونُ
اَسْوَةً لَّهُمْ فِي جُشُوْبَةِ الْعِيْشِ
فَمَا خَلَقْتُ لِيَشْغُلُنِي اَكْلُ
الطَّيِّبَاتِ كَالْبَهِيْمَةِ الْمَرْبُوْطَةِ
هَئِذَا خَلَعَهَا اَوَاكُونُ سَا شَغْلَهَا
تَقْتَمُّهَا تَكْرِيْشُ مِنْ
اَمْلَافِهَا وَتَلْهُوْ عَمَّا
يُرَادُ بِهَا اَوْ اَتْرَكَ سُدَى
اَوْ اَهْمَلَ عَابِثًا اَوْ اَجْرَ حَبْلٍ
الضَّلَالَةِ اَوْ اَعْتَسَفَ
حَلِيْقُ الْمَتَاهَةِ وَكَانِي
يَقَارِبُكُمْ يَقُوْلُ اِذَا كَانَ
هَذَا قُوْتُ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ
فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الصَّعْفُ

میں اس کی کروفر ختم ہو جائے گی۔
اور اس کی ہو ہماٹ جاتے گی ایسا
گڑھا ہے کہ اگر اسے کھلا رکھا جائے
اور گورکن کے ہاتھ اسے وسعت دیں
بھی تو اس کو پتھر اور ڈھیلے تنگ کر
دیں گے اور تہہ بہ تہہ مٹی اس کے
سوراخوں کو بند کر دے گی بس اپنے
نفس کو تقویٰ کی ریاضت دیتا ہوں
تاکہ خوفِ اکبر کے روز وہ امن سے
آئے اور پھسلنے کے مقامات پر ثابت
رہے۔ اگر میں چاہتا تو آسان تھا
میرے لئے کہ شہدِ خالص اور گندم
کھاتا اور ریشمی بنا ہوا لباس
پہنتا۔ لیکن ناممکن ہے کہ میری خواہش
مجھ پر غالب آجائیں۔ اور شکم پری
مجھے لذیذ کھانوں کی طرف کھینچ لے
جائے۔ شاید حجاز و یامہ میں ایسے
لوگ موجود ہوں جنہیں روٹی میسر نہ
ہوتی ہو اور انہیں سیر ہو کر کھانا
ن ملتا ہو کیا میں اپنا پیٹ بھروں۔
درحالیہ میرے ارد گرد بھوکے پیٹ

تَنْقَطُ فِي ظُلْمَةِ اَشَارِهَا
وَتَحِيْبُ اَخْبَارُهَا وَحُضْرَةٌ
لَوْ زِيْدٌ فِي فُسْحَتِهَا وَاَوْ
سَعَتْهَا يَدُ احَا فِيْهَا كَالْ
ضَغْطِهَا الْحَجْرُ وَالْمَدْمَرُ
وَسَدَفُ رُجْمِهَا التُّرَابُ الْمُرَاكِمُ
وَالنَّمَا حَيُّ نَفْسِي اَمَّا وَضْعُهَا
بِالتَّقْوَى لِتَأْتِيَ اَمْسَةً
يَوْمَ الْحَوْفِ الْاَكْبَرِ وَ
تَثْبِتُ عَلَى جَوَانِبِ الْمُنْرِ لَقِ
وَلَوْ شِئْتُ لَا هَدَيْتُ
الطَّرِيْقَ اِلَى مُصَفِّ هَذَا
الْعَسَلِ وَلِنَابِتِ هَذَا
الْقُمَحِ وَنَسَاجِ هَذَا
الْقَزِّ وَلَكِنْ هُنَّ هَاتِ اَنْ
يَغْلِبَنِي هَوَايَ وَيَقُوْدِرُنِي
الْجَشْمُ اِلَى تَخْيِرِ الْاُلْطَمَةِ
وَلِعَدَلٍ بِالْحِجَازِ وَ اَلْيَمَامَةِ
مَنْ لَا لَحْمَ لَدَا فِي الْقُرْصِ
وَلَا عَهْدَ لَدَا بِالشَّيْبِ
اَوْ اَبَيْتُ مِبْطَانًا وَحَوْلِي

الْقَوْمُ الَّذِينَ عَدُوٌّ لَهُمْ
بِمَكَرِ عَيْكَ أَيْتَ الْأَمَّةِ
الَّذِينَ فَتَنْتَهُمْ بِزَخَارِ
فِكَ هَاهُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ
وَمَضَامِينُ اللُّحُودِ وَوَاللَّهُ لَوِ
كُنْتُ شَخْصًا مَرِيئًا وَقَابًا
حَسِيًّا لَأَقَمْتُ عَلَيْكَ
حُدُودَ اللَّهِ فِي عِبَادِ
عَدُوِّهِمْ يَا لَأَمَانٍ وَ
الْقِيَتِهِمْ فِي الْمَهَارِ وَ
مُلُوكِ سَلَمَتِهِمْ إِلَى التَّلَفِ
وَأَوْرَدْتَهُمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ
لَهُمْ دُولٌ وَلَا مَصْفَاةَ هَيْهَاتَ
مَنْ وَطِئَ دُخَانُكَ ذَلِيقَ وَمَنْ
رَكِبَ لِحْجَكَ غَسِقَ وَمَنْ
إِذْ وَرَعَنَ حَبَالِكَ وَفَقَ وَالسَّلَامُ
مِنْكَ لَا يَسْبُلِي أَنْ ضَاقَ بِهِ
مَنَاحُهُ وَالْمَدْنِيَا عِنْدَ كَيْفِمْ
قَدْ حَانَ السِّلَاحُ أَعْرُجُ
عَنِّي فَنَوَالَهُ لَا أَذَلُّ لَكَ
فَتَسْتَدِ لِيَنِّي وَكَأَسْلَسُ

پھسلنے کی جگہوں سے گزریاں ہوں۔
کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے اپنی
مکاریوں سے دھوکا دیا کہاں ہیں وہ
قویم جن کو تو نے اپنی طمع ساز یوں سے
فتنہ میں ڈالا۔ وہ تو قبروں میں رہن
اور لحدوں میں گرفتار ہیں۔ بخدا
اگر تو ظاہر بظاہر دیکھنے والی چیز ہوتی
تو میں تبھ پر حد جاری کرتا۔ ان بندوں
کے بارے میں جنہیں تو نے
خواہشات سے دھوکا دیا اور
ہلاکتوں میں گرایا۔ کتنے بادشاہوں کو
تو نے برباد کیا اور مصیبت کے ایسے
گرٹھوں میں ڈالا۔ کہ وہاں دخول و
خروج کا کوئی رستہ ہی نہیں۔ پس جو بھی
تیری پھسلان پر آیا وہ پھسلے اور جو بھی
تیری موجوں پر چڑھا وہ ڈوبا اور جو
کنارہ کش ہوا تیرے جال سے وہ اچھا
رہا تبھ سے بچنے والے کو پرواہ نہیں کہ
مکان تنگ ہے کیونکہ دنیا اسے ایک
فورا گزر جانے والے دن کی طرح
معلوم ہوتی ہے۔ دفع ہو جا بخدا میں

عَنْ قَالِ الْأَقْلَابِ وَمَا ذَلَّتِ الشَّجَاعَاتِ
الْأَوَّلَاتِ الشَّجَرَةَ الْبَرِّيَّةَ أَضْلَبَ عَوْدًا
وَالرَّوَالِمِ الْخَفْرَةَ أَدَقَّ جُلُودًا وَالنَّابِتَاتِ
الْبُدْهِ مِيَّةَ أَقْوَى وَقُوْدًا وَأَبْطَاءُ
خَمُودًا وَأَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ كَالْيَمْنِ
مِنَ الصَّنَوِّ وَالذَّرَاعِ مِنَ الْعَصْدِ وَاللَّهِ
لَمْ تَطَاهَرْتَ الْعَرَبُ عَلَى
قَتَالِي لَمَّا وَلَيْتُ
عَنْهَا وَلَوْ أَمَكَنْتِ الْفُرْسُ
مِنْ بِرْقَابِهَا لَسَارَعَتْ
إِلَيْهَا وَسَاجَهْدُ
أَنْ أَطَهَّرَ الْأَرْضَ مِنْ
هَذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوسِ
وَالْجَسْمِ الْمَكْسُوسِ حَتَّى
تَخْرُجَ الْمَدْرَةُ مِنْ
حَبِّ الْمُحْصِيْدِ -
إِنِّي لِيَأْذُنِيَا فَعْبَلْتُ
عَلَى عَارِيكَ قَدْ
أَسْلَلْتُ مِنْ مَخَالِيكَ
وَأَجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ
فِي مَدَا حِفْظِكَ أَيْسَ

ابی طالب کی یہ غمراک ہے تو اسکو کمزوری
ہمسروں کی لڑائی اور بہادریوں کے مقابلہ سے
عاجز کر دیگی۔ آگاہ ہو تحقیق خشکی کے وقت کی
لکڑی مضبوط اور تروتازہ مقام کی انگوری نرم
ہو ا کرتی ہے۔ جنگل میں اگنے والی
لکڑی کی آگ زیادہ گرم اور دیر پا ہوا
کرتی ہے مجھے رسول اللہ سے وہ
نسبت ہے جو تنے سے نکلی ہوئی دو
شاخوں کو آپس میں یا ذراع کو بازو
سے ہوتی ہے۔ بخدا اگر تمام عرب بل
جل کر میرے ساتھ لڑنے پر آمادہ ہوں
تو میں پیچھے نہ ہوں گا اور اگر تمام ایران
میرے مقابلہ میں آجائے تو میں
آگے ہی بڑھوں گا۔ اور میری کوشش
ہوگی کہ زمین کو اس لئے
شخص اور ناپاک جسم سے ظاہر کر دوں
یہاں تک کہ مٹی کے روٹے خالص
گندم کے دانوں سے جدا ہو جائیں۔
دودھ ہو جا اے دنیا۔ کہ تیری
رسی تیری گردن پر ہے میں کسک چکا
ہوں تیرے پنجوں سے اور تیرے

فِي اللَّيْلِ خَمَضَهَا حَتَّى
إِذَا غَلَبَ الْكُرَى عَلَيْهَا
اِفْتَرَشَتْ أَرْضَهَا وَتَوَسَّدَتْ
كَفْيَهَا فِي مَعْشَرِ
أَسْمَرَعِيُو نَهْمُ خَوْفٍ
مَعَادِهِمْ وَتَحَابُّ عَنْ
مَصَاجِعِهِمْ جُنُوبُهُمْ وَهَنَّتْ
بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شَفَاهُهُمْ وَنَسَنَتْ
لَطُولِ اسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوبُهُمْ
أَوَّلِكَ حَزْبِ اللَّهِ الْكَرَامِ
حَزْبِ اللَّهِ هُمْ الْمُفْلِحُونَ
فَاتَّقِ اللَّهَ يَا ابْنَ حَنِيفٍ
وَتَسْكُنَ أَقْرَابُكَ يَكُونُ
عَنِ السَّارِ خَلَاصُكَ

حضرت ابن عباس سے منقول کہ میں حضرت امیر کے پاس مقام ذی قار پر پہنچا جب کہ آپ اپنے نعلین مبارک کو درست کر رہے تھے۔ فرمایا اے ابن عباس میرے اس جوتے کی کتنی قیمت ہے۔ تو میں نے جواب دیا کہ حضور اس کی تو کوئی قیمت ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جوتا مجھے تمہاری اس حکومت سے زیادہ محبوب ہے۔ جس میں قیام حق اور دفع باطل نہ ہو۔ (ہنج البلاغۃ)

نوف بقالی سے مروی ہے کہ میں نے علی کو منبر کو فر دیکھا۔ ادنی قیض پہنٹی تھی۔ اور نیام تلوار کھجور کے پتوں کا اور جوتا بھی کھجور کے پتوں کا تھا اور جین مین

لَكَ فَتَقْوِدُنِي وَائِيَسُ اللَّهُ
يَمِينًا اسْتَشِي فِيهَا
بِمَشِيَةِ اللَّهِ لَا رُؤُوسَ نَفْسِي
رِيَامَةً تَهْشُ مَعَهَا
إِلَى الْقُرْصِ إِذَا قَدَرْتُ
حَلِيهَا مَطْعُومًا وَتَقْتِنِعُهُ
بِالْمِلْهِ مَا دَوْمًا وَلَا دَعْنٍ مَقْلَتِي
كَعَيْنِ مَاءٍ تَضَبْتُ مَعِينَهَا
مُسْتَفْرَعَةً وَمَوْعُهَا اسْتَمَلِي
السَّائِبَةَ مِنْ رَعِيْسِهَا
فَتَبْرَكَ وَتَشَبَّهَ السَّرِيضَةُ
مِنْ عُشْبِهَا فَتَرَبَّخَ
وَيَا كُلُّ عَلِيٍّ مِنْ سَرَادِهَا
فِي هَجَةٍ - قَرَّتْ إِذَا عَيْنَاهُ
إِذَا اقْتَدَى بَعْدَ السَّيْنِ
الْمُتَطَاوِلِ بِالْبَهِيْمَةِ
الْبَائِلَةِ أَوِ السَّائِمَةِ
السَّرْعِيَّةِ -

حُلُوبِ لِنَفْسِ ادَّتْ إِلَى
رَبِّهَا فَرَضَهَا وَعَرَكَتْ
يَجْتَبِهَا بُوْسَهَا وَهَجَرَتْ

جھکنے والا نہیں کہ تو مجھے جھکا لے اور تیرے لئے میرا اپنے پیچھے چلا لینا آسان نہیں ہے۔ بخدا اگر اللہ نے چاہا تو میں اپنے نفس کو ریاضت کا عادی بناؤں گا کہ وہ ایک روٹی کو خوشی سے قبول کرے گا۔ جب کھانے کو مل جائے اور سالن کی بجائے نمک پر اکتفا کرے گا۔ اور اپنی آنکھ کو ایسے چشمے کی طرح کروں گا جس کا پانی خشک ہو گیا ہو یعنی آنسو ختم ہو جائیں گے۔ کیا جانور بھی اپنا پیٹ بھر کر بیٹھ جائیں اور بھیڑ بکری بھی کھیتوں میں چر کر آرام کرے اور علی بھی کھا پی کر سو جائے۔ تو پھر خوب آنکھ ٹھنڈی کی اس نے جب مدت مدیدہ کے بعد کھڑے ہو کر پشاپ کرنے والے اور کھلے کھیتوں میں چر کر پیٹ بھرنے والے جانوروں کے نقش قدم پر چلا۔ خوشا نصیب وہ شخص جس نے اپنا فریضہ خداوندی ادا کیا۔ اور سختیوں کو اپنے پہلوؤں سے کچلا

گرنے لگا۔ پس ہاتھ سے ریش مبارک کو جھاڑا کہ قریب بیٹھے ہوئے لوگوں پر قطرات ٹپکے۔ اور اس کے بعد لوگ کہا کرتے تھے کہ جن کے جسموں پر علیؑ کے آنسو کے قطر گرے ان پر آتش جہنم حرام ہے۔ (روضہ ندیہ)

رات بھر محراب عبادت میں رونا اور دن کو میدانِ حرب و ضرب میں ہنس کر دشمن اسلام کو مارنا علیؑ کی وہ سند ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ شیخ کا قول ہے کہ سوائے علیؑ کے کوئی ایسا شجاع نہیں گذر ا جو فلسفی ہو۔ (مجمع النورین)

شجاعت کا یہ عالم ہے کہ تلوار کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے جو خندق میں ہوئی۔

علم قرآن ملاحظہ ہو۔ منقول ہے کہ ایک پاؤں رکاب میں ڈالتے اور دوسرے پاؤں کے رکاب میں پہنچنے سے پہلے ختم قرآن فرماتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ملتزم کعبہ سے لے کر دروازے تک ختم قرآن کیا کرتے تھے۔

(شرح مشکوٰۃ از دہلوی)

ابن عباس کہتا ہے ایک چاندنی رات میں علیؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور عشاء کے بعد یسوع کی طرف لے گئے اور مجھے فایا قرأت کر۔ چنانچہ میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی تو آپؑ اسے اسرار بیان کرنا شروع کئے یہاں تک کہ صبح صادق طالع ہو گئی۔ (معراج الکلام) یہی وجہ تھی کہ حضرت رسالت مآبؐ متعدد بار فرماتے تھے۔ لے لوگو میں تم میں دو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اپنی عترت اہل بیتؑ۔ اگر ان دونوں سے تم کا پڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر اکٹھی وارد ہوں گی۔ جنگ جمل میں علیؑ نے اپنے غلام مسلم کو قرآن دے کر بھیجا اور اس کو شہید کیا گیا تو آپؑ نے جنگ شروع کر دی اور جنگ صفین میں جب قرآن

پر محراب نمایاں تھا۔

مروئی ہے کہ مدینہ میں حضورؐ کا ایک کھیت تھا کہ بال بچوں کی خوراک کا دانہ آتا وہیں سے آتا تھا۔ ایک دن حضرت باغ میں پانی دے رہے تھے کہ ایک عرب آیا اور اس نے روٹی کا سوال کیا۔ اور وہ حضرت کو پہچانتا نہ تھا۔ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ روٹی کا برتن فلاں درخت کے نیچے ہے وہاں سے اٹھا کر کھالو۔ وہ آیا اور غرا نیچے کو کھولا لیکن روٹی نہ کھا سکا۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اگر روغنی لذیذ کھانا کھانا چاہتا ہے جس سے تیرے دانتوں کو دکھ نہ ہو تو مدینہ میں حسن بن علیؑ کے دو لنگہ پر جاؤ وہاں دسترخوان بچھا ہے لذیذ کھانا ملے گا وہاں امیر و غریب ہر ایک یکساں طور پر کھاتا ہے کسی کو روکاؤٹ نہیں۔ وہ اعرابی پوچھتا ہوا امام حسنؑ کے مکان پر حاضر ہوا۔ روٹی لائی گئی اور ایسی غذائیں تھیں جو دل کو لبھاتی اور آنکھوں کو بھاتی تھیں۔ ایک حلوہ کی پلیٹ بھی سامنے رکھی تھی۔ وہ ایک لقمہ کھاتا اور دوسرے کو آستین میں رکھتا جاتا تھا۔ امام حسنؑ نے فرمایا اے عرب توجیب تک اس شہر میں مقیم ہے صبح و شام یہاں آکر کھانا کھانا اور اگر کوئی رفیق سفر ہے تو اس کو بھی ہمراہ لانا۔ یہ ذخیرہ کیوں کرتا ہے عرض کی حضور! میں نے باغ میں ایک باغبان کو جو درختوں کو سیراب کر رہا تھا دیکھا ہے اس نے اپنی روٹی دکھائی وہ اس قدر خشک تھی کہ میں نہ کھا سکا۔ اس نے ہی مجھے آپؐ کے دسترخوان کی نشاندہی کی ہے۔ بس یہ روٹی اور حلوہ اسی کے لئے جمع کر رہا ہوں۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا۔ وہ میرا بااعلیٰ تھا اور لذات دنیا کو انہوں نے خود ہی ترک فرمایا ہے۔ (مجمع النورین)

حضرت علیؑ ہیں صفاتِ اضداد جمع تھیں۔ مثلاً خوفِ خدا اور شجاعت جمع نہیں ہوتی۔ لیکن مروئی ہے کہ جنگ نہروان کے بعد حضرت امیرؑ منبر پر تشریف لائے۔ اور حمد و ثنا پروردگار کے بعد اس قدر روئے کہ ریش مبارک تر ہو گئی اور پانی

ایک بلاخانہ میں بیٹھا تھا۔ پس یہ آیت پڑھی۔ اُمّ حَبِیْبَت۔ الخ۔ پس میرے رونے لگے کھرے ہوئے اور بول اٹھا۔ بے شک لے فرزند رسول آپ کا سر زیادہ عجیب ہے۔ (ارشاد)

جب ابن زیاد ملعون نے سرپاک سے بے ادبی کا ارادہ کیا تو ابن زیاد کے منہ پر اس عمل کی وجہ سے آگ نے حملہ کیا اس ملعون نے فرار کیا تو سرپاک سے آواز آئی اِنْ نَزَرْتَ مِنْ نَارِ الدُّنْيَا اِنَّ الْمَقْصَدَ مِنْ نَارِ الْآخِرَةِ۔ اگر دنیا کی آگ سے بھاگے تو آخرت کی آگ سے کہاں بھاگے گا۔ (مجمع النورین)

کوفہ میں جب ایک درخت پر آویزاں کیا گیا تو یہ آیت پڑھ رہے تھے وسیعہ المذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے نوک نیزہ پر سرپاک کو یہ آیت پڑھتے سنا ہے سَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (مشیر الاحزان) ایک شامی سے روایت ہے کہ میں ان کافروں کینوں کے ہمراہ تھا جو اسیروں اور قیدیوں کو دمشق لے جا رہے تھے۔ جب نصرانیوں کے دیر پر پہنچے تو ان میں یہ بات چل پڑی کہ نصر خزاہی ایک لشکر گراں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے والا ہے اور اسیروں اور قیدیوں کو چھین لے گا اور ان کے جوانوں کو ہمارے کو قتل کر ڈالے گا۔ پس اس پریشانی میں امراء لشکر نے فیصلہ کیا کہ اس رات دیر کو اپنے لئے پناہ بنایا جائے کیونکہ وہ ہر طرف سے محفوظ ہے۔ پس شمر اور اس کے ساتھیوں نے دروازہ دیر پر آواز دی تو ان کا بڑا پارہری باہر آیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابن زیاد کے فوجی ہیں اور شام جا رہے ہیں پادری نے پوچھا کہ واقعہ کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ ایک شخص نے یزید بن معاویہ پر فوج کشی کی تھی۔ پس ان کو قتل کیا گیا ہے اور ان کے سر اور عورتیں یزید کی طرف بھیجے جا رہے ہیں۔ جب اس پادری نے حسینؑ کے سر کی طرف دیکھا تو ایک نورِ سلطانی

کو بلند کیا گیا تو جنگ کو موقوف کر دیا۔ بقول مؤرخین حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے ایک رات کی مہلت تلاوت کتاب خدا کے لئے مانگی تھی۔

روز عاشور جب دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر تلے ہوئے ہیں۔ تو قرآن کو کھول کر سر پر رکھا اور باواز بلند فرمایا۔ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرا نانا ہے اے قوم میرے خون کو کیوں تم نے حلال سمجھا ہے۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں کیا میرے اور میرے بھائی کے متعلق میرے نانا کا فرمان تم نے نہیں سنا کہ دو فوجت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اگر میری بات پر باور نہ ہو تو جابر بن عبد اللہ۔ زید بن ارقم اور ابو سعید خدری سے پوچھ لو۔ کیا جعفر طیار میرا چچا نہیں۔

(تذکرہ خواص الامۃ)

نوک نیزہ پر قرآن کا پڑھنا اور چند اشخاص سے ہم کلام ہونا۔ سہل سے روایت ہے۔ باب بنی خزیمہ پر انہوں نے توقف کیا۔ سر مبارک ایک لمبے نیزہ پر تھا اور سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُمّ حَبِیْبَت اَنْ اَصْحَابُ اَنْتَکَ هُمْفِرُ وَاللَّتِ قَبِیْمٌ اللہ تک پہنچا تو میں رویا اور عرض کی یا بن رسول اللہ بے شک تیرا سر زیادہ عجیب ہے۔ پھر میں بے ہوش ہو کر گر گیا اور مجھے اس وقت افاقہ ہوا، جب آپ سورہ کہف ختم کر چکے تھے۔

زن خولی سے مروی ہے کہ میں طلوع فجر تک سرپاک سے قرآن سنتی رہی، اختتام پر یہ آیت پڑھی وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔ پھر میں نے سر کے آس پاس ایک آواز سنی اور سمجھا کہ یہ ملائکہ کی تسبیح کی آواز ہے (ابو مخنف)

صبح ہوئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ سرپاک کو کوفہ کی گلیوں میں پھرایا جائے اور ہر محلہ میں لے جایا جائے۔ زید بن ارقم کہتا ہے میرے پاس سے گزرتوں میں

میں سے ہے۔ جن کی خدا نے تورات و انجیل میں تعریف کی ہے۔ تجھے فضیلت حاصل ہے کیونکہ دنیا و آخرت کی بنی آدم کی سردار مستورات تجھے رونے اور پیٹنے والی ہیں۔ میں تجھے پہچانا چاہتا ہوں۔ تیرا نام کیا ہے اور تو کون ہے؟ تو بقدرت خدا سر سے آواز آئی۔ انا المظلوم۔ انا المہوم۔ انا الذی لبیض المدوان قتلت۔ انا الذی بحرب اهل البغی ظلمت۔ انا الذی علی غیر مجرم نہبت۔ انا الذی عن الاهل والاوطان بعدت۔ صاحب دیر نے عرض کی۔ اے سرپاک تجھے خدا کی قسم۔ وضاحت فرمائیے۔ پس آواز آئی۔ اگر میرا حسب نسب دریافت کرنا چاہتا ہے تو انا ابن محمد بن المصطفیٰ۔ انا ابن علی المرتضیٰ۔ انا ابن فاطمة الزہراء۔ انا ابن خدیجۃ الکبریٰ۔ انا ابن العروۃ الوثقیٰ۔ انا شہید کربلا۔ انا قتیل کربلا۔ انا مظلوم کربلا۔ انا عطشان کربلا۔ انا ظمآن کربلا۔ انا غریب کربلا۔ انا وحید کربلا۔ انا سلب کربلا۔ انا الذی خذ لونى الکفرۃ بارض کربلا۔

جب صاحب دیر نے سرپاک سے یہ آواز سنی تو اپنے شاگردوں کو جمع کیا اور واقعہ بیان کیا۔ وہ کل سترہ آدمی تھے۔ گریہ و بکا کی آواز ان میں بلند ہوئی۔ سروں سے عمامے اتارے اور گریبان چاک کر ڈالے اور حضرت سجاد کی خدمت میں حاضر ہو کر فعل یہود و نصاریٰ سے تائب ہوئے اور اسلام لاکر اذن جہاد کے طالب ہوئے آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو ان سے انتقام لینے والا عنقریب آجائے گا (دومہ ساکیہ)

مجلس نیر میں سرپاک نے یہ آیت مجیدہ پڑھی۔ ویب علمہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

غلاب شام میں ایک شخص تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا جب آیہ ام حنین

تھا جو آسمان تک پہنچتا تھا تو اس کے دل میں اس کی ہیبت پیدا ہوئی تو کہنے لگا۔ ہمارے دیر میں تم سب کی جگہ نہیں ہے۔ صرف سروں اور قیدیوں کو اندر بھیج دو۔ اور خود باہر ان کا پہرہ دو۔ اگر کوئی دشمن آئے تو اس سے خود لڑو، اور سروں اور قیدیوں کا فکر مت کرو۔ ان کو یہ بات پسند آئی۔ پس سرپاک ایک صندوق میں مقفل کیا اور قیدیوں سمیت دیر میں بھیج دیا۔ پھر پادری نے سرپاک کو دیکھنا چاہا۔ اور جس کمرہ میں صندوق تھا اس کے ارد گرد نظر دوڑانی شروع کی۔ آخر اس کے روشن دان سے جو نگاہ کی توجہ کہ نورانی پایا اور معلوم ہوا کہ چھت شکافہ ہوئی اور آسمان سے ایک تخت اتر جس پر ایک عورت بیٹھی تھی اور دیکھا چند اور عورتیں نکلی ہیں۔ معلوم ہوا حوا، صفیہ، ہاجرہ، راجیل اور مادر موسیٰ اور آسیہ اور مریم اور رسالت ماہک کے حرم ہیں۔ پس انہوں نے سرک صندوق سے نکالا اور ہر عورت نے باری باری اس کو بوسہ دیا۔ جب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی باری آئی تو ان پر غش طاری ہوا اور صاحب دیر بھی بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس کو نظر کچھ نہ آتا تھا صرف آواز سنائی دیتی تھی۔ کہ ایک بی بی کی آواز آتی تھی۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا قَتِیلَ الْاَئِمَّةِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَظْلُوْمَ الْاِمَّةِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَہِیدَ الْاِمَّةِ۔

بیٹا تیرے سر اور بدن کو کس نے جدا کیا۔ بیٹا تجھے کس نے ظلم سے قتل کیا۔ بیٹا تیرے پردہ داروں کو کس نے اسیر کیا۔ بیٹا تیرے بچوں کو کس نے یتیم کیا۔ پھر اس نے سخت رونا شروع کیا کہ صاحب دیر پر پھر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب اتفاق ہوا تو نیچے اتر اور صندوق کو توڑ کر سر باہر نکالا اس کو غسل دیا وضو کیا۔ کا فور مسک اور زعفران کے ساتھ اور اپنے قبلہ کی جانب رکھ کر رونا شروع کیا اور عرض کی۔ اے بنی آدم کا سردار۔ اے جمیع خلق خدا سے برتر میں سبھتا ہوں کہ تو ان لوگوں

۶، قلب نبی پر نزول تاکہ لوگوں کو تعلیم دے۔

۷، نزول قرآن ترتیب وار تلاوت کے لئے۔

۸، ہر شب قدر امام وقت کے پاس نزول ۹، سامعین کے کانوں پر نزول ۱۰، قارئین کی زبان پر نزول ۱۱، صفحات کا غرہ پر نزول ۱۲، دلوں پر نزول ۱۳، یوم قیامت ایک شکل خاص میں۔

۱۴، جنت میں منزل جبکہ اس کے قاری کو کہا جائے گا۔ پڑھنا جا اور پڑھنا جا۔ یہ روایات مختلفہ کا حاصل ہے۔ ان منازل کی مزید تحقیق ہم نے اپنی کتاب روایات الجنات میں کی ہے۔ خدا توفیق اتمام دے۔

اسی طرح امام حسینؑ کی فضائل و مصائب کی چودہ چودہ منزلیں ہیں۔

۱، خلقت نوری ۲، عرش کے ساتھ تعلق اور اس کی متعدد حالتیں ہیں ۳، جنت سے تعلق کی منزل اور اس کی کئی حالات ہیں۔ مثلاً غمرہ جنت ہونا یا نہ ہونے کے کانوں کی بالیوں کی شکل میں علی ہذا ۴، اصلا ب شامخ میں نور ہونا ۵، ارحام مطہرہ میں خصوصاً شکم مادر میں فرمائی ہیں جب سے حسینؑ میرے شکم میں آیا شب تاریک میں مجھے چراغ کی ضرورت نہ رہی ۶، لباد حور کے ہاتھوں پر جو کہ آپ کی دایہ تھی ۷، رسولؐ کے جسم کی منزل۔ کندھے پر گردن پر۔ سینے پر پشت پر اور گود میں اور ہر ایک کی جدا جدا کیفیتیں ہیں جو اپنے محل میں مذکور ہیں بلکہ رسولؐ کے اعضاء کو حسینؑ کے جسم سے کئی تعلقات و منازل ہیں۔ رسولؐ کی زبان کی منزل حسینؑ کا منہ ہونٹوں کی منزل حسینؑ کے جسم کے متعدد اعضاء۔ جبین۔ گردن اور یہ عموماً نفی اور ناف کے اوپر ۸، زہرا کا سینہ ۹، علی کے ہاتھ کہ جب اٹھاتے تھے تو رسولؐ کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے میں تلواروں کے مقامات پر بوسہ دیتا ہوں اور وہاں ہوں ۱۰، ہر جبرئیل ۱۱، منبر رسولؐ کو سوائے حسینؑ کے رسولؐ کے ہمراہ منبر رسولؐ پر کوئی نہیں

نیک پہنچا تو سر مطہر سے آواز آئی کہ اصحاب کھف کے قصہ سے میرا قتل و لوگ نیزہ پر بلند ہونا زیادہ عجیب ہے۔

لہو ف میں ہے یزید نے حضرت سجاد سے کہا کہ اپنی تین حاجات مجھ سے طلب کر دو۔ آپ نے فرمایا ۱، ہمارا جو مال ٹوٹا گیا ہے وہ واپس دلایا جائے ۲، اگر مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو مستورات کے ہمراہ ایسے شخص کو بھیج جو انہیں حرم پیغمبر تک پہنچا دے۔ ۳، مجھے اپنے بابا کے سر پاک کی زیارت کرا۔ تاکہ میں اس سے وداع کر لوں۔ یزید نے کہا۔ باقی باتیں ہوں گی لیکن اپنے بابا کے سر کو نہ دیکھو گے اس وقت سامنے کے کمرہ میں سر مطہر ایک طشت میں رکھا ہوا تھا۔ سجاد نے فرمایا۔ مکیہ تو سمجھتا ہے کہ میں بابا کے سر کو نہیں دیکھوں گا۔ پس اٹھے اسی کمرہ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا السلام علیکم یا اباہ پس دروازہ خود بخود کھلا اور سر مبارک سے رومال پٹا اور سر کو جنبش ہوئی اور جواب دیا۔ علیک السلام یا ولدی وقوة عینھا صبر علی ما اصابک فان الله مع الصابین تیرے اوپر سلام ہو اے فرزند میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہر مصیبت پر صبر کر دیکھو کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ (مجمع النورین)

قرآن مجید کی چودہ منزلیں ہیں اول حدوث سے لے کر جنت تک۔

۱، اس کے حدوث و ایجاد کی منزل لوح محفوظ ہے جو ایک جسم خاص ہے یا بقولے ایک فرشتہ ہے۔

۲، قلب اسرافیل جو لوح پر نظر رکھتا ہے۔

۳، قلب میکائیل جب اسرافیل اس پر تلاوت کرے۔

۴، قلب جبرئیل جب میکائیل اس پر تلاوت کرے۔

۵، بیت المقد میں اس کا بیت المعمور پر نازل ہونا۔

میں نے یہاں رہنا ہے (۵) میدان حرب: ضرب میں نزول (۶) مقام قتل گاہ جس کے متعلق فرماتے تھے کہ میری قتل گاہ میرے لئے نعمتیں کی جابجی ہے۔ پس سات دن وہاں پشت زمین پر قیام فرمایا اور پھر اس کے بعد بطن کی طرف منتقل ہوئے جہاں آپ کی ضریح مقدسہ ہے (۷) سر کی منزل لگیا رہیوں کی رات خوبی کے گھر اور عام شہر یہ ہے کہ تنور میں قیام ہوا۔ (۸) مجلس ابن زیاد میں ایک طبق میں قیام درحالیکہ وہ ملعون خوشی سے ہنس رہا تھا اور شاید غیزران کی چھڑی سے اس کا ہنسنا زیادہ تکلیف دہ تھا (۹) کوفہ میں ایک درخت پر منزل جبکہ وہاں لٹکایا گیا (۱۰) کوفہ شام کے درمیان کبھی نوک نیزہ پر اور کبھی صندوق میں راستہ میں متعدد منزلیں تھیں اور اب تک ہر منزل پر آپ کے نشانات پائے جاتے ہیں (۱۱) دیر راہب (۱۲) طشت طلا میں یزید کے سامنے اور یہاں مصائب کا ہجوم تھا جن کی تفصیل کہیں آجائے گی (۱۳) یزید کے دروازہ پر جسے زوجہ یزید ہند بھی برداشت نہ کر سکی اور وہ بے تابانہ کھلے سر یزید کے دربار میں آگئی اور کہنے لگی اوملعون! حسین بن فاطمہ کا سر تو نے میرے دروازہ پر آویزاں کر دیا۔ پس یزید اٹھا اور اس کے سر پر برقعہ دیا اور واپس گھر پہنچایا اور حکم دیا کہ سر کو وہاں سے اتار لیا جائے اور ہند کوفہ زہر رسول پر گریہ و بکا کی اجازت دی (۱۴) شہر دمشق کے دروازہ پر یہاں تک کہ حضرت سجاد برداشت نہ کر سکے اور بول اٹھے کیونکہ جب سر مطہ کو طشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا گیا تھا اور یزید پلید خیزران سے بے ادبی کرتا تھا اس وقت حضرت سجاد دیکھ رہے تھے لیکن ضبط کر رہے تھے لیکن جب شہر شام کے دروازہ پر لٹکا ہوا دیکھا تو ضبط نہ ہو سکا اور فرمایا یزید امانت سستی ان یکنون راس ابن فاطمہ مصلوبا علی باب مدینتکم وهو دلیعۃ رسول اللہ۔ اے یزید تجھے شرم نہیں آتی کہ فاطمہ کے لعل کا سر تمہارے شہر کے دروازہ پر لٹکا ہوا ہے حالانکہ وہ رسول کی

سوار ہوا مگر ایک دفعہ حضرت علی جبکہ مقام غدیر میں ان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا لیکن حسین کو کوئی مرتبہ گود میں لیا اور لوگوں سے تعارف کرایا پھر اس کے قاتل پر لعنت بھیجی اور پھر تمام مومنین کو حسین سونپا۔ گویا حاضرین مجلس بھی اس مرتبہ میں شریک ہیں جب کہ آپ نے فرمایا تھا۔ اللہم اکتو دعلک صالح العوین پس لوگ رونے لگے تو آپ نے فرمایا۔ روتے تو ہو لیکن مدد نہ کرو گے۔ اب میں بھی کہتا ہوں کہ تم یہ حدیث سنتے تو ہو لیکن رونے نہیں ہو (۱۲) قلب نبی کی منزل (۱۳) بوقت شہادت سینہ رسول کی منزل۔ کیونکہ اس وقت حضور کا سر اپنے نانا کے سینے پر تھا۔ جناب رسالت مآب اس وقت حیرت سے رو رہے تھے اور حسین کی روح پرواز کر رہی تھی اور آپ فرماتے تھے یزید کو مجھ سے کیا مطلب خدا یزید سے برکت سلب کرے۔ پس جسد امامت سے روح نے پرواز کی (۱۴) مومنوں کے دلوں کی منزل کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا۔ ان کے دلوں میں حسین کی محبت مکنون ہو گی۔ اپنے دلوں میں نگاہ کیجئے واقعی اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ فرمایا۔ یہ تھیں حسین کے فضائل کی چودہ منزلیں۔ اب ذرا حسین کے مصائب کی چودہ منزلیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱، مدینہ سے روانگی کے عرض کر رہے تھے کہ اللہ میں تیرے نبی کی عزت ہوں اور نانا سے عرض کی۔ میں تیری شہزادی کا بیٹا حسین ہوں۔ امت نے مجھے بے ناصر چھوڑا اور انہوں نے مجھے ضائع کر دیا ہے۔

۲، مکہ میں منزل جو انسان حیوان طبع و وحش بلکہ شجر و نبات کے لئے بھی امن کا مقام ہے لیکن وہ بھی ان کے لئے جائے خوف بن گیا کیونکہ وہ یہاں بھی ان کے قتل کا ناپاک ارادہ کرتے تھے (۳) مکہ سے کوفہ تک کا سفر جن میں کئی منزلوں پر نزول اجلال فرمایا (۴) بقصد قیام کربلا میں منزل کشتربانوں کو فرمایا کہ اب چلے جاؤ

گیارہویں مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ
صادقین کے ساتھ ہونے سے مراد ان کی اطاعت و پیروی ہے نہ کہ پاس

بیٹھنا۔

اطاعت کے لئے جزئی امور کی معرفت ضروری ہے اور ان کے احکام کا دریافت کرنا ضروری ہے جو بغیر سوال کے حاصل نہیں ہو سکتے اور مسائل شرعیہ دائرہ بہت کچھ وسیع ہے۔ چنانچہ زرارہ نے ایک مرتبہ حضرت صادق آل محمد کی خدمت میں عرض کی اے فرزند رسول! میں آپ پر فدا ہوں چالیس سال سے میں آپ سے مسائل ج دریافت کر رہا ہوں اور آپ فتویٰ دیتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس گھر کی حج حضرت آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے شروع ہوئی ہے تو چاہتا ہے کہ اس کے مسائل چالیس برس میں ختم ہو جائیں؟

اعتقادات و اصول کے بعد تمام فروع دین میں سے نماز کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ باقی تمام اعمال کی مقبولیت کا معیار نماز ہے۔ پس نماز کا درست پڑھنا تمام اعمال کی صحت و درستی کے لئے از حد ضروری ہے اور اس میں کوتاہی کرنا بالکل ناجائز ہے۔

حماد کہتا ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے حماد کیا تو نماز درست پڑھ سکتا ہے؟ میں نے عرض کی حضور! حریز کی کتاب صلاۃ مجھے یاد ہے۔ آپ نے فرمایا اس میں حرج کوئی نہیں اٹھ کر میرے سامنے نماز پڑھو پس میں نے قبلہ رو ہو کر نماز شروع کر دی اور رکوع سجدہ تمام کیا آپ نے فرمایا اے حماد تجھے نماز پڑھنا نہیں آتی اور کس قدر بڑی بات ہے کہ انسان کی ساتھ ستر برس

امانت تھے اس کے بعد جنت و عیش میں حسین کی منازل خاص ہیں۔ اور درجات زفیہ ہیں۔ (مختصر از خصائص)

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

میں کہتا ہوں۔ منازل مصائب میں سے تخت یزید کے زینے پر جو حسین کو مقام ملا وہ غالباً سب سے زیادہ المناک تھا۔ تختِ طلا میں حسین کا سر ہوا اور اس کے قرب جام شراب ہو یزید کے ہاتھ میں خیزران کی چھڑی ہو ایک طرف دندان مبارک پر چھڑی سے ظلم کرتا رہا ہے اور دوسری طرف جام شراب سے گھونٹ گھونٹ پی کر باقی کو امام مظلوم کے سراقہ میں دالے طشت میں پھینک کر گستاخانہ لہجہ میں پوچھا کیا تیرے نانائے یہی شراب حرام کیا تھا یہ ظلم دیکھ کر تمام سادائیاں رونے لگیں چنانچہ دوسرے سبکہ میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اس وقت جنابِ فاطمہ بنت حسن اٹھائے ہوئے تھے مائ کو روٹا دیکھ کر شہزادے نے گریہ کی وجہ پوچھی تو بی بی نے بچشم گریان طشتِ طلا کی طرف اشارہ کر کے وضاحت کی پس ماں کے ہاتھوں پر بلند ہو کر امام محمد باقر علیہ السلام نے یزید کو جھڑک کر تمام حجت کی اور اپنا مقام واضح فرمایا کہ تمام حاضرین میں گریہ پیا ہوا۔

کہتے ہیں جب دربار میں بیسیوں کو کھڑے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو سفیرِ روم نے یزید سے پوچھا کہ ان عورتوں کا وارث کوئی نہیں ہے کہ کافی دیر سے دربار میں کھڑی ہیں تو اس ملعون نے جواب دیا کہ ان کے مرنے کا سبب مارے گئے ہیں اور یہ قیدی ہیں تو سفیرِ روم نے کہا، اے یزید! ان چھوٹے بچوں پر تو دم کرو کہ کافی دیر سے کھڑے ہونے کے باعث ٹھک گئے ہیں۔

عمر ہو جائے اور ایک نماز بھی صحیح ادا نہ کر سکے۔ حاد کہتا ہے۔ میں اپنے جی میں نہایت شرمندہ ہوا اور عرض کی حضور! آپ مجھے تعلیم فرمائیں تو حضور خود قہر رو کھڑے ہوئے اور خود پڑھ کر مجھے نماز کا طریقہ سکھایا (الحديث)۔

جس طرح تمام لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ ادنیٰ۔ اوسط۔ اعلیٰ۔ اسی طرح تمام امور جزئیہ شریعہ کے بھی تین مراتب ہیں۔ عام۔ خاص اور خاص الخاص۔ نماز عام تو وہی ہے جس میں شرائط واجبات موجود ہوں اور مہلات سے خالی ہو اور نماز خاص جو مقبولات خاص سے روکنے والی چیزوں سے بڑا ہو۔ مثلاً حسد۔ بخل۔ غیبت وغیرہ اور اسباب مقبولیت موجود ہوں مثلاً تقویٰ۔ معرفت اور ظاہر میں اس کے کمال کے وجوہ پائے جائیں جیسے اذان۔ اقامت۔ جماعت۔ مسواک وغیرہ اور نماز خاص الخاص وہ ہے کہ ان تمام امور کے علاوہ خدا کی طرف توجہ ہو اور اس توجہ کے بھی کئی مراتب ہیں اور اس کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ سمجھے کہ میں کس ذات سے ہمکلام ہو رہا ہوں اور اس سے بلند مرتبہ ہے کہ غیر از خدا ہر چیز سے بے خبر ہو کہ لوگ تیرے پاؤں سے نکالی جائے اور اس کے خیال میں تبدیلی نہ آئے۔

روزہ عام۔ وہ روزہ جو تمام ان چیزوں سے بچے جن سے روزہ باطل ہوتا ہے اور روزہ خاص تمام اعضائے بدن کا روزہ شرعی گناہوں سے بچے۔ اور روزہ خاص الخاص کہ دل بھی روزہ دار ہو ناحق امور سے۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ نے مناجات میں عرض کی پروردگار! مجھے اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کی زیارت نصیب کر خطاب ہوا کہ فلاں مقام پر جاؤ۔ وہاں میرا ایک دوست ہے۔ وہاں پہنچے دیکھا ایک عورت نابینا ہاتھ پاؤں سے معذور ہے جس کے اوپر کھیاں جمع ہیں۔ لیکن زبان پر ذکر خدا جاری ہے اور شکر گزاری میں مشغول ہے۔ آپ نے آگے بڑھ کر سلام

کیا تو اس عورت نے جواب میں کہا وعلیک السلام یا روح اللہ! آپ نے فرمایا۔ اے عورت تو نے کبھی دیکھا نہیں۔ پھر یہ کیسے پہچاننا کہ میں عیسیٰ ہوں۔ عورت نے جواب دیا کہ جس دوست نے تجھے میرا پیٹلہ اس نے مجھے بھی بتایا ہے۔ فرمایا اے عورت نہ تیری آنکھ نہ ہاتھ نہ پاؤں پھر شکر کو فسی نعمت کا کرتی ہے؟ عورت نے جواب دیا۔ بحمد اللہ۔ دل ذاکر زبان شاکر اور جسم صابر مجھے خدا نے عطا فرمائے اور شکر کرتی ہوں کہ گناہ میں پڑنے کے ذرائع اس نے مجھ سے لے لئے ہیں۔ اگر آنکھ ہوتی تو نا محرم پر نگاہ پڑتی۔ اگر ہاتھ ہوتے تو لقمہ حرام کی طرف بڑھتے اگر پیر ہوتے تو لذت دنیاوی کی طرف بڑھتے یہ نعمت جو خدا نے مجھے دی ہے کسی کو نہیں دی حضرت عیسیٰ نے پوچھا اس جگہ اس حالت میں تیری خبر گیری کون کرتا ہے؟ جواب دیا کہ وہ ذات جس نے ساتوں آسمانوں کو بلاستون کھڑا کیا ہے۔ فرمایا تیری کوئی خواہش بھی ہے؟ جواب دیا ہاں ایک لڑکی ہے جواب بالغ ہو چکی ہے دل میں بعض اوقات اس کا فکر رہتا ہے۔ پس خدا سے دعا طلب کرتی ہوں کہ مجھ سے غم دور کرے تاکہ صرف اس کی طرف توجہ کرے۔ اور کسی طرف دل متوجہ نہ رہے حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں۔ جب تھوڑی دور راہ چلا دیکھا ایک لڑکی پڑی ہے جس کو شیر نے چھاڑ کھایا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ سبحان اللہ اس عورت کی یہ مراد بھی پوری ہو گئی

حسن لبری کہتا ہے ایک شب میں مسجد الحرام میں تھا اور چاہتا تھا کہ لوگ چلے جائیں اور میں طواف کروں اور یہ رات میری عبادت خاصہ کی رات ہو۔ میں نے سنا کہ ایک آدمی اپنی مناجات میں کہہ رہا ہے

يَا ذَا الْمَعَالِ مَلِكًا مُّتَعَمِّدًا
طَوْبًا لِّعَبْدٍ كُنْتُ مَسْلُوكًا
اے بلند یوں کا مالک تجھ پر ہی میرا
بھروسہ ہے طوبی! اس بندے کیلئے

تمام اعمال۔ افعال۔ اقوال و آرا کے تین مراتب ہیں اور اس طرح زیارۃ الشہداء اور بکار مظلوم ان کے بھی تین مراتب ہیں۔ عزاداری کی ایک قسم یہ ہے کہ ہم اور تم قائم کرتے ہیں۔ اور ایک قسم وہ تھی جو حضرت سجاد کرتے تھے کہ چالیس سال برابر اپنے باپ کے غم میں گریہ کیا۔ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں بسر کرتے تھے اور حضرت رباب بھی عزاداری کر گئیں کہ مولا حسینؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں اور اسی درد سے عالم فانی سے کوچ کیا اور حسین کے بعد سایہ پر نہ بیٹھیں۔

(تذکرہ خواص الامۃ)

اور ایک عزاداری کی قسم یہ ہے جو سید المرسلینؐ کر گئے۔ جو یہ الشہداء پر روتے والوں میں سے گویا اعظم الباکین ہیں۔ وہ مظلوم کی ولادت کے وقت روئے اور آخری وقت بھی فرمایا۔ مَلَأَ وَيَزِيدُكَ اللَّهُ فِي يَزِيدُ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

(اقول) بیشک مولا مظلوم کی عزاداری جو جناب فاطمہؑ نے کی ہے اس کی برابری نہیں ہو سکتی بلکہ آج تک محو گریہ ہیں منقول ہے کہ قبر میں بھی چین سے نہیں بلکہ حضرت حسنؑ مجتبیٰؑ کی زہر آلود قمیص ایک کندھے پر اور حضرت حسینؑ کا خون آلود کرتہ دوسرے کندھے پر رکھ کر کبھی بیٹھ جاتی ہیں اور باہا کی قبا کی طرف منہ کر کے فریاد کرتی ہیں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ نے ہر اس مقام پر گریہ کیا ہے جہاں جہاں اس کی اولاد کو ظلم و تم کا نشانہ بنایا گیا۔ پس کر بلا میں روئیں کوفہ کے بازاروں میں روئیں خولی کے تنہ پر آ کر ماتم کیا۔ دروازہ شام کے پاس روئی رہیں حتیٰ کہ ایک دفعہ دروغہؑ نے حضرت عباد سے عرض کی کہ رات کو مکان کا دروازہ بند کرنے سے پہلے پیسوں اور بچوں کو سنبھال لیا کرو کیونکہ چند راتوں سے میں سنتا ہوں کہ دروازہ کے پاس ایک بی بی ساری رات روئی ہے آپ نے رو کر جواب دیا کہ اے دروغہ میری داری جناب فاطمہؑ ہیں۔

طَوَّعَ لِمَنْ بَاتَ خَائِفًا وَجَبَلًا
جس کا تو مولا ہو، طرب بی اس کے لئے
يَشْكُو إِلَى ذِي الْجَلَالِ بَلَوًا
جبرأت خوف میں گذارے کہ اپنے
إِذَا خَلَا فِي الظُّلَامِ مُبْتَهَلًا
ذوالجلال سے کرے۔ جب تاریکی
أَكْرَمَهُ دَبُورًا وَلَسَاءَ
میں عجز و انکساری سے پکارے
تو اس کا رتبہ اس کا اکرام کرے اور اسے جواب دے۔

پس میں نے سنا کہ خانہ کعبہ کے اندر سے جواب آیا۔

بَيْتُكَ بَيْتُكَ أَنْتَ فِي كَنْفِي
بیک بیک تو میری حفاظت میں
وَكُلِّ مَا قُلْتَ قَدْ سَمِعْنَاهُ
ہے اور تو نے جو کچھ کہا ہے ہم نے
صَوْتِكَ لَشْتَا قَدْ مَلَأَ سِكْنِي
سن لیا تیری آواز کے میرے ملائکہ
وَعُذْرُكَ الْكَلِيلُ قَدْ قَبِلْنَاهُ
شائق ہیں آج شب تیرا عذر مقبول
سَلَامٌ بِأَدْحَشْمَةٍ وَكَأَنَّ هَبِ
ہے بلا خوف و ہراس مانگ۔ اور
وَلَا تَخَفْ إِنْ أَنَا اللَّهُ
ڈر نہیں میں ہی تیرا رب ہوں

میں نے تعجب کیا کہ یہ کون ہے جس کا مقام اس قدر بلند ہے کہ خدا جواب میں بیک کہتا ہے۔ میں نے ڈھونڈنا شروع کیا۔ دیکھا ایک شخص گوشہ مسجد میں سر بسجود ہے میں نے جانا کہ مناجات کرنے والا ہی تھا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت امام حسینؑ ہے۔ مسلمانو! وہی حسینؑ جس کی آواز کے فرشتے شائق اور خدا جس کی آواز پر بیک کہتا تھا۔ آج روز عاشور ہل من ناصر ی نصرنا کی آواز بلند کرتا ہے۔ اور اس کو جواب دینے والا کوئی نہیں ہے۔ ہاں اس کا بیمار فرزند بستر بیماری سے تڑپ کر اٹھا اور صدائے بیک بلند کی۔

(مجمع النورین)

بارہویں مجلس

کونو امع الصادقین

علیؑ وہ ہے کہ عالم لاہوت و تجرد میں اور عالم ناسوت و مادیت میں اس کا
مقابل کوئی نہیں۔ پس یہی ہیں صادقین کا مصداق واقعی ۔ ۔ ۔ سلمان سے
مروی ہے کہ جناب رسالت اکبؐ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ خلقت آدم سے چار ہزار
برس پہلے ایک نور تھے۔ پس جب خدا نے حضرت آدمؑ کو خلق فرمایا تو اس نور کو
دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک حصہ میں ہمیں ہوں اور دوسرا حصہ علیؑ ہے۔ ایک اور روایت میں
ہے کہ اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ۔ (تذکرہ خواص الامۃ)

مسلمان شے منقول ہے جناب رسالت مآبؐ کو فرماتے ہوئے میں نے خود سنا کہ میںؐ اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے۔ عرش کے دائیں جانب ہم حضرت آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہے جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم نیک مردوں کی پشتوں اور پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچے۔ پس اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ صلب عبداللہؐ کی طرف منتقل ہوا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب کی طرف منتقل ہوا۔ پس ایک نصف سے میں اور دوسرے نصف سے علیؑ ہے اور خدا نے اپنے ناموں سے نام مشتق کئے۔ وہ محمود اور میں محمد ہوں۔ وہ اعلیٰ اور میرا بھائی علیؑ ہے۔ وہ فاطمہ اور میری شہزادی فاطمہؑ ہے۔ وہ محسن اور میرے دو نوشہزادے حسینؑ و حنینؑ ہیں۔ میرے حصہ میں رسالت اور نبوت آئی اور اس کے حصہ میں خلافت و امامت آئی۔ میں رسول اللہ ہوں اور علیؑ سیف اللہ ہیں۔ (صحیحین و در فرائد السمعتین)

جوہر وقت اپنی اولاد کی مظلومی پر آنسو بہاتی ہیں۔ (علی مانقل)

جنابِ بتول معظمہ کا حسین غم میں رونا اس وقت سے ہے جب حسین شکمِ اہلہ میں تھے۔ چنانچہ میں نے ایک روایت میں دیکھا ہے کہ بعض اوقات شکمِ اہلہ سے آواز آتی تھی۔ یا اُمّا اَنَا عُرْيَانٌ، امان جان میں لباس سے محروم ہوں۔ اور بعض اوقات وَا زَا قَتِی اَنَا عَطْشَانٌ میں پیاسا ہوں، اور کسی وقت آواز آتی تھی اَنَا سَحْقَانٌ (میں کچلا جا چکا ہوں) جب محمد و مہر طاہرہ اپنے آبا جان حضرت رسالت اکبرؐ سے یہ حقیقت بیان کرتی تھیں۔ تو آپ بھی روتے تھے اور بی بی بھی رویا کرتی تھیں بوقتِ ولادت حسینؑ جب جبریلؑ مبارکباد کے ساتھ شہادت کی خبر بھی لائے تو حضورؐ و درودِ عصمت پر مبارکباد کے لیے تشریف لائے۔ پس رو دیئے اور بی بی علیہ کے دریافت کرنے پر جبریلؑ کی زبانی واقعات کربلا میں سے بعض کا ذکر فرمایا تو بی بی پاک نے سخت گریہ کیا۔ اور ایک واعظ نے بھی ایک دفعہ بیان کیا تھا کہ حضرت امیر المؤمنینؑ علیہ السلام ایک رات قبرِ بتول پر غالباً شب جمعہ تشریف لائے اور وہیں قبر پر سر رکھ کر سو گئے۔ تو عالمِ خواب میں بی بی کو روتے ہوئے دیکھا جب اس گریہ کا سبب دریافت کیا تو بی بی علیہ نے جواب دیا کہ میرا حسینؑ پیاسا ہے جا کر اُسے پانی دیجئے چنانچہ آپ فوراً گھر میں تشریف لائے تو دیکھا حسینؑ اسے بستر پر پانی مانگ رہے ہیں۔ پس آپ نے پانی پلایا اور وہ سو گئے۔

اور جناب بتول مسئلہ کا حسینؑ پر آخری گریہ بروز محشر ہوگا جب حاضر بارگاہ توحید ہوں گی اور حکم ہوگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پس عرض کریں گی میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گی جب تک میرے حسینؑ کے قتل کا فیصلہ نہ ہو۔ پس حکم ہوگا کہ وسط محشر میں نگاہ کیجئے تو دیکھیں گی کہ حسینؑ بغیر سر کے موجود ہیں اور کٹی ہوئی رگوں سے خون جاری ہے۔ پس گریہ کریں گی اور ناقہ جنت سے نیچے عرصہ محشر پر آجائیں گی اور تمام اہل محشر میں آہ و گریہ بلند ہوگا پس بی بی اپنے فرزند کے غم میں رونے والوں کے حق میں شفاعت کریں گی اور وہ انکی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ علی محمد و آل محمد۔

اخطب خوارزم نور وجہ فاطمہ کے متعلق حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اسلک
 فِي السَّيْرِ لِحَيَاكِ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ مِنْ نُورٍ وَجْهٍ فَاظْلَمَ. شب تاریک میں
 جناب فاطمہ کے نور کی وجہ سے سوئی میں تا کا ڈال لیا کرتی تھی۔ (ہدایۃ السعداء)
 مصنفہ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی سورۃ تغابن فَاٰمَنُوْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
 وَالنُّوْرَ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اس نور سے مراد حضرت
 علیؑ ہیں۔ (محمد بن جبر طبری)

خلقت طاہری۔ جابر بن عبد اللہ کہتا ہے میں نے جناب سالتاب
 سے حضرت علیؑ کی ولادت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا تو نے بہترین
 مولود کے متعلق پوچھا ہے۔ جو مسیح کے مشابہ پیدا ہوا ہے۔ خدا نے علیؑ کو میرے
 نور سے اور میرے نور سے خلق فرمایا۔ ہم دونوں ایک نور تھے۔ اور خدا نے
 ہمیں صلب آدمؑ میں منتقل کیا پھر اصلاب طاہرہ اور ارحام پاکیزہ میں منتقل ہوتا
 رہا۔ یہاں تک کہ میں بہترین رحم آمنہ میں اور علیؑ بہترین رحم فاطمہ بنت اسد میں
 منتقل ہوئے ہمارے زمانہ میں ایک عابد مسرم نامی تھا جس نے اللہ کی عبادت
 ۲۶۰ برس کی تھی اور کبھی اللہ سے اپنی حاجت کا سوال نہ کیا تھا۔ پس خدا نے
 ابوطالب کو اس کی جانب روانہ کیا جب اس نے دیکھا تو تعظیم کے لئے اٹھا اور
 سر کا بوسہ دیا اور سامنے بٹھایا۔ پھر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں آپ نے فرمایا میں
 تہامہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے پوچھا تہامہ سے کیا مراد۔ فرمایا بنی ہاشم۔ پس
 اٹھا اور دوبارہ سر کا بوسہ دیا۔ پھر کہنے لگا۔ اے عبد خدا مجھے خدا نے الہام کیا ہے
 ابوطالب نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ خدا تجھے فرزند عطا کرے گا۔ جو
 ولی اللہ ہو گا جس رات آپ پیدا ہوئے زمین نورانی ہو گئی۔ ابوطالب باہر نکل کر آواز
 کرنے لگے۔ لوگو! بے ایمان میں ولی اللہ کی پیدائش ہو گئی۔ صبح کو کعبہ میں داخل ہوئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ خلقت آدمؑ سے دو ہزار
 برس قبل میں اللہ کے سامنے ایک نور تھا۔ اس نور نے تسبیح پڑھی تو ملائکہ نے
 سُن کر تسبیح شروع کی، جب آدمؑ پید ہوئے تو وہ نور ان کے صلب میں رکھا گیا پس
 میں بدرجہ صلب آدمؑ زمین پر آیا پھر صلب نوحؑ پھر صلب ابراہیمؑ اور اسی طرح
 یکے بعد دیگرے اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل ہو کر دو حصوں میں
 ظاہر ہوا اور ان اصلاب و ارحام سے کبھی بدکاری واقع نہیں ہوئی جن میں یہ نور
 منتقل ہوتا رہا۔ (محمد بن سعود کا زردنی در منسقی)

چالیس تک علماء اہل سنت نے اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے کہ روایت
 حدیث صحابہ رسولؐ ہیں۔ ہاں الفاظ حدیث میں فرق ضرور ہے کسی میں ہے۔ مجھ
 میں نبوت اور علیؑ میں خلافت ہے۔ کہیں ہے۔ مجھے نبی بنایا اور علیؑ کو وصی بنایا
 (یا) مجھ میں نبوت و رسالت اور علیؑ میں فروسیت و فصاحت (یا) میرا نام رسالت
 و نبوت میں اور علیؑ کا نام خلافت و شجاعت میں دیا، میں رسول اللہ اور علیؑ سیف اللہ
 ہے (یا) عَلِيٌّ مَعِيَ وَ اَنَا مَعَهُ مُلْحَمٌ وَ دَمُهُ وَ حَيٌّ فَمَنْ اَحَبَّهُ فِجَبِّي اَحَبَّهُ
 وَمَنْ اَبْغَضَهُ فَبِغْضِيْ اَبْغَضَهُ۔ علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں اس
 کا گوشت میرا گوشت اس کا خون میرا خون جس نے اس سے محبت کی وہ
 میری محبت سے ہے اور جس نے اس سے بغض رکھا تو میرے بغض سے
 ہو گا (یا) مجھے نبوت کے لئے نامزد کیا اور علیؑ کو شجاعت علم و فصاحت کے
 لئے مختار کیا (یا) ایک جزو میں اور ایک جزء علیؑ ہے (یا) علیؑ مجھ سے اور میں
 علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں۔
 خداوند کریم نے ملائکہ کو حضرت علیؑ کے چہرے کے نور سے خلق فرمایا (مناقب

بیت اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ جناب فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ علی تشریف لائیں ان کو دردِ زہ پیدا ہوا تو کہنے لگیں اے پروردگار! میں تیرے اوپر ایمان رکھتی ہوں اور تیرے رسولوں اور کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے جد حضرت خلیلؑ کی تصدیق کرنے والی ہوں اور یہ جانتی ہوں کہ یہ بیت اس کا بنایا ہے۔ پس تجھے اس کا واسطہ جس نے یہ گھر بنایا اور اس بچہ کا واسطہ جو میرے شکم میں ہے کہ اس بچہ کی ولادت کو میرے اوپر آسان فرما پس ہم نے دیکھا کہ پشت کی طرف دیوار بیت اللہ شقی ہوئی اور بی بی اندر داخل ہو گئی اور ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئی پھر دیوار مل گئی۔ ہم نے دروازہ کا قفل کھولنے کا ارادہ کیا لیکن نہ کھل سکا تو ہم جان گئے کہ یہ خدائی راز ہے پھر چوتھے روز بی بی بیت اللہ سے باہر تشریف لائی جبکہ امیر المؤمنین اس کے ہاتھوں پر تھا اور کہتی تھی کہ میں گزشتہ تمام عورتوں سے اس امر میں فضیلت رکھتی ہوں کیونکہ آسیہ بنت مزاحم نے خبیثہ طور پر ایک ایسی جگہ خدا کی عبادت کی جہاں ہونے کا خطرہ ہے عبادت نہیں ہو سکتی اور مریم بنت عمران نے خشک کھجور کو حرکت دی اور تازہ چل کھائے اور میں اللہ کے گھر میں داخل ہو کر جنت کے میوہ جات کھاتی رہی ہوں اور جب میں نے باہر آنے کا ارادہ کیا تو ہاتھ سے ندا پہنچی اے فاطمہ! اس بچے کا نام علی رکھو۔ اور اللہ علی اعلیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور میرا تعلیم یافتہ ہے۔ اس کو میں نے اپنے گہرے علوم پر مطلع کیا ہے یہ میرے گھر سے بتوں کو توڑ چینکے گا اور یہی میرے گھر کے اوپر اعلانیہ اذان کہے گا اور میری تقدیس و تجید کرے گا۔ پس طوبیٰ ہے اس کے لئے جو اس کی اطاعت کرے، اور اس سے دوستی رکھے اور ویل اس کے لئے جو اس سے بغض رکھے اور نافرمانی کرے۔ (بخاری)

۲، ممکن ہے اس امر میں مشابہت مقصود ہو کہ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کی ولادت

اور یہ شعر پڑھے۔

يَا دَبَّ هَذَا الْغَسَقُ الدَّجِي وَالْقَمَرُ الْمُبْلَجُ الْمُضَى
بَيْنَ نَا مِنْ أَمْرِكَ الْخَفَى مَا ذَا تَرَى فِي إِسْمِ ذَا الْقَبِي
لِئِشْبِ تَارٍ أَوْ رُوشَنٍ حَبَانِدَاكَ بِرُورٍ دُكَارٍ
اِسْمُ امْرِضَى سَ تَبَاكَ اِسْمِ بَچَہ کا نام کیا ہو
يَا أَهْلَ بَيْتِ الْمُصْطَفَى اَلَّتِي خَصَّصْتُمْ يَا لَوْلَا لَكَ اَلَّذِي
اِنَّ اِسْمَهُ مِنْ شَا هِجْ عَلِيٍّ عَلِيٌّ اِنْ اَشْتَقَّ مِنَ اَعْلَى
اے مصطفیٰ کے گھر والو تمہیں اس پاکیزہ بچے سے خصوصیت دی گئی ہے
پروردگار بلند و بالا کی جانب سے اس کا نام علیؑ ہے جو نام خدا علیٰ شتیق ہے
(محمد بن یوسف در کفایت الطالب)

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے حضرت علیؑ کی ولادت کو کئی وجوہ سے مشابہت حاصل ہے۔

۱، ولادت کا مخفی ہونا۔ کیونکہ احادیث متواترہ میں ہے کہ حضرت علیؑ بختاب فاطمہ بنت اسد کے شکم مبارک سے اندرون کعبہ پیدا ہوئے۔

(متدرک حاکم)

۲، ۱۳ رجب بروز جمعہ ۳۰ عام الفیل ہجرت سے ۲۳ یا ۲۵ سال قبل ولادت سے ۱۲ سال پہلے مکہ میں بیت اللہ کے اندر آپ کی ولادت ہوئی اور اس سے قبل کسی کا تولد بھی بیت اللہ میں نہ ہوا اور یہ آپ کی وہ فضیلت ہے کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ پہلا ہاشمی ہے۔ جس کے ماں اور باپ دونوں ہاشمی تھے۔ (فصول مہمہ ابن صباغ مائیکہ)

بروایت سعید بن جبیر بن زید بن قعب کہتا ہے کہ میں حضرت عباسؑ کے ساتھ

تیرہویں مجلس ۱۹۳۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ہم نے گزشتہ سال کی مجالس میں بیان کیا تھا کہ صادقین کے ساتھ ہونے کا کیا مطلب ہے اب ہم بتائیں گے کہ صادقین کون ہیں اور ان کے ساتھ ہونے کا امر کیوں ہے ؟ حق کی ترجمانی کا نام صدق ہے اور صدق کے مصداق کا نام حق ہے۔

شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ میں ام المومنین جناب ام سلمہ کے پاس موجود تھا جب کہ ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ تو ام سلمہ نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا میں غلام علی ابوثابت ہوں۔ ام سلمہ نے آنے کی اجازت دی پھر پوچھا اے ابوثابت جب لوگوں کے حواس باختہ ہو گئے تھے اور دل ٹھکانے نہ رہے تو تیرا دل کھل تھا اس نے جواب دیا علیؑ کے پیچھے تھا تو ام سلمہ نے کہا کہ توفیق تیرے شامل ہی۔ میں نے بعد ازاں جناب رسالت مآبؐ سے سنا ہے فرماتے تھے۔ عَلِيُّ مَعَ الْحَقِّ وَالْقُرْآنِ۔ وَالْحَقُّ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ وَلَكِنْ لَيْفَتِ رِقَاقُ حَقِّي مِرْدَاً عَلَى الْخَوْضِ وَفِي رَأْيَةِ الْحَقِّ مَعَ عَلِيٍّ حَيْثُ دَاوَدَ عَلِيٌّ حَقٌّ أَوْ قُرْآنٌ كَيْفَ سَاحَتْ بِهِ۔ اور حق و قرآن علیؑ کے ساتھ ہیں۔ یہ آپس میں جہانہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور دوسری روایت میں ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ علی کا رخ جس طرف ہو۔ (حموی بنی۔ موفقی بن احمد مطالب المسؤل ترمذی وغیرہ)

جنگ جمل کے روز محمد بن ابی بکر نے اپنی بہن عائشہ کو سلام کہا تو اس نے جوتا
 نہ دیا۔ محمد نے کہا میں کلمہ توحید کے بعد تجھ سے سچ پوچھتا ہوں۔ کیا تجھ سے میں نے

پر دایہ گری کا کام حورین جنت نے کیا تھا اسی طرح یہاں بھی وہ خادما تھیں۔
 (۳) ممکن ہے بچپن میں کلام کرنے کی مشابہت مراد لی گئی ہو کیونکہ حضرت ابو طالب
 کی نظر پڑی تو آپ ہنس پڑے اور حضرت علیؑ نے کہا۔ السلام علیک یا اَبْتَہاء ورحمۃ
 اللہ وبرکاتہ۔ پھر حضرت رسالت مآبؐ تشریف لائے تو حضرت علیؑ نے خوشی میں
 جسم مبارک کو حرکت دی اور ہنس دیئے اور عرض کی۔ السلام علیک یا رسول اللہ
 ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر باذن خدا تیغ کیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سرد
 مومنوں کی تلاوت شروع کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ واقعی مومنوں نے تیری وجہ سے فلاح
 پائی۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے۔ اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ اَلَمْ تَوْحَدُ نَزَّلَ عَلَیْکَ
 وَاللہ آپ ان کے امیر ہیں۔ تَعْبُرُهُمْ مِنْ عِلْمِکَ کہ آپ اپنے علوم سے ان کو
 سکھائیں گے اور وہ سیکھیں گے اور تو ہی ان کا ولی ہے اور تیری وجہ سے وہ تہا
 پر ہوں گے۔ (دمعہ ساکبہ)

بروقت ولادت جناب امیر جناب رسالت مآبؐ کی عمر شریف ۳۰ برس کی تھی پس آپ نے ہی ان کی پرورش فرمائی اور محبت سے پیش آئے۔ آپ خود ہی ان کو غسل دیتے اور دودھ پلاتے تھے اور جھولا جھلاتے تھے۔ نیز جاگتے میں بچوں کی طرح ان سے باتیں کرتے تھے اور سینے پر سلاتے تھے اور فرماتے تھے یہ میرا بھائی ہے۔ میرا ولی میرا ناصر میرا مخلص۔ میرا ذخیرہ۔ میری پناہ۔ میرا داماد اور میرا وصی و امین ہے۔ اور نیز خلیفہ ہے۔ اور ہمیشہ ان کی محافظت فرماتے تھے اور اپنے ہمراہ کدکے پہاڑوں اور وادیوں میں پھراتے تھے۔ (کشف الحق لبقلا عن لبشار المصطفیٰ)

لَمْ تَوَسِّعِيْنِ۔ کہ تو کم کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں اور جناب رسالت
مآبؐ نے فرمایا۔ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پس
میں نے عرض کی حضورؐ مجھے اپنا مسئلہ بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو یہی پوچھنا چاہتا
ہے کہ پشت کعبہ سے بت شکنی کے لئے علیؑ جناب رسولؐ خدا کیوں نہ اٹھا سکے تھے؟
باوجود اس قدر قوت و طاقت کے کیخبر کے باب قوص کو اکھاڑ پھینکا جو چالیس
گز دور جا پڑا اور پھر چالیس آدمی نہ اٹھا سکے۔ حالانکہ جب رسولؐ خدا گھوڑے
خچر گدھے اور براق پر شب معراج سوار ہوئے اور یہ سب علیؑ سے طاقت و قوت
میں کمزور تھے؟ میں نے عرض کی فرزند رسولؐ! بخدا پوچھنا تو یہی چاہتا تھا۔ پس آپؐ
اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ علیؑ نے جو شرف اور بلندی
حاصل کی وہ بوجہ رسولؐ تھی اور رسولؐ کے واسطے سے ہی علیؑ آتش شرک کے بجھا
اور ہر باطل خدا کے مٹانے پر کامیاب ہوئے۔ اگر رسولؐ علیؑ پر سوار ہو کر یہ کام انجام
دیتے تو گویا رسولؐ علیؑ کے وسیلہ و واسطہ سے بلند ہو جاتے اور رسولؐ فرع ہو جاتے
پس علیؑ کو رسولؐ سے افضل ماننا پڑتا۔

دیکھئے، علیؑ رسولؐ کے دوش پر سوار ہو کر فخر یہ کہہ رہے تھے کہ مجھے شرافت
مل گئی اور میں بلند ہو گیا اور چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگاؤں۔ تم دیکھتے نہیں کہ چراغ سے
اندھیرے میں راہ معلوم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی فرع ایک اصل کی وجہ سے ہوتی ہے
تم جانتے نہیں کہ محمدؐ و علیؑ خدا کے سامنے باقی مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار
برس قبل تھے اور جب ملائکہ نے دیکھا کہ اس نور کی ایک اصل ہے جس سے کئی
شعائیں پھوٹی ہیں تو کہنے لگے اے معبود و مولا یہ نور کیا ہے؟ تو خدا نے ان کو وحی
کی یہ نور میرے نور سے ہے جس کی اصل نبوت ہے اور فرع امامت ہے نبوت
میرے عبد محمدؐ کے لئے جو میرا عبد و رسولؐ ہے اور امامت میرے عبد علیؑ کے

یہ نہیں سنا تھا کہ علیؑ کی اطاعت کو لازم رکھنا کیونکہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے۔
الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلَى مَعَ الْحَقِّ لَا يَفْضُرُ قَانَ حَتَّى يَسِدَّ عَلَى الْحَقِّ قَالَتْ بَلَى
قَدْ سَمِعْتُ ذَٰلِكَ مِنْهُ۔ حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ حق کے ساتھ ہے آپس
سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ کوثر پر پہنچیں گے تو عائشہؓ نے جواب دیا بیشک
میں نے یہ بات حضورؐ سے سنی تھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

قرآن مجید میں حق کا اطلاق بہت سے مقامات پر ہوا ہے۔ روایت ابوہریرہ
جابر بن عبد اللہؓ کہتا ہے ہم جناب رسالتؐ کے ہمراہ بیت اللہ میں داخل ہوئے
وہاں ۳۶۰ بت تھے جو حضورؐ کے حکم سے منہ کے بل گرا دیئے گئے اور بیت اللہ پر
ایک بڑا بت تھا جسے ہل کہتے تھے حضورؐ نے علیؑ کو دیکھ کر فرمایا۔ یا علیؑ تو میرے
اوپر سوار ہو گیا میں تجھ پر سوار ہوں تاکہ کعبہ کی پشت سے اس بت کو گرایا جائے۔
حضرت علیؑ نے عرض کی حضورؐ آپؐ مجھ پر سوار ہوں جب حضرت علیؑ بیٹھے اور جناب
رسالتؐ مآبؐ سوار ہوئے تو علیؑ میں رسالت کے بوجھ کی قوت برداشت نہ تھی اور
عرض کی کہ آپؐ جھکیں اور میں سوار ہوتا ہوں تو حضورؐ ہنس پڑے اور کندھا جھکا
دیا۔ پس علیؑ سوار ہوئے اور فرمایا۔ دانہ چرنے اور روح پیدا کرنے والے کی قسم اگر
چاہوں تو آسمان کو ٹکڑا سکتا ہوں۔ پس ہل کو پشت کعبہ سے نیچے گرایا تو یہ آیت
نازل ہوئی۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ مطالب السؤل،
مدینہ کا حاکم محمد بن حرب ہلالی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ یا بن رسول اللہ میں ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا
ہوں آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیرے پوچھنے سے قبل میں تجھے اپنا مسئلہ بتا دیا
اور نہیں تو تو خود پوچھ لے۔ میں نے عرض کی۔ فرزند رسولؐ! آپؐ دل کی باتیں کیسے
جان لیتے ہیں؟ فرمایا تو رسم اور تفرس سے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

ایک وجہ یہ ہے کہ قوم کو بتلانا چاہتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جو میری گردن کے بوجھ کو ہلکا کرے گا۔ مثلاً دشمنوں کی دشمنی اور تکلیفوں کا بوجھ وغیرہ۔

میں نے عرض کی کچھ اور بھی ارشاد ہو تو فرمایا۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علیؑ کو دوش مبارک پر اٹھانے سے معلوم ہو جائے کہ علیؑ معصوم ہے تاکہ ان کے افعال لوگوں کے نزدیک درست قرار فرمائیں۔ پھر آپؑ نے اس کو ذرا اور وضاحت سے بیان کیا۔ محمد بن حرب کہتا ہے اس کے بعد آپؑ نے فرمایا اے امیر اگر علیؑ کے دوش بنی پر سوار ہونے کے جملہ وجوہ میں تیرے سامنے بیان کروں تو تم کہو گے کہ یہ دیوانہ ہے پس اسی کو کافی سمجھو پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِيسَالَهُ غَايَةَ الْمُرَامِ مَصْنَعُ سَيِّدِ الْاَشْمِ جَعَلَنِي نَقْلًا عَنْ ابْنِ الْبَوَيْدِ

حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ علیؑ نے فرمایا میں وہ حق ہوں جس کا خدا نے حکم دیا ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ (مرآۃ الانوار)

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آیت بخوبی کے اترنے کے بعد میں نے دس مرتبہ جناب رسالتؐ سے صیغہ راز میں گفتگو کی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میں نے دریافت کیا مَا الْحَقُّ حَقٌّ كَيْفَ هُوَ؟ آپؑ نے فرمایا۔ اسلام۔ قرآن اور ولایت جب سمجھ تک پہنچ جائے۔ (کتاب حافظ البونعیم۔ تفسیر مدارک)

مُيَسِّرُ اللَّهِ أَنْ يَحْقُقَ الْحَقُّ بِكَلِمَاتِهِ۔ کلمات سے مراد آئمہ ہیں چنانچہ شیرو میں نقل کی آئمہ کی تفسیر میں مرقوم ہے۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے مدینہ سے روانگی کے وقت ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ وصیت ہے حسین بن علیؑ کی طرف سے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے لئے حسینؑ شہادت دیتا ہے کہ خدا کے

لئے جو میری محبت اور ولی ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہر روز غزیر خم حضرت رسول خداؐ نے علیؑ کو اتنا باندھ لیا کہ دونوں کی بغل کی سفیدیاں ظاہر ہو گئیں پس علیؑ کو تمام مسلمانوں کا ولی و امام قرار دیا۔ نیز آپؑ نے حدیقہ نبی البنا سے امام حسنؑ و امام حسینؑ کو اٹھایا تھا اور فرمایا تھا کہ دو اٹھانے والے بھی خوب ہیں اور دو راگب بھی خوب ہیں اور ان دونوں کا باپ ان سے افضل ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جناب رسالتؐ نے امام حسنؑ کو اور حضرت جبریلؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا تھا۔ اسی لئے آپؑ نے فرمایا کہ دو اٹھانے والے خوب ہیں۔

ایک دن حضورؐ مسجد پاک میں صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک سجدہ کو طبل دیا جب دریافت کیا گیا کہ حضورؐ نے سجدہ طولانی کیوں کیا ہے تو فرمایا کہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار ہو گیا تھا پس میں نے ناپسند کیا۔ مراٹھانا جب تک کہ خود نہ اتر جائے یہ سب کچھ ان کی رفعت شان اور شرافت کی خاطر تھا کہ حضورؐ کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ ہوا، پس نبی رسولؐ بھی نبی بھی اور امام بھی ہے اور علیؑ امام ہے نہ رسول ہے نہ نبی لہذا وہ نقل رسالت کو برداشت نہ کر سکے۔

محمد بن حرب ہمالی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی حضورؐ کچھ اور بھی وضاحت فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا بے شک تو مزید سننے کے اہل ہے اور فرمایا کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے دوش اٹھ پر سوار کیا تھا اور یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ حضرت علیؑ ان کی ذریت کے باپ اور ان کی صلب میں سے ہونے والے آئمہ کے امام ہیں۔ جس طرح نماز استغاثہ کے بعد آپؑ نے اپنی رد امبارک کو اٹا کر دیا تاکہ صحابہ اور قوم یہ تصور کر لیں کہ قحط سالی کو خوشحالی سے تبدیل کر دیا گیا۔ میں نے عرض کی کچھ اور بھی فرمائیں۔ تو آپؑ نے فرمایا۔

پہنچ جاؤں گا۔ امام وہی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ سے حکم کرنے والا ہو اور انصاف پر قائم دین حق پر عامل اور اپنے نفس کو ان چیزوں کا پابند کرنے والا ہو۔ والسلام

جب آپ مکہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا اسے فرزند رسول ایسے قربان جاؤں کہاں کا ارادہ ہے؟ ہاں اہل کوفہ سے بچنا وہ غدار ہیں جیسا کہ آپ کے والد اور بھائی سے ان کا برتاؤ ظاہر ہے۔ پس آپ حرم میں ہیں آپ عرب کے سردار ہیں اور کوئی بھی آپ کی ہمہری نہیں کر سکتا۔ ہر جانب سے لوگ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ بخدا اگر بنی امیہ نے آپ کو قتل کر دیا تو پھر وہ کسی سے نہ ڈریں گے اور وہ شریف مردوں کو اپنا غلام بنالیں گے آپ نے یہ سب کچھ سن کر فرمایا کیا موت سے ڈر کر ایسا کروں۔ خدا کی قسم اَلْمَوْتُ عَلَى الْحَقِّ اَوْلىٰ مِنَ الْحَيٰوةِ عَلَى الْبَاطِلِ۔ حق کی موت باطل کی زندگی سے بہتر ہے واللہ لیجہاد یمیزید علی الذین احق من جہاد المشرکین۔ خدا کی قسم دین کی حفاظت کے لئے یزید سے جہاد کرنا مشرکین کے جہاد سے زیادہ ضروری ہے جب لشکر حر سے ملاقات ہوئی تو بوقت عصر حضرت نے کپڑے کا حکم دیا۔ چنانچہ بمطابق فرمان امام تباری کی گئی۔ پھر نماز عصر کی اذان و اقامت ہوئی۔ امام نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ سلام کے بعد حمد و ثنائے پروردگار کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگو! اگر تم اللہ سے خوف کرو اور حق اور اہل حق کو پہنچاؤ تو اللہ تم سے راضی ہو گا۔ ہم اہل بیت محمد ان ظلم و عدوان کرنے والے ناحق مدعیان حکومت سے ولایت کے زیادہ سزاوار ہیں اور اگر تم ہمارے حق کا انکار کرو اور ہمیں ناپسند کرو اور تمہاری رائے اپنے خطوط و پیغامات کے خلاف قائم ہو چکی ہو تو میں واپس جاتا ہوں۔

سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ آس کا عبد و رسول ہے جو حق کے کرحق کی طرف سے آیا۔ جنت و نار حق ہے۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور خدا اٹھائے گا تمام کو جو دفن کئے جا چکے ہیں میں کسی اور چھ بڑے یا فساد و ظلم کے نظریہ کے ماتحت نہیں جا رہا بلکہ اپنے نانا کی امت میں اصلاح کے خیال سے ترک وطن کر رہا ہوں میں امہ بالمعروف اور نہی عن المنکر چاہتا ہوں اور یہ کہ اپنے باپ اور نانا کی سیرت پر عمل پیرا ہوں جو قبول حق کرے گا تو اللہ حق کا زیادہ سزاوار ہے اور جو رد کرے گا تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور قوم کے درمیان حق کا فیصلہ کرے گا اور وہ بہتر حکم کرنے والا ہے اے بھائی یہ میری وصیت ہے اور میری توفیق اللہ سے ہے اور اسی پر توکل ہے اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔

حضور نے کوفہ والوں کو ایک خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کا خط جملہ مومنین و مسلمین کی طرف۔ اما بعد۔ ہاں! اور سعید تمہارے خطوط لے کر پہنچے اور یہ تمہارے آخری خطوط ہیں۔ میں نے تمہارے تمام خطوط کا مطلب سمجھا اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا امام کوئی نہیں ہے۔ آپ جلد تشریف لائیں۔ تاکہ شاید ہم حق پر جمع ہو جائیں اور میں تمہاری جانب اپنے موثق بھائی اپنے اہل بیت میں سے مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہارے ارباب بستی و کشادہ اور صاحبان عقل و دانش کی رائے تمہارے خطوط و پیغامات کے مضمون سے متفق ہے تو میں فوراً

نے سن کر عرض کی فَاثْنَا اِذَا لَا نَبِيَّ اَنْ تَمُوتَ مُحَيِّينَ کہ ہمیں موت کی پھر کوئی پردہ نہیں جبکہ ہم حق پر ہیں۔

جب حر کے لشکر نے راستہ روک لیا تو آپ نے ایک خطبہ میں حمد و ثنائے پروردگار کے بعد اپنے جد پاک پر درود بھیجا اور فرمایا وہ بات جو تمہارے سامنے ہے اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ دنیا میں تغیر آچکا ہے اور وہ بدل گئی ہے اس سے نیکی منہ موڑ چکی ہے اور اس میں اس قدر باقی ہے جس طرح پانی پلٹنے کے بعد برتن میں کچرہ جاتا ہے اور ذلیل زندگی مثل بدبھضم گھاس کے ہوتی ہے تم دیکھتے ہو کہ حق پر عمل نہیں کیا جاتا اور باطل سے کوئی رکتا نہیں تاکہ مومن حق کی طرف ہو کر اپنے رب سے ملاقات کرے۔ میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا برا جانتا ہوں۔ پس نہ سیر بن قین نے کھڑے ہو کر عرض کی اے فرزند رسول! ہم نے آپ کا فرمان سن لیا۔ اگر دنیا غیر فانی ہوتی اور ہمیں موت سے چھٹکارا بھی ملتا۔ ہم تب بھی دنیاوی زندگی سے آپ کی معیت میں مرثیے کو ترجیح دیتے۔ پھر نافع بن ہلال بجلی نے اٹھ کر عرض کی اے فرزند رسول خدا کی قسم ہم پروردگار کی ملاقات کو ناپسند نہیں کرتے اور ہم اپنی نیتوں اور بصیرتوں پر ثابت ہیں ہم تیرے دوست کے دوست اور تیرے دشمن کے دشمن ہیں پھر بربر بن خضیر ہمدانی اٹھا اور عرض کی بخدا اے فرزند رسول! تیری بدولت ہم پر اللہ کا احسان ہے کہ تیرے سامنے لڑیں اور ہمارے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہوں پھر بروز محشر تیرا نانا ہمارا شفیع ہو۔ پس آپ نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔

ہاں آپ نے حق کی طرف بلایا اور پوری طرح اتمام حجت کی طلب نصری کیے استغاثہ فرمایا۔ آؤ ہم بھی آپ کی آواز پر صدائے بسک بلند کریں اور اپنی جان کا فدیہ

حرا اپنے لشکر سمیت امام کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ حر نے عرض کی اے فرزند رسول! میں تجھے اپنی ذات کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ لڑیں گے تو مارے جائیں گے آپ نے فرمایا۔ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا مجھے قتل کر کے تم مصیبت سے بچ جاؤ گے؟ میں تو وہی بات کہتا ہوں جو ایک اوسنی نے اپنے چچا زاد کو کہی تھی۔ جب کہ نصرت رسول کے لئے وہ تیار تھا اور اس کو اپنے چچا زاد نے کہا تھا کہ کیوں جلتے ہو وہاں مارے جاؤ گے تو اس نے اس کے جواب میں کہا تھا۔

سَامُضِي وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتَى
میں جاؤ لگا اور موت جو امر د کے لئے
عار نہیں۔ جب کہ نیت حق ہو، اور
اِذَا مَا نَوَى حَقًّا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا
مسلمان ہو کر جہاد کرے اور نیک
لوگوں کی جان سے ہمدردی کرے
وَدَّ اَسَى الرَّجَالِ الصَّالِحِينَ بِنَفْسِهِ
اور غلط کار اور مجرم لوگوں سے
وَفَارَقَ مَشِيئُوْهُ وَبَاعَدَ مُجْبِرًا
کنارہ کش ہو اگر زندہ رہوں گا تو
پشیمان نہ ہوں گا اور اگر مراؤں گا
تو علامت نہ کیا جاؤں گا۔ اَلَنْ
فَاِنْ عِشْتُ لَمَّا اَنْدَمُ وَاِنْ مِتُّ لَمَّا مِ
کی پست ہمتی کے لئے یہ کافی ہے۔
کَفَى بِكَ ذُلًّا اَنْ تَعِيشَ وَتَرْعَمَا
کر ذلیل زندگی بسر کرے۔

راستہ میں امام عالی مقام نے خواب سے بیدار ہو کر اپنے اہل بیت کو اپنا خواب بیان کیا جس میں موت کی بشارت تھی تو آپ کے جہان شہزادے حضرت علی اکبر نے دریافت کیا۔ يَا اَبْتَ لَا اَرَاكَ اللهُ سُوْرًا اَلَا عَلَى الْحَقِّ۔ بابا جان خدا آپ کو کوئی غم نہ کھائے کیا ہم حق پر نہیں؟ تو فرمایا۔ بَلَى وَالَّذِي اِلَيْهِ مَرْجِعُ الْعِبَادِ۔ ہاں ضرور ہم حق پر ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کی طرف بندوں کی بازگشت ہے تو شہزادے

دیں اور آپ پر روئیں۔ ان کے غم میں حضرت رسالت مآبؐ روچکے ہیں اور ان کے لئے طلب نصرت کر چکے ہیں۔ چنانچہ فرمایا تھا۔ میرا یہ فرزند بے ناصر قتل کیا جائے گا اسے اللہ اس کو اپنے مقتول ہونے میں برکت دے اور اس کو شہیدوں کی سرداری عطا فرما اور اس کی مدد سے منہ موڑنے والوں اور قاتلوں سے برکت سلب کر۔ راوی کہتا ہے کہ مسجد میں گریہ و بکا کا شور بلند ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ یہاں تم لوگ روتے تو ہو لیکن مدد نہ کرو گے۔

اے اللہ تو ہی اس کا ولی و ناصر بن۔

جب آپ حسینؑ کے جسم کے مختلف اعضاء کو بوسہ دیتے تھے تو روتے تھے جب پوچھا جاتا تھا تو فرماتے تھے اَقْبَلْ مُؤْنَعِ السَّيُوفِ مِنْكَ وَابْشِحْ بِمَا

میں تیرے جسم سے تلواروں کی جگہوں کو بوسہ دیتا ہوں اور روتا ہوں۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے میں حضرت علیؑ کے ہمراہ تھا۔ جب آپؑ کا گذر نینوی پر جو کہ شط فرات ہے ہوا تو اترے۔ اور باواز بلند کہا۔ اے ابن عباس تو اس جگہ کو بچانا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں اپنے فرمایا اگر تو اس جگہ کو اس طرح بچانا جس طرح میں بچانا ہوں تو میری طرح بغیر گمہ کئے آگے نہ جاتا پھر بہت دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ ریش اقدس آنسوؤں سے تر ہو گیا اور سینہ مبارک پر آنسو ٹپکنے لگے اور ہم بھی روئے آپؑ بار بار فرماتے تھے لائے ہائے میرا آل سفیان سے کیا واسطہ میرے ساتھ آل حبر کے کیا ہو گیا ہے؟ جو سفیان کی جماعت اور کفر کے ہمنوا ہیں ہاں (اے فرزند) اے ابو عبد اللہ صبر کرنا۔ تیرے باپ پر بھی مصائب گزرے جو تجھ پر آ رہے ہیں۔ پھر وضو کیا اور بہت دیر تک نماز میں رہے پھر پہلے جیسی تقریر فرمائی۔ مگر نماز کے اختتام اور اس تقریر کے بعد تھوڑا سا سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ ابن عباس کہاں ہے؟ میں نے عرض کی قبلہ!

میں حاضر ہوں۔ فرمایا۔ میں تجھے بتاؤں کہ میں نے ابھی خواب میں کیا دیکھا ہے تو میں نے عرض کی۔ آپؐ نے عالم خواب میں کوئی خیر دیکھی ہے؟ فرمایا۔ ابن عباس! میں نے دیکھا ہے کہ جانب آسمان سے سفید جھنڈوں کے ساتھ کئی لوگ اترتے ہیں۔ جنہوں نے گلے میں چمکدار تلواریں لٹکائی ہیں اور اس زمین کے ارد گرد انہوں نے ایک خط کھینچا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ان کھجوروں کی شاخیں زمین پر آ گئی ہیں اور سُرخ خون میں تیرتی ہیں۔ پھر میں نے اپنے فرزند نخت جگر حسینؑ کو دیکھا کہ اس میں غرق ہیں اور آواز استغاثہ بلند کرتے ہیں لیکن کوئی فریاد رسی کرنے والا نہیں اور گویا نورانی چہروں والے کئی جوان جانب آسمان سے اترے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے آل رسول! صبر کرو کہ تم بدترین لوگوں کے ہاتھوں قتل کئے جاؤ گے۔ اور اے حسین! جنت تیری مشتاق ہے اور وہ مجھے پسا دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابوالحسن خدا تیری اس دن آنکھ ٹھنڈی کرے گا جس بوز پروردگار کے سامنے پیشی ہوگی اور بعینہ اسی طرح بخدا مجھے رسول صادقؐ نے خبر دی تھی کہ میں باغیوں سے لڑنے کے لئے اسی زمین یعنی کرب و بلا سے گزرتا جس میں حسینؑ میری اور فاطمہؑ کی ذریت کے شہداء جانوں کے ساتھ قتل ہوگا اور یہ زمین آسمان میں معروف ہے جس طرح حرمین کی زمین اور بیت المقدس کی زمین۔ پھر آپؑ بہت دیر تک روتے رہے اور ہم بھی روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؑ منہ کے بل غش کھا کر گر گئے۔

بے شک اس مظلوم کو اس کی مادر طاہرہ ہر روز گریہ کرتی ہے۔ اور حضرت سجادؑ اپنے بابا کے ماتم میں چالیس سال تک گریہ کرتے رہے حالانکہ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں گزارتے تھے۔ بے شک ربنے والوں میں سے جناب زینبؑ بھی بہت روئیں۔ بعد از قتل و اسیری اہل بیتؑ جب

کے متعلق ارشاد ہے۔ **بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ۔** اور معیت
زمانی کے متعلق ارشاد نبویؐ ہے۔ **حَتَّى يَرَوْا عَلَى الْخُوضِ۔**

حضرت علیؓ قرآن کے ساتھ آپؐ نے بوقت ولادت سورہ مومنوں کی تلاوت
کی تھی اور بوقت شہادت بھی زبان پر قرآن تھا کہ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ**
هَؤُلَاءِ مُخْتَبَرُونَ۔ اسی طرح خدا کی جانب سے سورہ برات کی تبلیغ کے لئے علیؓ کو بھی
نامزد کیا گیا تھا۔

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کے زمانہ میں علیؓ ہی قرآن
کے حافظ تھے اور دوسرا کوئی حافظ نہ تھا۔ اور علیؓ ہی پہلا جامع ہے۔

(شرح ابن ابی الحدید اتقان الإختصار)
حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد میں نے
مکمل کھالی کہ دوش پر عبانہ ڈالوں گا جب تک کہ قرآن کو جمع نہ کر لوں پس میں نے دوش
پر عبانہ نہیں لی تھی۔ جب تک قرآن کو جمع نہ کر لیا۔ (البرہن فی الحلیہ خطیب فی الابرار)
اجناد اہل بیتؑ میں اس طرح وارد ہے کہ آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ سوائے نماز
میں دوش پر بردار نہ لوں گا۔ جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں گا۔ پس ایک عرصہ تک آپؐ
سے جمع میں تشریف نہ لے گئے اور قرآن کے جمع میں مشغول رہے۔ پھر ایک
میں لیٹ کر لے گئے جب کہ مسجد میں صحابہ کا کثیر التعداد جمع تھا تو ایک مدت
جو علیؓ کو آتے دیکھا کہنے لگے کسی خاص بات کے لئے ہی ابوالحسن تشریف
لے رہے ہیں پس آپؐ نے ان کے وسط میں پہنچ کر قرآن ان کے درمیان رکھا اور فرمایا
رسالت مآبؐ فرمائے تھے میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک قرآن۔
دوسرا یہ کہ قرآن ہے اور میں اہل بیتؑ سے ہوں پس حضرت عمرؓ نے
اس بات کو دیکھا کہ اگر آپؐ کے پاس قرآن ہے تو ہمارے پاس بھی قرآن موجود

چودہویں مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کو نوامع الصادقین

قرآن کی اطاعت جیسی ہو سکتی ہے جب صادقین کی صحبت ہو۔ یہی وجہ
ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے ہر مقام پر ثقلین سے قسک کا حکم صادر فرمایا (صراط سوا
محمود قادری) میں ہے کہ مرض موت میں ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس صحابہ کا کثیر التعداد
جمع تھا تو ارشاد فرمایا۔ عنقریب میں تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ آگاہ رہو میں تم میں سے
کی کتاب اور اپنی عترت اہل بیتؑ چھوڑے جا رہا ہوں۔ پھر علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا
اور فرمایا۔ **هَذَا عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ سَلَى كَيْفَ تَرَوْنَهُ حَتَّى يَرَوْا عَلَى**
الْخُوضِ۔ (الحديث) یہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے یہ آپؐ
سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ اور میں ان کے پاس
میں پوچھوں گا کہ تم نے ان سے کیا سلوک کیا؟

حدیث ثقلین کو مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد، طبرانی، خصائص
وارقطنی، مستدرک، حاکم، خصائص کبری، سیوطی، صواعق محرقہ وغیرہ نے نقل کیا ہے
متمم تریحہ اور مسلم بن الفضل یقینی ہے۔

بحر الانساب میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہیں قرآن و اہل بیتؑ کافی ہیں
(بہانہ السعدیہ)

پس جنہوں نے کہا ہمیں صرف کتاب خدا کافی ہے تو گویا انہوں نے
کو توڑا اور خدا و رسولؐ کے عہد کو توڑنے والے باطل و حق قرآن ملعون دہلا
ہیں۔ اہل بیتؑ نبوت قرآن کے ساتھ معیت مکانی اور زمانی رکھتے ہیں۔

بے شک قدر والی چیز کی قدر و منزلت قدر شناس کے پاس ہوا کرتی ہے

قدر زر زر گر شناسد قدر جو ہر جوہری

قرآن مجید کی جو قدر و منزلت اہل بیت نبوت کے پاس تھی وہ کوئی دوسرا کیا کر سکتا ہے۔ آئیے بڑے بڑوں کی قدر دانی ملاحظہ ہو۔

بروایت حضرت عمر حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب ایتہ رجم اتری اور بڑے آدمی کی رضاعت کیتعلق پس مرتبہ دودھ پینے سے محرم ہونے والی آیت نازل ہوئی تو ایک کاغذ پر لکھی ہوئی میرے بستر کے نیچے پڑی تھی۔ جناب رسالت مآب کی وفات ہوئی اور ہم اس طرف مشغول ہو گئے تو ایک بکری آکر اسے کھا گئی۔

(ابن ماجہ۔ محاضرات راغب اصفہانی)

اس سے بڑھ کر خدا اور رسول اور شریعت طاہرہ پر جرات کا مظاہرہ دیکھئے بلکہ شریعت کے ساتھ تسخر دیکھئے کہ جب کوئی آدمی حضرت عائشہ کی زیارت کرنے کا خواہشمند ہوتا تھا تو حضرت عائشہ اپنی بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حکم دیتی تھی کہ اس کو اپنا دودھ پلاؤ، اگرچہ پانچ مرتبہ ہی سہی۔ پس وہ اس کے بعد حضرت عائشہ کی بے جھجک زیارت کر سکتا تھا۔ (فتح الباری جلد ۲ ص ۴)

حالانکہ جناب ام سلمہ اور باقی ازواج نبی اس قسم کے دودھ پینے سے کسی کو اپنا محرم نہیں سمجھتی تھیں جب تک کہ مہر میں دودھ نہ پیئے۔ اس قسم کے امور قرآن کی نا قدر شناسی کی وہ دلیل ہیں جسے رد نہیں کیا جاسکتا۔

بس دنیا میں اہل بیت سے بڑھ کر نہ کوئی عالم قرآن ہے اور نہ کوئی عامل قرآن۔ پس یہی حقیقی قدر دان تھے اللہ کی کتاب کے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امیرؓ نے ہر ہر مرحلہ پر اپنے مقابلہ والوں کو کتاب اللہ کی طرف رجوع کی پیش کش کی لیکن نہ مانی گئی۔ جنگ صفین میں جب قرآن کو بلند کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کَلِمَةٌ

ہے۔ ہم کو تم دونوں کی ضرورت نہیں۔ پس آپ اتمام حجت کے بعد قرآن مجید اٹھا کر آپس گھر تشریف لائے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

علی کا ختم قرآن: حضرت علیؓ ہی کے متعلق وارد ہے کہ ایک رکاب میں پاؤں ڈالتے تھے اور دوسری رکاب تک پاؤں پہنچنے سے قبل ختم قرآن کر لیتے تھے بلکہ ایک روایت میں ہے بلترجم کعبہ سے دروازہ کعبہ تک ختم قرآن کرتے تھے۔

(فاضل دہلوی در شرح مشکوٰۃ)

علی کے مقابلہ میں آنے والے دوسرے حضرات کی قرآن دانی چار ایک نظر ڈالی جائے تو ایک عبرتناک منظر سامنے آجاتا ہے اور مسلمانوں کے انتخاب کی داد دیئے بغیر رہا نہیں جاسکتا۔ اور کہنا پڑتا ہے کہ انصاف کا خون کرنا انہی کا ہی حصہ ہے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سورہ بقرہ ۸۷ برس میں پڑھی اور ختم پر ایک اونٹ قربان کیا اور مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ ۸۷ برس تک سورہ بقرہ پڑھتا رہا۔ اور طبقات بن سعد میں مروی ہے کہ اس نے چار برس میں سورہ بقرہ تمام کر لی۔ (دمشقر) بہر کیف کم از کم چار برس ہی سہی۔ ذہن و ذکا کی داد ضرور دینی پڑتی ہے اور جب اس قسم کے ذکی و ذہین لیڈر اہل اسلام کو نصیب ہو جائیں تو کیوں نہ انہیں اہل بیت سے مستغنی کریں۔

لیکن علیؓ کی شان کے قربان۔ راوندی نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ آپ گزر رہے تھے کہ ایک شخص کپڑے سی رہا تھا اور ساتھ ساتھ گارہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے جو ان اگر گانے کی بجائے قرآن خوانی کرتا تو زیادہ خوب ہوتا۔ اس نے عرض کی حضور! مجھے نہیں آتا آپ نے فرمایا میرے قریب ہو جب وہ قریب ہوا تو آپ نے اس کے کانوں میں کچھ پڑھا تو خداوند کریم نے اس کے دل میں قرآن ڈال دیا اور وہ حافظ قرآن ہو گیا۔

(مدینہ المعاجز)

حَقِّ يَوْمِهَا وَبِطِلَالِهَا۔ یعنی اہل شام حق کا کلمہ کہہ کر باطل مراد لے رہے ہیں یعنی دھوکا دینا چاہتے ہیں اور باوجود اس کے آپ نے جنگ کو روک دیا۔

جنگ جمل میں جب حضرت عائشہ نے حضرت امیرؓ کو دونوں صفوں کے درمیان پھرتا ہوا دیکھا تو کہنے لگی دیکھو یہ ایسا کر رہا ہے جیسے جناب رسولؐ نے جنگ بدر کے دن کیا تھا۔ لیکن خدا کی قسم تم کو زوال تک مہلت نہ دی جائے گی۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا: عنقریب تم پھرتے گے۔ پھر لوگوں نے لڑائی میں عجلت کا ارادہ کیا تو آپؐ نے منع فرمایا اور دُعا مانگی اسے میرے پروردگار میں نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے۔ اور ان کے زور کو توڑ دیا ہے تو میرا گواہ رہنا۔ پھر قرآن مجید کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا: کوئی ہے جو قرآن کی یہ آیت ان لوگوں کو سنائے۔ وَإِنْ خَالَفْتَانِ۔ الخ تو مسلم مجاشعی نے کہا میں حاضر ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یکے بعد دیگرے تیرا دایاں پھر بائیں ہاتھ کٹ جائے گا اور پھر قتل کیا جائے گا تو اس نے جواب دیا اللہ کی ڈلت کی خوشنودی کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ پس قرآن کئے کر ان کی طرف بڑھا تو اس کا دایاں ہاتھ قلم ہوا۔ پس قرآن کو بائیں ہاتھ میں لیا پھر بائیں ہاتھ کٹا تو قرآن کو دانتوں میں پکڑ لیا۔ پھر خود قتل ہو کر شہید ہوا۔

مسلم کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو جنگ کی اجازت دیدی اسی طرح حضرت سید الشہداءؓ نے جب دیکھا کہ لوگ میرے قتل سے باز نہیں آتے تو آپؐ نے قرآن مجید کھول کر اپنے سر پر رکھا اور فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اے لوگو! میرا خون کیوں حلال سمجھتے ہو کیا میں تمہارے نبیؐ کا لٹا ہوا نہیں ہوں۔ کیا میرے اور میرے بھائی امام حسنؓ کے متعلق میرے نانا نے نہیں فرمایا تھا۔ یہ دونوں جو انان جنت کے سردار ہیں۔ اگر میری بات پر یقین نہ ہو تو جابر بن زید بن ارقم اور ابوسعید خدریؓ سے دریافت کر لو کیا حضرت جعفر طیارؓ

میرے چچا نہیں۔ یہ سُن کر شمر نے اپنی زبان نجس سے گستاخانہ کلمہ نکالا۔ تو آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر میرے نانا نے مجھے خبر دی تھی کہ میں نے ایک کتے کو دیکھا ہے جو میری اہل بیتؑ کے خون کو چاٹتا ہے اور تو وہی ہے (تذکرہ خواص الامۃ) ۹ محرم کو جب فوج اشقیار نے حملہ کیا تو حضرت عباسؓ سے فرمایا اگر ہو سکے تو جا کر ان سے آج رات کی مہلت لو اور جنگ کو کل تک مؤخر کر دو تاکہ ہم نماز پڑھ لیں اور دعا و استغفار کر لیں اور وہ جانتا ہے کہ میں نماز تلاوت قرآن اور دعا و استغفار کو محبوب رکھتا ہوں۔ ملہوف میں ہے کہ جناب عباسؓ نے جب ان سے یہ سوال کیا۔ تو عمر بن سعدؓ نے توقف کیا۔

منتخب میں ہے کہ ابن سعدؓ نے شمر سے پوچھا تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا اگر میں ہوتا تو ان کو مہلت نہ دیتا۔

ملہوف میں ہے کہ عہد عربین حجاج زبیدی نے کہا اگر ترک و دیلم کے باشندے ہوتے اور ہم سے یہ سوال کرتے تو ہم ضرور مان لیتے۔ لیکن یہ تو اہل محمدؐ ہیں۔ ان کو اجازت کیوں نہ دی جائے؟ پس انہوں نے مان لیا تو امام حسینؓ اور آپؐ کے اصحاب نے رات گزاری تو ساری رات ان کی تسبیح و تقدیس کی آواز مکیوں کی بھنبناہٹ کی طرح سنائی دیتی تھی۔ بعض قیام میں بعض قعود میں کئی رکوع میں اور کئی سجود میں تھے اور شہادت کے بعد قرآن پڑھ کر جناب رسالتؐ کی حدیث کی عملاً تصدیق کی کہ دیکھو ہم قرآن سے جدا ہونے والے نہیں ہیں اور سورہ کہف کی تلاوت سے شاید اپنی تشبیہ مقصود ہو اور ان کا قصہ اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ عجیب اس لئے ہے کہ وہ ایک غار میں اور سائے میں پڑے ہیں اور ان کے جسم کو تغیر نہیں آتا لیکن سید الشہداءؓ ان کے ساتھیوں کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے خاک و خون میں غلط اور دھوپ میں برہنہ تھے اور گرد اڑا کر ان پر پڑتی تھی اور باوجود اس کے ان

پندرہویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کونو امم الصادقین

صادق وہی ہے جس کا کوئی قول و فعل قرآن کے خلاف نہ ہو۔

حضرت علیؑ کے متعلق متفقہ حدیث نبوی منقول ہے۔ عَلٰی مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنِ

مَعَ عَلٰی۔

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ اَقْضٰی اُمِّیَّ

عَلٰی بَنِ ابِی طَالِب۔ (میری امت کا بڑا قاضی علیؑ ہے)۔ (مناقب خوارزمی)

عن ابی طفیل قَالَ قَالَ عَلٰی

سَلَوْنِیْ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ

فَاِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَمِّیَّةٍ اِلَّا وَفَدَّ

عَرَفْتُ بَلَدِیْ نَزَلْتُ

اُمِّیْنَهَادِ اُمِّیْنِیْ سَهْلِ اُمِّیْنِیْ

جَبَلِی۔ (مناقب)

نیز آپؐ نے فرمایا۔

سَلَوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقَدُوْنِیْ

فَاِنَّمَا بَیْنَ الْجَوَارِحِ مِیَّی عِلْمٌ

جَمُّ هَذَا سَفَطُ الْعِلْمِ هَذَا

لُعَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ هَذَا مَا

ذَقْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ غَیْرِ

میں نفیر تو بجائے خود ان کے ابدان طاہرہ سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی جس طرح ایک اسدی کی روایت میں ہے۔ غلام حبشی نے اجازت مانگی اور امام نے تلخیر کی تھی تو اس نے عرض کی تھی مولا چونکہ میرا خون بدبودار ہے اس لئے مجھے اجازت نہیں ملتی چنانچہ اصرار کے بعد وہ اجازت لے کر گیا تو جون کو دس دن کے بعد دیکھا گیا تو اس کے بدن سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ آئیے اس غلام حبشی کی طرح حسینؑ کی غلامی کا عہد کریں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

(اقول) جون کو حضرت امیر علیہ السلام نے ایک سو پچاس دینار میں خرید کر ابوذر کو بخش دیا تھا ابوذر کی وفات کے بعد حضرت امیرؑ کی خدمت میں واپس آیا پھر امام حسنؑ کی غلامی میں رہا اور آخر میں حضرت سید الشہداءؑ کے قدموں پر نثار ہوا جون اسلحہ جنگ کی شناخت میں مہارت کاملہ رکھتا تھا۔ اسی لئے غلام حبشی میں شب عاشور آلات جنگ کی اصلاح اور دیکھ بھال جون کے ذمہ تھی۔ بروایت مہوف امام حسینؑ نے جون کو چلے جانے کی اجازت دیدی تھی لیکن اس وفادار نے کہا اے فرزند رسولؐ خوشحالی کے زمانہ میں آپ کا کاسہ لیس رہوں اور مصیبت میں چھوڑ جاؤں یہ ہرگز نہ ہو گا میرا حسب و نسب پست ہے اور میرا خون بدبودار ہے آپ مجھے بہشت میں جانے دیں تاکہ میری بو پاکیزہ حسب شریف اور رنگ نورانی ہو جائے پس اجازت لے کر بحر جنگ میں غوطہ کھایا ۱۵ ملا عین کو قتل کر کے شہادت نوش فرمایا۔ حضرت حسینؑ نے اس کے حق میں دُعا فرمائی کہ اے اللہ اس کی بگو پاکیزہ کر اور اس کی شکل کو نورانی کر اور برابر میں اس کو شامل فرما آپ کی دُعا مقبول ہوئی پس دس دن کے بعد جو جون کی لاش ملی تو اس سے عطر اور عنبر کی خوشبو بہک رہی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک پانی کا چلو بجز زخار کے سامنے اب ان وسعتوں کے مقابلہ میں کسی کو دم مارنے کی کیا مجال ہے کیا کلامہ و اب کے معانی کو نہ سمجھ سکے والا بھی مقابلہ کی تاب لاسکتا ہے جو اپنی کمزوری علم کو خود ان الفاظ سے بیانگ دل ظاہر کرتا ہے اِنَّ زُغْتُ فَقِيْ
مُؤْخِيْ) اگر میں غلط بیان کروں تو میری اصلاح کر دینا۔ بہر کیف حضرت علی کا علمی وقادام
صحابہ میں مسلم تھا بنا بریں دوسروں کی علمی کمزوریوں کا ذکر کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ شمس
امامت کی علمی شعلیں اور ضیا پاشیاں اس قسم کی معمولی گمراہی سے چھپ نہیں سکتیں
ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ
کے متعلق پوچھا کہ اس سے کون مراد ہے تو آپ نے فرمایا میرے بھائی حضرت سلیمان
بن داؤد کا وصی۔ تو میں نے پوچھا۔ قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ
عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ۔ سے کون مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرا بھائی علی بن ابی طالب۔

بے شک جس قدر وسعت علم ہو اسی قدر حدود و تصرفات میں وسعت ہوتی
ہے جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا وہ ملکہ سابلقیس کے تخت کو ملک سب سے چشم زدن
میں لاسکتا تھا لیکن جس کے پاس کل کتاب کا علم تھا اس کی خاطر چشم زدن میں سورج واپس
پلٹ کر آگیا جیسا کہ مناقب ابن مردودہ تفسیر ثعلبی بخصائص فطری وغیرہ میں مرقوم ہے۔
جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت امیر علیہ السلام نے
ہمیں نماز صبح پڑھائی اور ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا اے لوگو! خدا تمہارے بھائی سلیمان
کے بارے میں تمہارا اجر زیادہ کرے تو لوگ اس میں باتیں کرنے لگے۔ آپ نے جناب
رسالت مآب کا عمامہ سر پر باندھا اور آپ کی قمیض پہنی اور آپ کا عصا ہاتھ میں لیا پھر
ناقہ غضبا پر سوار ہوئے قبر سے فرمایا کہ تم دس تک شمار کرو۔ قبر کہنا ہے کہ میں نے
دس تک شمار کیا تو اپنے آپ کو سلمان کے دروازہ پر پایا۔

راذان کہتا ہے جب سلمان کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو میں نے عرض کی کہ

وَحْيِيْ اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ فَوَ اللّٰهُ
لَوْ شِئْتُ لَآ دَفَرْتُ سَبْعِيْنَ
عَلَيْهَا لَا قَتِيْتُ لِأَهْلِ التَّوْرَةِ
بِتَوْرَاتِهِمْ وَلَا أَهْلَ الْإِنجِيلِ
بِإِنجِيلِهِمْ فَيَقُولُ صَدَقَ
عَلَى قَدْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ
فِي وَا أَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ (اخطب)

تفسیر لقمان اور ذخیرۃ المال میں ہے آپ نے فرمایا۔
اگر چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے
ستر اونٹ بار کر سکتا ہوں۔ ابن عباس
کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے
ایک دفعہ چاندنی رات میں میرا ہاتھ
پکڑا اور نماز عشاء کے بعد مجھے بقیع
کی طرف لے گئے اور فرمایا۔ قرأت
کرو تو میں نے بسم اللہ پڑھی پس آپ
نے بارے کے اسرار کو بیان کرنا شروع
کیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

نیز ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فقط بار بسم اللہ
کی شرح کو ایک رات شروع کیا اور سپیدی صبح نمودار ہو گئی لیکن بیان تمام نہ ہو
سکا تو میں نے اپنے نفس کو ان کی ذات والا صفات کے سامنے ایسا پایا جیسا کہ

قرآن کا علم اور بیان ہے اور جو کچھ ہمارے پاس ہے خدا کی مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس اسرار الہیہ ہیں پھر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہم آل اللہ اور وارث رسول ہیں۔ میں نے کلمہ حمد ادا کیا تو آپ نے فرمایا۔ اندر داخل ہو چنانچہ میں جب اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ محرابِ مسجد میں چادر اوڑھے بیٹھے ہیں اور دیکھا کہ حضرت امیر المومنینؑ ایک اعرابی کی گڑن کپڑے ہوئے ہیں اور حضرت رسالت مآبؐ انگشت مبارک کو دانتوں میں رکھ کر اس اعرابی کو سزائش فرما رہے ہیں۔ الخبز (مدینۃ المعاجز)

ایک طرف اعجاز کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف صبر و رضا ملاحظہ فرمائیے کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہیں اور اپنے نانا کی قبر مبارک پر جا کر یہ کلمات ادا فرما رہے ہیں (اے اللہ یہ تیرے نبیؐ کی قبر ہے اور میں تیرے نبیؐ کی دختر کا فرزند ہوں (مجھے) جو کچھ پریش ہے تو جانتا ہے اے اللہ میں نیکی کو چاہتا ہوں اور برائی کو ناپسند کرتا ہوں۔ اے جلال و اکرام کے مالک میں تجھے اس قبر اور اس قبر کے ساکن کا واسطہ دے کر عرض گزار ہوں کہ میرے لئے وہ چیز اختیار فرما جس میں تیری اور تیرے رسولؐ کی خوشنودی مضمر ہو (وہاں پہلو قبر میں آنکھ لگ گئی اور عالم خواب میں اپنے نانا کو فرماتے ہوئے سنا) میرے پیارے حسینؑ! میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ غنقریب زمین کر بلار بند لوج ہو کر تو اپنے خون میں غلطان ہو گا۔ بیٹا عراق کی طرف چلے جاؤ۔ (حضرت اُمّ المومنینؑ ام سلمہ سے جب وداع کیا تو ام سلمہ نے عرض کی (مجھے) عزم عراق سے غمزدہ نہ کیجئے میں تو آپ کے جد نامدار سے سن چکی ہوں کہ میرا فرزند حسینؑ ملک عراق میں سرزمین کر بلار پر قتل کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اے مادر گرامی بے شک میں وہی ہوں اور یقیناً قتل ہوں گا اور اس سے کوئی چارہ کار ہی نہیں اور مجھے وہ دن بھی معلوم ہے جس میں قتل ہوں گا اور یہ بھی پتہ ہے کہ مجھے کون

آپ کو غسل کون دے گا فرمایا مجھے وہی غسل دے گا جس نے رسولؐ کو غسل دیا تھا میں نے کہا آپ مدائن میں ہیں اور وہ مدینہ میں ہیں تو فرمایا اے رازدان تو میرا تحت التخت باندھ چکے تو ایک آواز سنے گا۔ وہ کہتا ہے ایسا ہی ہوا کہ جب میں نے سلمان کا تحت التخت باندھا تو ایک آواز سنی اور دروازہ پر پہنچا۔ اچانک دیکھا کہ حضرت المومنینؑ تشریف فرما ہیں اور دریافت کیا کہ کیا سلمان قضا کر چکے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں حضور! پس آپ اندر داخل ہوئے اور سلمان کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو سلمان نے آپ کے رخ انور کی زیارت کر کے مسکرا دیا۔ آپ نے فرمایا مرحبا! اے سلمان! جب رسولؐ کے پاس جانا تو میرے ساتھ قوم کا جو بڑا ڈھوا ہے بیان کرنا۔ پھر تجھ پر مشغول ہوئے۔ اور ناز جنازہ پڑھی تو ہم حضرت امیرؑ سے پُر زور لہجہ میں تکبیر سنتے تھے اور میں نے آپ کے پہلوؤں میں دو اور شخصوں کو اکٹھا کھڑا ہوا دیکھا فرمایا ایک جعفر طیار اور دوسرا خضر تھا۔ (مدینۃ المعاجز)

اصنع ابن نباتہ سے منقول ہے (بعد از شہادت جناب امیر علیہ السلام جب کہ حسینؑ شریفین مدینہ میں تشریف فرما تھے) کہ میں نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے آقا میں آپ سے ایک امر کا سوال کرتا ہوں جس کا مجھے یقین ہے اور وہ اللہ کے رازوں میں سے ہے اور آپ رازدان ہیں۔ آپ کوئی راز کی بات ظاہر فرماویں۔ آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو۔ پس میں نے دیکھا کہ ہم دونوں کو فہم پہنچ گئے ہیں اور چشمِ ندن سے پہلے میں نے اپنے آپ کو مسجد کوفہ کے قریب پایا۔ پس آپ میری طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور فرمایا اے اصنع! تحقیق حضرت سلیمان بن داؤدؑ کو ہوا پر حکومت دی گئی کہ صبح و شام ایک ایک ماہ کی مسافت طے فرماتے تھے اور مجھے سلیمانؑ کی حکومت سے زیادہ عطا ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی بے شک خدا کی قسم آپ سچ فرماتے ہیں اے فرزند رسولؐ! تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہم ہی ہیں جن کے پاس

تاریک رہی پھر سُرخِ ظاہر ہوئی اور کہتے ہیں کہ چھ ماہ تک سُرخِ باقی رہی اور اس کے بعد بھی سُرخِ دیکھی جاتی رہی۔ شرح ابن حجر عسقلانی
امام شافعی کہتا ہے۔

تَذَكَّرْتُ الدُّنْيَا لِأَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِي
ترجمہ: اے آلِ محمد! کے مصائب سے دنیا میں زلزلہ قائم ہوا۔ اور قریب تھا کہ اس کی تاب برداشت نہ لاکر بلند پہاڑ پھٹ جائیں۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ روانگی عراق سے قبل میں نے بیت اللہ کے دروازہ پر حسینؑ کو دیکھا کہ جبرئیلؑ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور جبرئیلؑ اواز دے رہا تھا لوگو! اللہ کی بیعت کی طرف آ جاؤ۔

جناب رسالت مآبؐ کا ارشاد ہے کہ جو حسینؑ کی مدد کرے گا گویا اُس نے میری مدد کی۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ جناب فاطمہؑ کو پرہیزگاروں کی مدد کرو۔
فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ مُّؤْمِرُونَ بِظُلْمِنَا لَيْسَ بِحُجَّتٍ۔ ترجمہ: جو شخص ہماری مظلومت پر غمزدہ ہو اس کی ہر سانس تسبیح شمار ہوتی ہے۔

اَلْفَنَّا مُسْكُمُ فَيَسِّرُ لَيْسَ بِحُجَّتٍ۔ ترجمہ: یعنی ہمارے غم میں تمہاری ہر سانس تسبیح شمار ہوتی ہے (مومنین رونے کا مقام ہے اور گریہ زاری کا مقام ہے اور یہ ہمارے اُپر احسان نہیں بلکہ اس مظلوم کے لئے گریہ کرو۔ جس نے خدا کی بے مثل عبادت کی۔ چنانچہ منقول ہے کہ ہر شب ایک ہزار رکعت نماز نافلہ پڑھا کرتے تھے اور خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ وضو کرتے وقت آپ کے اعضاء خوفِ خدا سے کانپتے تھے اور زائرین جب زیارت کو جاتے ہیں تو آپ کی زیارت میں یہی کہتے ہیں کہ اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلَاةَ۔ ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں

قتل کرے گا اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں دفن ہوگا نیز میری المیہ۔ اقرباء اور شیعوں میں سے جو جو قتل ہو گا۔ میں ان کو بھی جانتا ہوں۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے اپنی قتل گاہ مدفن اور اپنے اصحاب کا مدفن دکھا دوں۔ جناب ام سلمہ نے عرض کی۔ ہاں۔ تو آپ نے صرف بسم اللہ کو زبان پر جاری فرمایا تو زمین کو ایک جنبش ہوئی اور آپ نے اپنی اور اپنے اصحاب کی قتل گاہوں اور جائے دفن کی نشاندہی فرمائی اور ان کو قدرے اس جگہ کی خاک بھی عطا فرمائی اور فرمایا اس کو اپنے پاس محفوظ رکھو جب یہ سُرخِ خون ہو جائے تو سمجھ لیا کہ میں شہید ہو گیا ہوں۔

چنانچہ جناب ام سلمہ نے اس خاک کو محفوظ رکھا اور اس کو دیکھتی رہیں۔ عصر عاشورا کو جو دیکھا تو وہ سُرخ ہو چکی تھی۔ پس مدنا شروع کیا ہاشمی مستورات سے فرمایا اے عبد المطلب کی شہزادیو! میرے ساتھ گریہ و بکا میں شریک ہو جاؤ کیونکہ ہمارے آقا حسینؑ کربلا میں شہید ہو گئے ہیں۔ میں نے جناب رسالت مآبؐ کو انتہائی پریشانی اور اضطراب میں دیکھا ہے کہ ان کے سر پر غبار اور ڈاڑھی مبارک خاک آلود تھی۔ میں نے وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا لوگوں نے میرے فرزند کو شہید کر ڈالا ہے اور میں نے اس کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ قتل حسینؑ کے بعد دنیا کا یہ عالم تھا کہ سات دن تک سورج کی شعاع بھی خونی رنگ کی تھی اور دیواریں ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ ان پر سُرخ چادریں ڈالی گئی ہیں۔

روز عاشورہ آسمان سے خون برسا یہاں تک کہ برتنِ خون سے پُر ہو گئے اور سورج گہن کی وجہ سے آسمان پر سخت تاریکی چھا گئی۔ یہاں تک کہ ستارے نظر آنے لگے۔ اور انتہائی ظلمت کی وجہ سے لوگ سمجھے کہ قیامت قائم ہو گئی ہے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ایک دوسرے پر گرتے تھے اور زمین پر جہاں سے کوئی پتھر اٹھایا جاتا تھا اُس کے نیچے سے خون اُبھر آتا تھا اور تین دن تک دنیا

سولہویں مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ
ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے اور ہو جاؤ ساتھ صادقین کے

قرآن مجید میں صَح کی لفظ تین معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔
۱۔ احاطہ علمیہ جس طرح کہ خداوند کریم کے لئے ہے وَاللَّهُ مَعَكُمْ دَلِيلُ غَلَبَتِ
ساتھ ہے دوسری جگہ ہے وَهُوَ مَعَهُمُ الْآيَةُ اور وہ یعنی اللہ ان کے ساتھ
ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ انسان جس حالت میں ہو جس جگہ ہو جس کام
میں مشغول ہو وہ اللہ کے احاطہ علمیہ و دائرہ قدرت کے اندر ہی ہوتا ہے اور
خدا تمام ممکنات پر ہر وقت حاوی و محیط ہے۔ اور اس کی مثالیں قرآن مجید میں
بہت ہیں۔

۲۔ اطاعت۔ جس طرح جناب رسالت مآب کے اطاعت گزار صحابہ کے لئے
ہے۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ یعنی
حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے اطاعت گزار ہیں وہ کافروں
پر سخت ہیں۔ الخ

۳۔ مساوات و برابر می۔ جیسے ارشاد ہے۔ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ
مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ الْآيَةُ یعنی نہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ اس
کے ساتھ یعنی برابر کا کوئی دوسرا خدا ہے۔

جناب رسالت مآب نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا ہے۔
عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ۔ جیسا کہ مجلس گذشتہ میں بیان ہوا ہے

کہ آپ نے نماز کو قائم کیا۔

ہاں ہاں! کہ بلا کی غازیں بھی نرالی شان کی حامل ہیں۔ شب عاشورہ کی نماز
پھر صبح عاشورہ کی نماز۔ پھر ظہر عاشورہ کی نماز اور عصر عاشورہ کی نماز تو حسینؑ نے
قیامت تک کے لئے یادگار چھوڑی ہے۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

میں نے شک نہیں کہ عبادت کا وزن خشوع و خضوع کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور
خشوع و خضوع کے لیے اسباب مناسب گاہوں ضروری ہے۔ مثلاً تندرستی، بے مکرری، امن و
اطمینان اور ماحول کی موزونیت وغیرہ۔ پس تندرست، بے فکر با امن اور پُر اطمینان جس طرح پرکھ
ہو کہ خشوع و خضوع سے عبادت کر سکتا ہے وہ بیمار و فکر مند، بے امن و بے چین آدمی نہیں کر سکتا
بلکہ مصیبت میں گھرا ہوا ہر انسان اس کیسوٹی کی عبادت سے محروم ہوتا ہے جو اس دنیا میں بسنے والے
انسان سے ہو سکتی ہے۔ اور یہی وہ وجہ ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی آخری نماز کو باک حرف
ایک سجدہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ حسین کے نانا اور بابا بہت بڑے عابد تھے
نانا سید البقیع اور بابا امام النقیع تھے لیکن ان کی عبادتیں کسی حد تک مناسب و موزوں ماحول میں
تھیں اور ان کی عبادت میں خشوع و خضوع کے مناسب اسباب بڑی حد تک موجود ہوا کرتے تھے
اور حسین علیہ السلام نے کہ بلا کی تپتی زمین پر ہر قسم کے خطر ماحول میں بھوکے پیاسے ہو کر زخمی جسم کیساتھ
برستے ہوئے تیروں کے نیچے تھے ہوئے نیروں کے سائے میں اور چمکتی ہوئی تلواروں کے آگے زین
گرم، فضا گرم اور ہوا گرم مار دگر و بجائیوں، عزیزوں، دوستوں اور بیٹوں کی لاشیں۔ اور دوسری طرف
بنہوں، بیٹیوں اور لاوارث پردہ داروں کی غم فائدہ کے دریا میں ڈوبی ہوئی سرد آہوں اور خرد وصال
بچوں کے گریہ کی درد بھری آوازوں کے انتہائی ناسازگار ماحول میں خشوع و خضوع کی دو رکعت نماز
بلکہ ایک سجدہ بھی اتنا ذوقی تھا کہ اس نے اسلام کی تقدیر پلٹ دی۔ چنانچہ شاعر مشرق کو کہنا پڑا ہے
اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں، اک ضرب پدا لہی اک سجدہ شبیری

پہلی منزل۔ قرآن مجید اللہ کی طرف سے ہے اور اُسی نے ہی نازل فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ لَّعَلَّكَ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ

فَإِنَّ يَتَأَتَىٰ بَكُم مَّلَكُهَا تَعْمَلُونَ وَبَيْنَكُمْ عِشْرَةُ نَبِيِّكُمْ وَهُمْ أَوْتَمُّ
الْحَقِّ وَالسَّيِّئَةِ الصَّدَقِ فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُلُوبِ - الخ یعنی
تم کہاں سرگرواں ہو اور کس طرح انہا ہند چل رہے ہو حالانکہ تم میں تمہارے
نبی کی عزت موجود ہے جو حق کی زمام اور سچ کی زبان ہیں پس ان کو اپنے دیوان
وہ منزلت دو جو قرآن کے لئے بہترین منزلت ہو سکتی ہے اس کے متعلق ابن ابی
الحمد یہ شارح نیج البلاغہ رقمطراز ہے کہ فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُلُوبِ
کے فقرے کے نیچے ایک بڑا راز پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ آپؐ تمام عاقل بالغ لوگوں
کو امر فرمایا ہے کہ عزت نبویہ کی تعظیم و توقیر اطاعت اور فرمانبرداری کو وہی حیثیت
دیں جو قرآن کو حاصل ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس
سے تو عزت کی عصمت ثابت ہوتی ہے جو علمائے اہل سنت کے مسلک کے
خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو محمدؑ نے کتاب گفدیہ میں صراحتاً ذکر کیا ہے
کہ حضرت علی علیہ السلام معصوم تھے لیکن ان کی عصمت واجب نہ تھی اور نہ
ہی عصمت امامت کی شرط ہے البتہ ان کی عصمت پر نص موجود ہے اور تمام
صحابہ میں سے یہ صرف انہی کا ہی خاصہ ہے۔ پس یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ

کی گود کو دُور فرماتا کہ میری بات سمجھیں اور میری اہل سے میرے جلی علی کو زیر بنا اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر اور اُسے میرا شریک قرار دے تاکہ ہم مل کر تیری زیادہ سے زیادہ تسبیح کریں اور تیرا ذکر کثیر زبان پر جاری کریں۔ تحقیق تو ہمارے حال سے واقف و آگاہ ہے چنانچہ آپ کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور اسی طرح آیت مجیدہ اِنَّمَا وَدَّيْتُكُمْ اَللّٰهُ اِلٰهًا اور آیت مجیدہ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ بِمَنْ حِضْرُ عَلِيٍّ کے خلیفہ و امام من جانب اللہ ہونے کی قطعی دلیل ہیں۔

قرآن کی دوسری منزل۔ مشابہ ہونا یعنی فصاحت۔ بلاغت۔ پختگی۔ نظم و نسق۔ اعجاز اور صداقت و حقیقت میں تمام قرآن کی آیات ایک دوسری کے مشابہ ہیں۔ اور ان امور میں اہل کو کوئی اختلاف نہیں اور یہی اس کے منزل من اللہ ہونے کا قابل تردید دلیل ہے۔ کیونکہ اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہوتا اور اس مطلب کو ہم نے تفسیر النور النجف کی تیسری جلد میں واضح کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کو اس منزل کے لحاظ سے بھی قرآن مجید کے ساتھ مساوی حاصل ہے۔ کیونکہ ان کے تمام اقوال و افعال میں یکسانیت ہے کہ اس میں جوانی بڑھاپے کا کوئی فرق نہیں جو کچھ دل میں ہے وہ زبان پر ہے اور اسی پر عمل ہے اور آپ کی تمام زندگی کے جملہ شعبے ایک دوسرے سے پوری مشابہت رکھتے ہیں اور یہی ان کے امام من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ ان کے نظریات، افعال، اقوال اور اطوار میں کچھ نہ کچھ تفاوت ضرور ہوتا اور معصوم کی ہی یہ شان ہو سکتی ہے۔ ورنہ غیر معصوم تو خواہش نفس کو بھی معبود قرار دے بیٹھتا ہے اور بعض اوقات اسے اعلان کرنا پڑتا ہے۔ اِنِّیْ شَیْطَانًا لِّعْتِسَابِیْ۔

قرآن کی تیسری منزل۔ پاک و مطہر ہونا۔ چنانچہ فرمایا۔ قُرْآنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ

اَلْعِلْمِیْنَ ۝ یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے افتر نہیں ہے بلکہ یہ اس کی تصدیق ہے جو اس کے پہلے ہے اور تفصیل ہے کتب سابقہ کی اس میں کوئی شک نہیں کہ پروردگار عالم کی جانب سے ہے نیز فرمایا۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ہم نے قرآن عربی زبان میں اتارا تاکہ تم سمجھو اور فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ سَبْعًا مِّنَ السَّمَاءِ ۝ فَالْقُرْآنُ الْعَرَبِیُّ ۝ ہم نے آپ کو سبع مثانی یعنی سورہ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا۔

اور حضرت علی علیہ السلام اس منزل میں قرآن کے ساتھ بابر کے شریک ہیں اور ان کی امامت اللہ کی جانب سے ہے کیونکہ منصب خلافت و امامت صرف اللہ ہی کی جانب سے عطا ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت آدم اور حضرت داؤد کی خلافت کے متعلق قرآن شاہد ہے اور اسی طرح حضرت ابراہیم کی امامت کے متعلق بھی صریح ارشاد ہے اور تمام ہادیان دین کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ وَجَعَلْنَا هُمَا اُمَّةً مِّنْهُنَّ اُمَّةً مِّنْهُمْ ۝ اور ہم نے ان کو امام بنایا کہ ہمارے سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔

ابن مردویہ۔ خطیب اور ابن عساکر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت مآب نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِمَا سَأَلَکَ اَحَبُّ مُؤْمِنٍ اَنْ تَقْسِرَ عَلَیَّ صَدَقَہِیْ وَ اَنْ تُیَسِّرَ لِّیْ اَلْعَمَلَ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِمَا سَأَلَکَ اَحَبُّ مُؤْمِنٍ اَنْ تَجْعَلَ لِّیْ قُرْبًا مِّنْ اَهْلِیْ اَمْرِیْ وَ اَنْ تَحَلَّ عَقْدَہٗ مِّنْ لِّسَانِیْ یَقْبَلُوْا اَقْوَابُہُمْ وَ اَجْعَلَ لِّیْ قُرْبًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلَیَّ اَحَبُّ اَشَدُّ دَیْنِہٖ اَزَّوْیْ وَ اَشْرِکَہٗ لِّیْ اَمْرِیْ لَیْسَ بِحَقِّکَ کَثِیْرًا وَ تَذْکُرُکَ کَثِیْرًا اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا (در منشور تفسیر سورہ طہ)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بڑے بھائی حضرت موسیٰ نے کیا تھا۔ کہ میرا سینہ کھول دے اور میرا معاملہ آسان کر۔ میری زبان

ذی عوج ایک اور مقام پر فرمایا۔ لایا تَبِعَهُ انْبِطَالُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَكَانَ مِنْ خَلْفِهِ۔ یعنی قرآن عربی ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں۔ اس کے سامنے یا پیچھے سے باطل اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ نیز فرمایا۔ لایَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔ اس کو مس نہیں کرنے مگر مطہر لوگ۔

ان کے علاوہ دیگر آیات بھی اس امر پر شاہد ہیں۔

اور حضرت علی علیہ السلام اس منزل میں بھی قرآن کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ چنانچہ آیت تطہیر باتفاق علماء اس کیلئے شاہد موجود ہیں۔ وغالباً حضرت سید الشہداءؑ نے اپنی تنہائی کے وقت آخری اتمام حجت میں یہ اشعار فرمائے۔

۱۔ اَنَا ابْنُ عَلِيٍّ الطَّهْرُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
كَفَانِي بِهَذَا مَقْعَرًا حِينَ أَفْخَرُ
۲۔ وَجِئْتُ دَسْوَلُ اللَّهِ أَكْرَمُ مِنْ مَفْعَى
وَنَحْنُ سِرَاجُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ مِزْهَرُ
۳۔ وَفَاطِمَةُ حُجَّتِي مِنْ سُلَالَةِ أَحْمَدَ
وَعَلَّتِي يَدُهَا ذُو الْجَنَاحَيْنِ جَعْفَرُ
۴۔ وَفِينَا كِتَابُ اللَّهِ أُسْرِلَ صَادِقًا
وَفِينَا الْهُدَى وَالْوَحْيُ بِالْحَزِينِ يُدَكِّرُ
۵۔ وَنَحْنُ أَمَانُ اللَّهِ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ
نَسْرُ بِهَذَا رِجَى الْأَنَامِ وَنَجْمُهُ
۶۔ وَنَحْنُ وَلَاؤُاُ الْخَوَاصِ نُسْقِي مُحِبِّينَا
بِكَاسِ رَسُولِ اللَّهِ مَنْ لَيْسَ يُشْكِرُ
۷۔ إِذَا مَا آتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَلَامًا

میں آل ہاشم سے حضرت علی کا فرزند ہوں جو طہر و طاہر ہیں اور مقامِ فخر میں میرے یہی فخر کافی ہے اور میرا جہدِ جنابِ سولِ پاک ہے جو تمام گزشتگان سے افضل ہے اور ہم اللہ کی زمین میں اسکی روشن قندیل ہیں میری مادر گرامی حضرت فاطمہؑ ہے جو رسالتِ مآب کی شہزادی اور میرا عم حضرت جعفرؑ ہے جو ذوالجنحین کے نام سے پکارا جاتا ہے اللہ کی کتاب ہمارے حق میں سچی گواہی دیتی ہے چاہے ہم جہنم میں اور وحی کی خیر کی خبریں ہمارے حق میں ہیں ہم تمام لوگوں کیلئے اللہ کی امان ہیں ہم ظاہر و پوشیدہ طور پر لوگوں میں اس وصف سے متصف ہیں ہم حوضِ کوثر کے مالک ہیں کہ اپنے درستاروں کو پلا میں گئے جنابِ مآب کے کاس سے اسکو جو منکر نہ ہو گا جب رزقِ امت پیدا ہو گا جو حوض کی طرف

۸۔ إِمَامٌ مُطَاعٌ أَفْجَبَ اللَّهُ حَقَّهُ
عَلَى النَّاسِ جَمْعًا وَالَّذِي كَانَ يُنْظَرُ
۹۔ وَشِينَعَتُنَا فِي النَّاسِ أَكْرَمُ شَبْعَةٍ
وَمُبْغِضُنَا لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يَحْشُرُ
۱۰۔ فَطَوَّبَ الْعَبْدُ زَادَنَا بَعْدَ مَوْتِنَا
رَجْنَاتٍ عَدَدَ صَفْوَاهَا لَا يَكْذِبُهُ

تو حیدر کر اپنے ہاتھوں سے اس کو سرب کر دیں گے وہ واجبِ اطاعت امام ہیں کہ اللہ نے ان کا حق واجب کیا ہے تمام لوگوں پر اور وہ جو دیکھنے والا ہے اور ہمارے شیعہ لوگوں میں بہترین شیعہ ہیں اور ہمارا دشمن قیامت کے دن خسارہ میں ہو گا۔ ہمارے موت کے بعد ہمارے زائرین کو خوشخبری ہے جنتِ عدن کی جن میں عیش کبھی گنہ گار نہ ہو گا۔

ایک روایت میں ہے۔ مَا مِنْ بَنِي آلِ وَثْلَةٍ كَرَّ بِلَادَهُ وَقَالَ فِيكَ يَدُ فَوْضٍ اَلْقَسْرُ الْأَذْهَرُ۔ یعنی کوئی بنی نہیں گذرا مگر یہ کہ اس نے کربلا کی زیارت کی اور زمین کربلا سے خطاب کر کے کہا تجھ میں ایک روشن چاند دفن ہو گا۔

ایک دفعہ جناب رسالت مآب امام حسینؑ سے پیار کر رہے تھے اور اس سے ہنس رہے تھے تو حضرت عائشہؓ نے کہا۔ آپ کو یہ سچے کس قدر پیارا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا مجھے کیونکر پیارا نہ ہو۔ حالانکہ میرے دل کامیوہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لیکن میری امت اس کو بے جرم و خطا قتل کرے گی۔ پس جو شخص اس کی وفات کے بعد اس کی زیارت کرے گا میری ججوں میں سے ایک جج کا ثواب اس کو ملے گا۔ اس نے ازراہ تعجب کہا۔ آپ کی ججوں میں سے ایک جج؟ تو بڑھتے بڑھتے آخر آپؑ نے فرمایا میری شہر ججوں کا ثواب بمبعہ عروں کے اس کو ملے گا۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے ۲۵ جمیں پیادہ کیں۔ آخر ایک جج ایسی کی جو آج تک کسی نے نہ کی۔ ایک نہیں بلکہ پانچ ججیں خاص مناسک کے ساتھ۔ ایسی جج کہ خود مکہ بھی بنے اور منیٰ بھی اور خود موقف بھی ہوئے اور قربان بھی۔ پھر اس کے حاجیوں میں سے سید المرسلینؑ بمبعہ عترة طاہرینؑ ہیں ملائکہ مقربینؑ ہیں اور پہلا حاجی

حسینؑ کی چوتھی حج۔ یہ مخصوص حج عاشور کی ظہر کے بعد ہوئی۔ جب اپنی اولاد اعزاء یا رد انصار کی خورد و کلاں اور پیرو جان قربانیوں سے فارغ ہو چکے اور بہ تن تنہا غریب و فرید باقی رہ گئے۔ اذان حج کی صدا کانوں میں گونجی۔ یہ مؤذن جناب شہزاد علی اکبرؑ ہمشکل پیغمبر ہیں کہ جب حسینؑ اس کی لاش پر پہنچے اور تشنگی کے متعلق پوچھا تو شہزادے نے عرض کی بابا جان۔ مجھے نانا نے سیراب کر دیا ہے اور آپ کو اپنے پاس جلدی سے بلا رہے ہیں اور آپ کے لئے کوثر لئے کھڑے ہیں اور صحیفۃ الہیہ سے قَاتِلُ حَقِّی تَقْتُل۔ کی آواز بھی گوش حق نیوش میں پہنچ رہی تھی۔ پس آپ نے اس حج کے لئے تیار ہی کی۔ لباس احرام تبدیل کرنے کے لئے خیمہ اظہر میں تشریف لائے۔ اپنی بہن سے فرمایا۔ اِیْتِنِی بِشَوْبٍ عَتِیقٍ لَا یَرْغَبُ فِیْہِ أَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَجْعَلْہُ تَحْتَ شَیْءٍ دَسَلًا اَجْعَلْ دِیْنَہُ بَعْدَ قَتْلِیْ فَازْلَفْعَتْ اَصْوَاتُ النِّسَاءِ مَا نُبْکَا وَاَلْحَجِیْبُ ثَدَّ اُوْقِیْ بِشَوْبٍ فَخَرَّقَہُ مِنْ اَخْلَافِہِ وَجَعَلْہُ تَحْتَ شَیْءٍ وَکَانَ لَہٗ سَعْوَالٌ جَدِیدٌ فَخَرَّقَہُ اِنْصَا لِسَلَا یُسَلِّبُ مِنْہُ۔

لے بہن! مجھے ایسا پرانا لباس لا دیجئے جو کسی شخص کو پسند آنے کے قابل نہ ہو میں اس کو کپڑوں کے نیچے پہنوں گا تاکہ بعد از قتل برہنہ نہ کیا جاؤں یہ سنتے ہی اہل حرم کے رونے اور فریاد کرنے کی آواز بلند ہوئی۔ پس ایک لباس پیش کیا گیا جس کو آپ نے اطراف سے پارہ پارہ کر دیا اور لباس کے نیچے پہن لیا اور اپنے نئے زیر جامہ کو بھی پارہ پارہ کر دیا تاکہ اتارا نہ جائے۔ یہ تھا حسینؑ کا لباس احرام اور زبان حال سے لَبِیْکَ اَللّٰہُمَّ لَبِیْکَ کہہ رہے تھے کہ اللہ میں اپنے آگے اپنی اولاد بھائیوں۔ بھتیجیوں اور یار و انصار کو بھیج چکا ہوں ان میں کوئی بھی میرے پاس موجود نہیں۔ اے اللہ اب میں خود حاضر ہوں اب اپنے پیچے

پہلے چلم پر جابر بن عبد اللہ انصاری تھے۔ حسینؑ کی پہلی حج۔ روا لکی از مدینہ اس کامیقات قبر رسولؐ تھا اور مؤذن خداوند کریمؑ لَمَّا کَانَ صَحِیفَةُ شَرِیْفِ الْہِیْمَةِ یَسْأَلُہِ یَا حُسَیْنُ اُخْرِجْ یَقُوْمُ اِلَی الشَّہَادَةِ۔ لَا شَہَادَۃَ لَکُمْ اِلَّا مَعَنَا وَ قَاتِلٌ حَتّٰی تُقْتَلَ۔ اے حسینؑ اپنے ساتھیوں کو لیکر شہادت کی طرف جاؤ کیونکہ آپ کے بغیر ان کی شہادت نہ ہوگی اور جہاد کرو۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤ۔ نیز اس حج کے مؤذن حضرت رسالت مآبؐ بھی تھے چنانچہ جب حسینؑ قبر رسولؐ پر آئے۔ خدا سے عرض کی اَللّٰہُمَّ ہٰذَا حَقِّیْ بَیْتِکَ اَلْہِیْمَہُ۔ تو خواب میں جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ میرے پیارے حسینؑ میں تجھے زمین کر بلا میں مذبح اور خاک و خون میں غلطان دیکھ رہا ہوں۔ بیٹا عراق کی طرف جاؤ پس وطن سے احرام باندھ کر چل دیئے۔

حسینؑ کی تیسری مخصوص حج۔ اس حج کی ابتداء روز عاشور سے ہوئی مقام احرام یعنی میقات خیمہ گاہ تھا اور اس کے مؤذن حضرت رسالت مآبؐ حضرت علیؑ حضرت امام حسنؑ اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ تھے۔ چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہذا مامدا کعبہ صحابہ کبار کے دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ سکان سما اور باشندگان ملاء اعلیٰ تیری انتظار میں ہیں۔ اور آج تیرا انظار (فاتحہ شکنی) ہمارے ہاں ہوگی۔ پس جلدی کرو اور دیر نہ کرو۔ اور یہ ایک فرشتہ آسمان سے صرف اس لئے آیا ہے کہ ایک سبز پیشی میں تیرا خون لے کر آسمان کی طرف جائے۔ پس حسینؑ نے لَبِیْکَ اَللّٰہُمَّ لَبِیْکَ زَبَانَ مَبَارَکَ پر جاری فرمایا۔ اس حج میں حسینؑ نے وہ قربانیاں کیں کہ اولین میں سے کوئی نہ پیش کر سکا۔ اس حج میں سچی بھی کی اور ہر وہ بھی کیا۔ اس سعی مخصوص کے لئے سات طواف نہیں بلکہ حسینؑ کو ستر طواف کرنے پڑے خیمہ گاہ سے قتل گاہ تک اور قتل گاہ سے خیمہ گاہ تک۔ (یا حسین)

شہرہیں مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ط

پچھلی مجلس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہی ہے جو رسولؐ کے ساتھ ہونے کا ہے کیونکہ قرآن جس کے کلام خدا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور خداوند عالم نے بار بار چیلنج کیا کہ اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں کچھ شک ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی کتاب لاؤ یا ایک سورہ ہی لاؤ اور باوجود فصاحت و بلاغت پر ناز کرنے کے قرآن کے مقابلہ کی جرأت نہ کرنا۔ ان کا عملی اعتراف تھا کہ یہ کلام کلام اللہ نہیں بلکہ کلام خدا ہے۔

اسی کلام مقدس میں جناب علیؑ کو نفس رسولؐ کہا گیا جیسا کہ آیت مباہلہ میں اَلنَّفْسُ اس امر کا شاہد ہیں ہے۔ پس علیؑ کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ثابت ہوئی بلکہ جناب رسالت مآبؐ نے جناب علیؑ کو جامع کمالات انبیاء فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

جو چاہے کہ آدمؑ کو اپنے علم میں اور
نوحؑ کو اپنے عزم میں اور ابراہیمؑ کو
اپنے علم میں اور موسیٰؑ کو اپنی ہیبت
میں اور عیسیٰؑ کو اپنے زہد میں دیکھوں
تو علیؑ بن ابیطالب کی طرف دیکھے۔

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي
عَلِيٍّ وَإِلَى نُوحٍ فِي عَزِيمِهِ وَإِلَى
إِبْرَاهِيمَ فِي جُلْعِهِ وَإِلَى مُوسَى
فِي هَيْبَتِهِ وَإِلَى عِيسَى فِي زُهْدِهِ
فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَمْ

لہ احمد بن حنبل، البیہقی، ابن مغازلی، فردوس الاخبار، خصائص لفظی، مناقب اعلیٰ غوار، مطالب السؤل، الرایض النضر، مودۃ القرنی، ہدایۃ السعداء، الفصول المہمہ، قرۃ العین شاہ ولی اللہ دہلوی اصرار کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی یہ حدیث منقول ہے۔

صرف عورتیں اور بچے چھوڑ رہا ہوں جو حیران و سرگرداں ہیں۔ ان کا نہ کوئی ناصر ہے اور نہ مددگار۔ پس گھوڑے پر سوار ہوئے اور موقف حج پر ایسا وقوف کیا کہ عرفہ مشعر اور منیٰ میں کسی نے ایسا وقوف نہیں کیا اور نہ کسی میدان کارزار میں کوئی ایسا وقوف کر سکا۔ اور زبان حال سے کلمات جاری تھے۔ اے اللہ میں حاضر ہوں تیرے لئے میں نے ایسا احرام باندھا ہے کہ سر کو بدن کی سواری کی ضرورت نہیں میرے بدن کو پاؤں پر کھڑے ہونے کی حاجت نہیں۔ میرے ہاتھوں نے چیزوں کے پکڑنے سے احرام باندھ لیا ہے۔ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ۔ تیرے لئے میرے جگر نے پانی سے احرام باندھا ہے اور میرے بالوں نے خضاب سے احرام باندھا ہے میرے جڑوں نے ایک دوسرے کے اتصال سے احرام باندھا ہے پس اپنے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ نہ حلق کے ارادہ سے بلکہ بکٹانے کی نیت سے اور نفیس ترین قربانی یعنی اپنے نفس نفیس کو نحر کے لئے پیش فرمایا۔ حسینؑ کی پانچویں حج۔ حسینؑ کی یہ حج۔ حج اکبر تھی جو نہ کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہوگی اس کا مؤذن خداوند عالم تھا۔ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي الْجَنَّةَ۔ اس کے احرام کا وقت عصر عاشورہ تھا جبکہ روح پاک بدن سے پرواز کر چکی تھی۔ سدا جہنگل تر چکے تھے تمام زمینیں ترک ہو چکی تھیں حتیٰ کہ انگوٹھی بھٹی صرف انگوٹھی نہیں بلکہ وہ انگلی بھی جس میں انگوٹھی تھی لباس اتر چکا تھا حتیٰ کہ لباس احرام بھی جس کو حفاظت کے لئے پارہ پارہ کیا تھا۔ ہاں ایک نیا لباس پہن لیا تھا اور وہ تھا خاک و خون کا لباس جو تا محشر زیر لب تن فرمایا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی زیارت حج کے برابر قرار دی گئی۔

(ملخص خصائص وفوائد المشاہد)

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَا جِعُونَ۔

میں حضرت علیؑ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی۔ حضور! آپؐ نے ایک ہی شخص کو تین رسولوں کے برابر قرار دے دیا۔ واہ کیا کہنے اس شخص کے جس کی شخصیت اس قدر عظیم ہو۔ ذرا فرمائیے تو سہی کہ وہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تو اس کو نہیں پہچانتا؟ عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے تو آپؐ نے فرمایا وہ ابو الحسن علیؑ بن ابی طالب ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہا۔ بَحَّ بَحَّ لَكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ مَنْ مِثْلُكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ۔ مبارک مبارک اے ابو الحسن اور تجھ جیسا کون ہو سکتا ہے اے ابو الحسن۔ رکتاب المناقب اخطب خوارزم تو ضیح الدلائل شہاب الدین احمد

يُكَلِّمُ بَعْضُهُمْ اُخْرًا وَاقْرَأْ كَلِمَاتٍ فَانْفِرْ وَقَدْ جَمَعَ الرَّحْمَنُ فِيكَ الْعَالِيَا
ہر صاحب فخر کی ایک صفت سے پہچان ہوتی ہے لیکن تجھ میں تو خدا نے نام کمالات جمع فرمادیئے۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ بی بیضا داری آنچہ خواہاں ہمہ دازند تو تنہا داری
حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے میرے بھائی علیؑ کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں کہ وہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔ پس جو شخص اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا ذکر کرے۔ خداوند کریم اس کے تمام سابق و لاحق گناہ بخش دے گا اور جو شخص حضرت علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو سنے تو اس کے کانوں کے گناہ معاف ہوں گے اور جو شخص حضرت علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کی طرف نظر کرے تو اس کی آنکھوں کے گناہ معاف ہوں گے پھر فرمایا علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اس کا ذکر عبادت ہے۔ خدا کسی عبد کے

جابر سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى سِرِّ اَنْبِيَاءِ فِيْهِ
وَالِىَ مِيكَائِيلُ فِيْ سُرَّتِهِ وَالِىَ
جِبْرِائِيلُ فِيْ جَلَالَتِهِ وَالِىَ اٰدَمُ
فِيْ عِلْمِهِ وَالِىَ نُوحٌ فِيْ حُسْنِهِ وَ
اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِيْ خُلَاتِهِ وَالِىَ يَعْقُوبُ
فِيْ جَلْبِهِ وَالِىَ يُدْسُ فِيْ جَمَالِهِ
وَالِىَ مُوسَى فِيْ مُنَاجَاتِهِ وَالِىَ اَيُّوبُ
فِيْ صَبْرِهِ وَالِىَ يَحْيَىٰ فِيْ زُهْدِهِ وَ
اِلٰى عِيْسَىٰ فِيْ سُنَنِهِ وَالِىَ يُؤْتَسَّرُ
فِيْ وَرَعِهِ وَالِىَ مُحَمَّدٌ فِيْ حُسْنِهِ وَ
خُلُقِهِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى عَمَلٍ فَاِنَّ فِيْهِ
تِسْعِيْنَ خَصْلَةً مِنْ خِصَالِ الْاَنْبِيَاءِ
جَمَعَ اللهُ فِيْهِ وَلَمْ يَجْمَعْ فِيْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
وَعَدَّ جَمِيْعَ ذَلِكَ فِيْ جَوَاهِرِ الْاَنْبِيَاءِ رَوَى الْقَوِيُّ
اور جو اہر البیان میں ان تمام کو شمار کیا گیا ہے۔

حضرت علیؑ کی فرج کے علمبردار حارث اعور سے منقول ہے کہ ہم نے سنا ہے
ایک مرتبہ حضرت رسالت مآبؐ مجمع اصحاب میں تشریف فرما تھے اور فرمایا کہ اُرِيْكُمْ
اَدَمَ فِيْ عِلْمِهِ وَنُوحًا فِيْ فَهْمِهِ وَعِيْسَىٰ فِيْ حِكْمَتِهِ۔ یعنی میں تم کو ایک
شخص دکھاتا ہوں جو علم میں آدم فہم میں نوح اور حکمت میں عیسیٰ ہو تو اتنے

کے حامل ہیں۔ ابن ابی الحدید نہج البلاغۃ کے خطبہ ششقیہ کی شرح میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ چند عورتیں حضرت رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر تھیں اور ان کی آواز قدر سے بلند ہوئی تو حضرت عمرؓ آگے جو نہی انہوں نے دیکھا بھاگ کھڑی ہوئیں تو انہوں نے کہا کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خداؐ سے نہیں ڈرتیں۔ وہ کہنے لگیں ہاں بے شک ایسا ہی ہے کیونکہ تو اغلاظ ہے۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ آرہے تھے ان کے ہاتھ میں درہ تھا تو سعد بن ابی وقاص ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ پس اس کے سر پر درہ مانا شروع کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل میں خلافت کا رعب نہیں تو میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت تجھ سے مرعوب نہیں ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ ابی ابن کعب کسی طرف جا رہا تھا اور اس کی قوم اس کے پیچھے تھی تو اس کو بھی درہ مارے۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے درہ کو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ پر استعمال کیا۔ جب ابو بکرؓ کی وفات ہوئی تو عورتیں رو رہی تھیں۔ اور ام فروہ بھی ان میں شامل تھی تو حضرت عمرؓ نے ان کو کئی مرتبہ روئے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں۔ پس ام فروہ کو علیحدہ کر کے اس پر جب درہ رسید کیا تو عورتیں بھاگ گئیں اور یہ مثل مشہور تھی کہ حجاج بن یوسف کی تلوار سے حضرت عمرؓ کا درہ زیادہ خوفناک تھا۔

ہاں بے شک اسی کی ہمت سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر وہاں چڑھی اور سقیہ میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ تاریخ میں موجود ہے۔ اور حضرت علیؓ کے گھر میں جن لوگوں نے پناہ لی تھی ان کو وہاں سے زبردستی نکالا۔ بلکہ نفس رسولؐ اور بضعتہ الرسولؐ کو دھمکیاں بھی دیں لوگوں نے کہا اس گھر میں فاطمہؓ ہے تو کہا ہے کہ ہوا کرے۔ پس لوگ نکلے اور انہوں نے بیعت کر لی۔ سوائے حضرت علیؓ

ایمان کو قبول نہیں فرماتا جب تک کہ اس میں ولاد علیؓ نہ ہو اور اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ ہو۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر تمام درخت قلمیں تمام سمندر سیاہی۔ تمام جن حساب کرنے والے اور تمام انسان لکھنے والے ہو جائیں تو علیؓ بن ابی طالب کے فضائل ختم نہ ہو سکیں گے۔

(مناقب خوارزمی)

بڑا ہوسند کا جب دیکھا کہ حضرت علیؓ کے متعلق اس قسم کے فضائل منسوب ہیں تو ان کے منہ میں بھی پانی بھر آیا۔ پس حدیثیں بنانا شروع کر دیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی اخوت والی حدیث کے مقابلہ میں حدیث گھڑ دی کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو غلیل بنانا تو فلاں بڑے میاں کو بناتا اسی طرح سداً ابواب والی حدیث بھی ان کے لئے وضع کر لی حتیٰ کہ کاغذ و قلم دوات والی حدیث بھی ان کے حق میں لکھ ڈالی کہ آپؐ نے فرمایا میں بڑے میاں کے لئے کچھ لکھنا چاہتا ہوں تاکہ تم میں اختلاف کا دروازہ بند ہو جائے۔

رسولؐ کی اتباع کرنے والوں کے خداوند کریم نے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں فرمایا وَالَّذِينَ مَعَهُ۔ وہ لوگ جو رسولؐ کے ساتھ ہیں یعنی ان کے اطاعت گزار ہیں ان کی علامتیں یہ ہیں۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وہ کافروں پر بہت سخت ہیں۔ اب ذرا جائزہ لیجئے۔ جنگ احد کا نقشہ پیش کرتے ہوئے طبری اپنی تاریخ میں رقمطراز ہے۔ فَاَتَخَاَنَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى أَجْمَعَةٍ فَاسْتَتَرَتْ بِهَا ثَمَّةٌ هَنَمَ اللَّهِ الْمُشْرِكِينَ۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کچھ جھاڑیوں کی طرف چلے گئے اور وہاں چھپے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے مشرکین کو پسپا کر دیا۔ اس پہلی وصف میں پہلے بزرگوار کی حالت معلوم ہو گئی۔ اب دوسری وصف میں ایک دوسرے صاحب کو ملاحظہ فرمائیے۔ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ کہ وہ آپس میں رحیم ہیں اور حسن سلوک

شخص اٹھا بھی سہی یا نہیں۔ پس بی بی نے خطبہ شروع فرمایا۔ جس میں اپنا تعارف کرا لیا۔ اور فرمایا۔ یا بن ابی قحافہ اخی کتاب اللہ مترت اباک ولا امرت ابی لے ابن ابی قحافہ کیا قرآن مجید کی رو سے تو اپنے باپ کا وارث ہو سکتا ہے اور میں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوں۔ یقیناً تو جھوٹ کہتا ہے۔

(ابن ابی الحدید)

کسی کے مرجانے کے بعد تعزیت سنت ہے اور طعام بھیجنا بھی سنت ہے لیکن حسنین کی طرف طعام اور تعزیت کا پیغام وہ آگ تھی جو دروازہ کو لگائی گئی۔ نفس رسول کو مسجد کو فہ میں پھر امام حسن کو زہر سے اور امام حسین کو کربلا میں تیغ ستم سے شہید کر ڈالا اور جناب سیدہ طاہرہ کی قبر اسی بنا پر معرض خفایں رکھی گئی۔ نیز حضرت امیر علیہ السلام کی قبر پاک بھی مخفی رہی یہاں تک کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے نشاندہی فرمائی۔ امام حسن کے جنازہ پر تیر برسائے گئے اور حضرت سید الشہداء کے جنازہ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ نطاق بیان سے باہر ہے۔

ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا کہ قتل کے بعد امام مظلوم کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں کیونکہ وہ ہمارا نافرمان تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ مرنے کے بعد ان باتوں سے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ میں کہہ چکا ہوں لہذا ضرور پورا کرونگا۔ عمر سعد نے اپنی فوج میں ندبلند کی تو دس گھوڑے سوار اٹھے اور انہوں نے اس ظلم کے سرانجام دینے کا ارادہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ روایت میں ہے جناب فاطمہ زہرا ام امام حسین کو ہر روز روتی ہے اور بی بی کا گریہ قیامت تک رہے گا اور وہ حسین پر رونے کی آخری مجلس ہوگی۔ چنانچہ ندا آئے گی۔ غُضُّوا الْبَصَارَ مَرَّحَةً حَتَّى تَخْجُزَ فَاِطْمَئِنَّتْ مُحَمَّدٌ۔ اسے اہل محشر آنکھیں بند کر لو تاکہ فاطمہ بنت محمد گزر جائے۔ پس جب تشریف لائیں گی اور جنت میں داخل ہونے

کے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنے کندھے پر روانہ ڈالوں گا جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کروں۔ (الامامة والسياسة) ان کو جلانا چاہا جن کے متعلق رسول خدا کا فرمان تھا علی مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ اور نقیقین کی ہتک حرمت پر لوگوں کو جرأت دلائی اور اہل بیت پر ظلم و جور کی بنیاد اس نے ہی رکھی اور اہل بیت پر واروشدہ تمام مصائب و حقیقت رسالت مآب پر وارد تھے کیونکہ علی نفس رسول جناب بتول بضعة الرسول اور حسنین ریحان رسول تھے جیسا کہ منقول ہے۔ ہاں اسی بی بی کے دروازہ پر آگ لگائی گئی۔ جو عالمین کی عورتوں کی سردار تھی اور جس کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ میرا نمکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی گویا اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ جب صحن رسول میں آتی تھیں تو حضور تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ مرجھا کہتے۔ بوسہ دیتے اور اپنی مسند پر جگہ دیتے تھے آج اسی بی بی کی آواز آرہی ہے۔

حُبَّتْ عَلَى مَصَائِبُ لَوَانَهَا حُبَّتْ عَلَى الْاَلْيَامِ حَيُّونَ كَيْلَا
میرے اوپر وہ مصائب آئے ہیں کہ اگر دنوں پر آتے تو وہ سیاہ راتیں بن جاتے۔ مجبور ہو کر حجرہ مبارکہ سے قدم باہر رکھا اور مسجد کا قصد فرمایا۔ جناب زینب روایت فرماتی ہیں کہ جب سنا کہ میرا حق فک غصب ہوا ہے برقعہ بنایا اور چند کنیزوں اور اپنی قوم کی مستورات کے زمرہ میں مسجد کی طرف روانہ ہوئیں کہ چادر کا دامن زمین پر خط دے رہا تھا اور رفتار بعینہ رسول کی رفتار معلوم ہوتی تھی جب قریب پہنچیں دیکھا کہ مسجد مہاجر والنصار سے پُر ہے۔ پس سامنے چادر تان کر پردہ بنا لیا۔ پھر بلند آواز سے رونا شروع کیا کہ تمام حاضرین پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔ پھر جب لوگوں میں سکوت ہوا نہ معلوم بی بی کے لئے کوئی

اٹھارہویں مجلس

حضرت حسینؑ کی تنہائی و بے کسی

نَظَرِيْمِيْنَ اَفْلَمُ يَرَا اَحَدًا وَنَظَرَ شَيْعًا اَفْلَمُ يَرَا اَحَدًا
دائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔

فَقَالَ - تو آواز بلند فرمائی۔ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا - کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کرے۔ هَلْ مِنْ مُّجِيْبٍ يُجِيْبُنَا - کیا کوئی پناہ دینے والا ہے جو ہمیں پناہ دے۔ هَلْ مِنْ ذَاتٍ يَدُبُّ عَنْ حَرَمِ سَرَسُوْلِ اللّٰهِ - کیا کوئی رحم دل ہے جو حرم رسولؐ کے لئے رحم دلی کرے۔ هَلْ مِنْ مُّوَحِّدٍ يَّحَافُ اللّٰهُ فَيُنَادِيْ كَمَا كُوْنِيْ هُوَ خَلِيْفَتِ رَبِّكَ - کیا کوئی فریاد رس ہے جو ہماری اعانت سے اللہ کی بخشش کی امید کرتا ہو۔

اس استغاثہ کا خیر مقدم کون کرتا تمام دشمن تھے سوائے تیر و تبریز و تلوار کے دوسرا جواب نہ ملا۔ البتہ ایمان رکھنے والی قیامت تک کی روحیں یہ صدائے استغاثہ سن کر لَبَّيْكَ دَا عَمَّا اللّٰہ - کہہ رہی تھیں۔ بے شک حضرت قائم آل محمدؑ اس استغاثہ کا خیر مقدم کریں گے۔ ان کی آواز آتی ہے۔ اَلَا اَلَا يٰ اَحَدًا اَلَا لَيْتُنِيْ اَخْرَجْتَنِيْ عَنْكَ اللّٰهُمَّ وَعَاثَنِيْ عَنْ نَّفْسِكَ الْمُتَقَدُّوْمُ وَلَكُمَا اَكُنْ لِّمَنْ حَارَبَكَ مُحَارِبًا وَمِنْ نَفْسِكَ لَكَ الْعَدُوَّةُ مَنَاجِبًا فَلَا تُدْبِرُكَ صَبَاحًا وَمَسَاءً وَلَا بَكِيْنٌ لَّكَ بِذَلِ الدُّعُوِّ دَمًا سَوَآءً كَهَيِّجَتِيْ هُوْنًا! اے خداوند اگر مجھے زمانہ نے آپ سے موخر کر دیا۔ اور تقدیر نے مجھے آپ کی نصرت سے زوک دیا اور میں آپ کے محارب بن اور دشمنوں سے جہاد نہ کر سکا۔ اب آپ کے غم میں صبح و شام گریہ کروں گا اور آنسو کے بدلہ خون

کا حکم ہو گا تو نبیؐ بی عرض کرے گی۔ لَا اَدْخُلُ حَتّٰی اَعْلَمَ مَا صُنِعَ بِوَلَدِيْ مِنْ بَعْدِيْ میں جنت میں داخل نہ ہوں گی جب تک دیکھ نہ لوں کہ میرے بعد میری اولاد سے کیا کیا گیا ہے۔ پس آواز آئے گی۔ اُنْظُرِيْ فِيْ قَلْبِ الْمَحْشَرِ میری اولاد سے کیا کیا گیا ہے۔ فَادَا الْحَبِيْبِيْنَ قَاتِلًا سَامِيًا وَادَا جَدَّ مُحْشَرٍ وَسَطِيًّا دَمًا! پس نظر کریں گی تو دیکھیں گی کہ حسینؑ سر کے بغیر کھڑے ہیں اور ان کی رگ ہائے گردن سے تازہ خون جاری ہے۔ فَادَا اَسْرَ اَشَدَّ صَوْخَتٍ صَوْخَةً وَنَزَحَتْ لَفْسَهَا عَنْ نَاقَةٍ! پس دیکھتے ہی ایک آواز گریہ بلند کریں گی اور ناقہ سے گر جائیں گی۔ حضرت رسالتؐ مائب فرماتے ہیں۔ ان کے گریہ سے میں بھی گریہ کروں گا۔ اور ملائکہ بھی گریہ کریں گے پھر حسینؑ کی قبض کو ہاتھوں پر رکھ کر نبیؐ فریاد کرے گی میرے اللّٰهُ هَذَا اَقْبَنُ مَنْ وَلَدِيْ۔ یہ میرے فرزند کی قبض ہے۔ ہاں زہرا کے دل کو جو چیز زیادہ دردناک کرتی ہے کہ مقام شہادت میں قبض حسینؑ کو پیش فرمایا۔ یا تو اس لئے کہ خون سے ملطخ ہوگی یا اس لئے کہ اس میں تیروں تلواروں نیروں پتھروں اور گھوڑوں کے سموں کی وجہ سے جگہ جگہ شکاف ہوں گے اور یا اس لئے کہ باوجود اس قدر خستہ حال ہونے کے بھی جہد اطہر سے اتار لی گئی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا الْبِدْرُ الْجَوْنُ

جس میں کوئی رغبت نہ کرے۔ پس جب بی بی نے پرانا لباس حاضر کیا تو امام نے اس کو پارہ پارہ کیا پھر زیب تن فرمایا۔

حضرت سجادؑ کے خیمہ میں تشریف لائے اشہاد دے باپ کا استقبال کیا اور پھر باپ کی حالت سے متاثر ہو کر پوچھا، اَیْنَ عَیْیِی الْقَبَاسِ۔ میرے چچا عباس کہاں گئے؟ (آپ نے فرمایا اے تخت جگر وہ شہید ہو چکے ہیں پھر دوسرے اقرباء کے متعلق یکے بعد دیگرے پوچھا تو آپ نے فرمایا سب شہید ہو گئے۔)

پس اس وقت خیموں میں صرف میں اور تو باقی ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت سجادؑ کو جوش آیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ (عَلَى بَالِیْسَتِیْ وَالْعَصَا لَا خَیْرَ فِی الْحَیْوَةِ بَعْدَہُ۔ مجھے تلوار اور عصا دیجئے کیونکہ بابا جان کے بعد زندہ رہنے میں کوئی بہتری نہیں عصا طلب فرمایا کیونکہ بیمار تھے۔ یعنی عصا کے سہارے سے میدان کارزار میں جاؤں گا اور پھر تلوار سے جہاد کروں گا) امام نے تسکین دی۔ وَضَعْتُہُ اِلٰی صَدْرِیْ۔ اور سینے سے لگایا اور فرمایا۔ اَنْتَ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی ہٰذِہِ الْاَعْمَالِ وَالْاَطْفَالِ تُوَانِ یٰوَاؤُں اور بچوں پر میری طرف سے میرے بعد نگہداری کرنے والا ہے۔ فَاِنَّہُمْ غُیْبَاءٌ تَحْذَرُوْنَ۔ یہ عالم غربت میں بے کس و بے بس ہو جائیں گے۔ ثُمَّ لَیْسَ مَعِیْ بَیْدٌ وَصَاحَ بِاَعْلٰی صَوْتِہِ۔ اپنے بیمار فرزند کا امام نے ہاتھ پکڑا اور بلند آواز سے اہل جرم کو ننداری۔ یَا ذَیِّیْبُ وَاَیُّ اُمِّ کَلْبٍ وَاَیُّ سَکِیْنَتَہُ وَاَیُّ رَقِیْبَہُ وَاَیُّ اَنَا طِمَہُ اسْمَعَنَّ کَلَامِیْ وَاعْلَمَنَّ اِنَّ اِنِّیْ ہٰذَا خَلِیْفَتِیْ عَلَیْکُمْ وَہُوَا مَامٌ مُّقْتَرَضٌ الطَّاعَتِہُ۔ اے زینب اے ام کلثوم اے سکینہ اے رقیہ اے فاطمہ میری بات سنو اور یقین جا لو کہ تحقیق میرا یہ فرزند میرے بعد میرا جانشین ہے اور تمہارا واجب الطاعت امام ہے پھر اپنے فرزند کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ یَا وَلَدِیْ بَلِّغْ شِیْعَتِیْ عَنِّیْ السَّلَامَ وَقُلْ

روؤں گا۔

پھر سر بریدہ لاشوں کی طرف مسرت و یاس کی نظر اٹھا کر ان کو خطاب کر کے فرمایا۔ یا مسلم بن عقیل و یا ہانی بن عروہ و جیب ابن مظاہر و یا خنہیہ بن المقین و یا یزید بن مظاہر و یا یحییٰ بن کثیر و یا ہلال بن نافع و یا ابراہیم بن المحصین و یا عمرو بن المطاع و یا السد اکلی و یا عبد اللہ بن عقیل و یا مسلم بن عوسجہ و یا داؤد بن طرماح و یا حارثہ یحییٰ و یا علی بن الحسین و یا ابطال الصفا و یا فوسان الہیجاء۔ ہر ایک کو نام سے پکار کر فرمایا اے میدان کارزار کے بہادر و اے عرصہ حرب و ضرب کے شاہسوار و املی انا دیکھتے فلا تجیبونی و ادعوکم فلا تسمعون۔ کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں آواز دیتا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے اور میں تمہیں بلاتا ہوں اور تم نہیں سنتے کیا تم مخو خواب ہو کہ تمہاری بیداری کی امید کروں یا تمہاری محبت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے کہ نصرت نہیں کرتے ہو یہ دیکھو رسولؐ کی شہزادیاں تمہاری موت کی وجہ سے بے ڈھال ہو چکی ہیں اے کرام اپنی نیند سے اٹھو۔ اور ان کینوں کو حرم رسولؐ سے دفع کرو۔ ہاں بیشک تم مجبور ہو کیونکہ تم جام شہادت پی چکے ہو۔ ورنہ تم میری ندا سے کوتاہی نہ کرتے اور نہ میری مدد سے پیچھے ہٹتے۔ اب ہم تمہارے غم میں مبتلا ہیں اور غم قریب تمہارے ساتھ لمحی ہونے والے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نسخ التواتر جلد ۶ ص ۳

خیمہ میں تشریف لائے اور اہل حرم سے وداع کیا فرمایا۔ اللہ خَلِیْفَتِیْ عَلَیْکُمْ اپنی بہن سے فرمایا کہ میرے بعد اگر یتیم بچے ادھر ادھر متفرق ہو جائیں تو ان کو اکٹھا کرنا (مجالس المتقین) فرمایا بہن۔ میرے بعد تمہارا گریہ طویل ہو گا۔ ایتسی بشو بعتیق لا یوغب فیہ احد۔ مجھے پرانا لباس لا دیجئے۔

اگر کوئی حیوان مملوک پیاس سے مر رہا ہو اور پانی کم ہو تو ناز کے لئے تمیم کیا جاتا ہے اور اس کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاتا۔ تیسرا حق خصوصی اہل کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ ان کو پیاس سے جان بلب ہونے کی حالت میں سیراب فرمایا تھا اور چوتھا حق اس لئے کہ دریائے فرات جناب فاطمہؑ کو خداوند کریم نے عطا فرمایا تھا۔ جبکہ ان کی شادی حضرت علیؑ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید الشہداءؑ کے چار اعضاء مبارک

لے اہل کوفہ امام حسینؑ کی برکت سے تین مرتبہ سیراب ہوئے، (۱) ایک دفعہ خط سالی ہوئی بارش کی سخت کمی تھی آپ نے غارِ استسقاء پر بھی اور ابھی آپ کی دعائیں نہ ہوئی تھی کہ خداوند کریم نے بارش نازل فرمائی (۲) جنگ صفین میں جبکہ مالک اشتر نے فوج کی پیاس کی شکایت کی تو حضرت نے اپنے عصا سے زمین پر پانچ مکیریں کھینچیں پس ہر مکیر پانی کی نہر بن گئی اور سارا لشکر سیراب ہوا پھر دوسرے روز مالک نے پیاس کی شکایت کی تو حضرت نے پانچوں انگلیاں زمین پر ماریں پس پانچ نہریں پانی کی ظاہر ہوئیں اور تمام لشکر سیراب ہوا اسی طرح تیسرے روز مالک نے پیاس کا اظہار کیا تو آپ نے پائے مبارک کو زمین پر مارا پس لشکر گاہ میں ایک نہر عظیم ظاہر ہو گئی اور سب نے پانی پیا اور متواتر بیس روز تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک لے میرا میوہ دل اور جو بھی سامنے آتا تھا حضرت فرماتے تھے کہ میرا مقصود یہ نہیں بلکہ اِنَّكَ دَلَّيْتُ الْمُضْطَّيْمِينَ الْمَظْلُومِينَ۔ میرا مظلوم بٹا حسینؑ کہاں ہے؟ پس گریہ جلدی ہوا لوگوں نے عرض کی حضور! حسینؑ کی برکت سے ہی تو ہمیں یہ فتح نصیب ہوئی ہے پھر آپ کی رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

اِنَّهُ سَيُقْتَلُ عَطْشًا فَاَلْطَفْتُ كُتْلًا يَرِيحُ فِي زَمَانٍ كَرَبْلَاءِ يَسْأَلُ سَاحِبَ السَّيْفِ هُوَ كَافِرٌ فَرِيَا۔ فریاد اس امت سے جو اپنے نبی زادے کو قتل کرے گی۔

مرا دغا توں جنت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب زینبؑ سے فرمایا کہ مجھے اپنا شیر خوار فرزند دیجئے تاکہ میں اس کو وداع کروں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں تشریف لائے اور فرمایا تمہارے اوپر ویل ہو اس شیر خوار کو تو پانی دے دو۔ دیکھتے نہیں ہو کہ بلا قصور پیاس سے تڑپ رہا ہے۔ يَا قَوْمُ قَدْ قَتَلْتُمْ اَخِي وَافْلَادِي وَالنَّصَارَةَ وَمَا بَقِيَ خَيْرُ هَذَا الْبَطْلِ مَا سَقَوْهُ شَيْءًا مِنْ الْمَاءِ اسے قوم تم نے میرے بھائی اولاد اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اور اب سوائے اس بچے کے اور کوئی باقی نہیں رہا اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ اگر میرے اوپر تم رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو۔

لیکن کس زبان سے کہوں امام کی کلام کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا پس ایک تیر غلام گلوئے نازنین پر آیا کہ بچہ باپ کی گود میں ہمک ہمک ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ بے شک اس پانی کے بدلہ میں حسینؑ کو چار پانی عطا ہوئے، (۱) کوثر کہ حسینؑ پر رونے والے اس سے سیراب ہو کر مسرور ہوں گے (۲) آب حیات جس کو رونے والوں کی آنسو سے آمیزش کیا جاتا ہے۔ اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے یہ بھی جنت میں رونے والوں کو نصیب ہو گا (۳) مومنوں کی آنسو کا پانی کیونکہ حسینؑ قَتِيلُ الْمُتَّبِعَةِ ہیں (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی مومن سرد پانی پیتا ہے تو حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے اور مستحب ہے کہ جب انسان سرد پانی پیئے اور حسینؑ پر صلوات اور اس کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ یہ کیوں نہ ہو حالانکہ آپ کو دین خدا کی حفاظت کے بدلہ میں پانی کے چار قسم کے حقوق سے محروم کیا گیا۔ پہلا حق تو وہی ہے جو عام انسانوں کو پانی کے استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرا حق ذی روح ہونے کی حیثیت سے کیونکہ ہر ذی روح کی زندگی پانی پر منحصر ہے خفا کہ

جناب سیکند خاتون جب بعد از شہادت باپ کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں کہ گلوٹے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے۔

شِيعَتِي مَا اِنْ شَرِيْتُمْ مَا عَذَبَ فَاذْكُرُوْنِي
اَوْ سَمِعْتُمْ لِبَغْرِيْهِ اَوْ شَرِيْتُمْ فَاذْكُرُوْنِي
وَاَنَا السَّيِّئُ الَّذِيْ بَغَايَا جِيْمَ قَتَلُوْنِي
وَجُجُوْهُ الْخَيْلِ لِبَغَايَا عَمَدًا سَحَقُوْنِي
اے میرے شیعہ جب تم سو پانی بہو تو مجھے یاد کرنا یا اگر تم کسی غربت زدہ یا شہید کا ذکر سنو تو مجھے یاد کر کے رونا میں وہ بسط ہوں کہ بغیر جرم کے انہوں نے مجھے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑوں کے سموں سے میری لاش کو پامال کیا ہے۔

لے گھاٹ چھوڑ دیا اور حضرت کی فوج نے حسب ضرورت پانی لے لیا۔ پھر معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے حمل کو بلایا اور سخت دست پہنچا تو حمل نے جواب دیا کہ بیٹا یزید ہمارے پاس گیا اور اس نے تیرا ہی حکم سنایا تھا کہ گھاٹ چھوڑ دو۔ معاویہ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے انکار کر دیا پس معاویہ نے حکم دیا کہ کل کسی کی بات ماننا اور اگر میں خود بھی چلا آؤں اور کہوں کہ ان کو پانی پینے دو تو بھی نہ ماننا جب کہ مجھ سے انگوٹھی نہ لے لو پس جب تیسرا دن ہوا تو حضرت امیر نے مالک اشتر سے فرمایا کہ جاؤ اور ڈیوٹی والوں سے وہی بات کہو جب یہ پہنچے تو حمل نے دیکھا معاویہ آگیا ہے پس اس نے انگوٹھی لے لی اور پانی سے ہٹ گیا اور لشکر امیر نے حسب ضرورت لے لیا۔ جب معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے حمل کو بلا کر بہت کچھ لنگی کے الفاظ کہے۔ حمل نے فوراً انگوٹھی پیش کر دی معاویہ نے اپنا ہاتھ انگوٹھی لے لیا پھر مارا تو انگوٹھی کو نہ پایا کہنے لگا ٹھیک ہے پس یہ سب کچھ علی نے ہی ہے (منہاج البراہۃ شرح نہج البلاغۃ بحیث اللہ الخوئی الموسوی جلد ۲ ص ۸۹)

پر پیاس کی شدت ظاہر تھی (۱) ہونٹ بالکل خشک ہو چکے تھے (۲) جگر کباب ہو رہا تھا (۳) زبان مبارک پر آبلے پڑ گئے تھے (۴) چشم اطہر پر تاریکی چھا گئی تھی۔ (ملخص از خصائص حسینیہ)

۳۔ تیسری مرتبہ اہل کوفہ کو اس وقت سیراب کیا تھا جب حر کی زیر سرکردگی ایک ہزار کی تعداد میں حسینؑ کی راہ کو روکنے کے لئے گئے تھے اور پیاس سے جاں بلب تھے پس آپ نے ان سب کو سیراب فرمایا۔ (فوائد وخصائص)

مناسبت مقام کے لحاظ سے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؑ کا اعجاز بھی ذکر کرنا نہایت موزوں ہے جب حضرت امیر علیہ السلام کا لشکر ایک دن رات متواتر پیاسا رہا تو حضرت امیرؑ کو نہایت پریشانی لاحق ہوئی۔ سحار الانوار کی جلد نہم میں سیل بن حنیف سے مروی ہے کہ جب لشکر معاویہ نے دریائے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا تو آپ نے مالک اشتر سے فرمایا کہ جاؤ اور جو بھی فرات پر متعین ہو، اسے کہو۔ اس کا حکم ہے کہ پانی سے ہٹ جاؤ۔ پس مالک اشتر نے بفرمان جناب امیرؑ گھاٹ کے پہرہ داروں سے یہ جملہ کہا وہ ہٹ گئے اور حضرت امیرؑ کے لشکر نے پانی پی لیا اور ضرورت کے مطابق ساتھ بھی لے لیا۔ جب معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے پہرہ داروں کو بلایا اور سرزنش کی۔ انہوں نے معذرت کی کہ عمر وعاص نے ہمارے پاس جا کر تیرا حکم سنایا ہے کہ گھاٹ سے ہٹ جاؤ۔ معاویہ نے عمر وعاص کو بلا لیا اور کہا کہ تو خود ایک کام کرتا ہے اور پھر انکار بھی کرتا ہے۔ پس دوسرے روز حمل بن عتاب نخعی کو پانچ ہزار کا لشکر دے کر دریائے فرات پر تعینات کیا۔ پھر حضرت امیرؑ نے مالک اشتر سے فرمایا تو جا اور نہر فرات پر جو بھی تعینات ہے اس سے کہو کہ وہ حکم دیتا ہے کہ تم گھاٹ چھوڑ دو۔ چنانچہ مالک نے تعمیل حکم کی اور انہوں

ہونا ناقابل برداشت ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی اور بے دردی سے عالم پیاس میں تیر جفا کا نشانہ ہونا چونکہ حد سے زیادہ المناک اور روح فرسا تھا اس لئے لاش معصوم کو دیکھنے کی زیادہ تاب برداشت نہ تھی (۶) دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظور خاطر نہ تھا۔ پس مستورات نے اپنے اپنے مقام پر بین کئے اور خیمہ گاہ میں کھرام ماتم پابہوا۔

ذکر شہادت اب آخری قربانی کے بعد میدان میں قدم جما کر پہاڑ کی طرح کھڑے ہو گئے اور اس قدر مصائب و آلام کے بعد بھی کیا کہنا امام کی جبرأت کا کہ شجاعان معرکہ قتال اور از مودہ کاران حرب و ضرب کے حواس اڑا دیئے۔ کوئی بہادر نہیں بچا تھا جس کو شیر خدا کے شیر نے اپنی تلوار شرابا کا نشانہ نہ بنایا ہو۔ گھوڑے سے اترے اور صولت حیدریہ کا نمونہ بن کر چیدہ چیدہ شجاعت لشکر کو لقمہ اجل کیا یہاں تک کہ اب کسی میں ہمت باقی نہ رہی کہ علی کے زخمی شیر کے سامنے آتا۔ پس آپ نے ان پر ایک مرتبہ کینارگی حملہ کیا اور بھر حرب میں غوطہ زن ہوئے اور حیدر کراٹ کی لڑائی کا نقشہ کھینچتے ہوئے میدان کو خالی کر دیا ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا حتیٰ کہ ان کے علم گر گئے اور نشانچی بھاگ گئے یا تہ تیغ ہو گئے۔ پس آپ اپنے مرکز کی طرف واپس آئے اور کلمہ لا حول ولا قوۃ الخ کو زبان پر جاری فرمایا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے فرات کے کنارے پہنچے۔ گھوڑے سے فرمایا۔ اے گھوڑا تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں لیکن جب تک تو پانی نہ پئے گا۔ میں نہیں پیوں گا یعنی پہلے تو پی پھر میں پیوں گا جب ان ظالموں نے دیکھا کہ حسینؑ دریائے فرات پر پہنچے ہیں اور خیال کیا کہ اگر حسینؑ نے پانی پی لیا تو پھر کسی کی کیا مجال کہ ان کا مقابلہ کر سکے پس انہ کو فریب آواز بلند کی۔ حسینؑ خیام کی خبر لیجئے کہ لوگ ان میں گھسنا چاہتے ہیں

وَيْلَهُمْ قَدْ جَعَلَ قَابَ الْقَرْسُوفِ انْتَقَالِي
يَا كُرْهُهُ وَمُسَابِ هَذَا اَكَانَ اَلْحَجْوَتِ
يَسْتَأْمِنُ فِي يَوْمٍ عَاشُوْا اَرْحَمِيَا اَتَنْظَرُوْنِي
كَيْفَ اَسْتَسْقِي بِطِيْنٍ فَاَلْبَا اَنْ يَّحْوِي
وَسَقُوْهُ سَمَهُمْ لَيْفِي عَوَضَ الْمَاءِ الْمَعِي
فَالْعَوْنُ مَا اسْتَطَعْتُ شَيْعِي فِي كُلِّ حِيْنٍ

ان پر ویل ہو کہ انہوں نے رسولِ نقیین کے دل کو زخمی کیا۔ کتنی زبردست ہی مصیبت ہے جس نے عالم کے ارکان گرادیئے۔ کاش یوم عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہو تے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگتا تھا اور وہ رحم نہ کرتے تھے۔ اور اس کو آبِ شیریں کے بدلہ میں ظلم کے تیر سے سیراب کیا تھا اے میرے شیعو! جتنا کہ سکو ہر وقت ان پر لعنت بھیجو۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے شیرخوار شہزادے کا خون چلوں پر لیا کہ وہ پُر ہو گیا اور اسے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ ایک قطرہ واپس زمین پر نہ پلٹا۔ دشاہد وہ ملائکہ مقربین نے محفوظ کر لیا ہو کہ بروز محشر بطور شہادت اسے پیش کیا جائے احتجاج میں ہے کہ پس گھوڑے سے اترے اور خون آلود نازنین کو سپرد خاک فرمایا۔ کہ نوکِ تلوار سے قبر کھودی اور غارِ جنازہ ادا کر کے اسے سپرد خاک کیا اور تمام شہداء اسے اس شہید کے ساتھ یہ نرا لبتاؤ کیوں کیا۔ اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں (۱) شاید وجہ یہ ہو کہ اور کسی شہید کو دفن کرنے کا موقع نہ ملا ہو اور اس کے لئے موقع مل گیا ہو (۲) شاید اس لئے کہ امام کو گوارا نہ تھا کہ نازنین کا سہارا رک بدن سے جدا ہو کر نوکِ نیزہ پر سوار ہو دس ممکن ہے کہ تین روز تک ریگ گرم پر اس نازنین کا رہنا گوارا نہ ہو (۳) گھوڑوں کے سموں کے

کی طرف سر اٹھا کر عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ یہ اشیاء ایک ایسے فرد کو قتل کر رہے ہیں کہ اس کے علاوہ روئے زمین پر کوئی دوسرا نبی زادہ نہیں ہے یہ عبد و مولا میں راز کی بات تھی پھر عرض کی کہ میں تیری قضا پر راضی ہوں۔

حضرت قائم آل محمدؑ حج زیارت ناحیہ مقدسہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لَقَدْ عَجَبْتُ مِنْ صَبْرِكَ مَلَا يَكْفُ السَّمَوَاتِ لِمَا جَدَّ تَرَسَ صَبْرًا مَلَا كَمَا سَمَانِ مَحْوٍ تَعَجُّبٍ هِيَ۔ وَأَسْرَعَ فَرَسُكَ شَارِدًا إِلَى خِيَامِكَ قَاصِدًا مُتَحَيِّجًا بَاكِيًا۔ جب کہ آپ کا گھوڑا خالی زمین نہناتا ہوا رہتا ہوا آپ کے خیام کی طرف پلٹا۔ فَلَمَّا سَأَلَ أَمِينَ السَّلَامِ جَوَادَكَ مَحْزِنًا وَنَظَرَ نَظْرًا سَجَّكَ عَلَيْهِ بَلَوِيًّا۔ جب مستورات نے آپ کے پہلو کو بد حالی میں دیکھا اور نظر کی کہ زمین پشت رہوار سے جھکی ہوئی ہے۔ مَبْثُوثًا مِنْ الْخُدُودِ نَاشِئَاتِ الشُّعُورِ۔ سر کھلے عیمہ سے نکل پڑیں عَلَى الْخُدُودِ لَا طِمَاطَ بِالْحَوِيلِ دَاعِيَاتِ وَبَعْدَ الْعَمَلِ مَذَلَّاتٍ وَالْحَى مَضْرُوعًا مَبْدَرَاتِ۔ منہ پر لپٹنے مارتی تھیں بدلتی چلاتی تھیں اور عزت کے بعد پریشان حالت بنائے ہوئے تھیں اور تیری قتل گاہ کی طرف دوڑتی تھیں۔ لَقَدْ شَقَّقْنَ الْجَبُوبَ لَكُنَّ الْخُدُودُ لَا طِمَاطًا عَلَى الْحُسَيْنِ۔ بے شک حضرت فاطمہؑ کی شہزادیوں نے حسینؑ پر گریبان چاک کر ڈالے اور منہ پر پٹیا۔

وَدَدْنَاهُ كَبِيبِ مَصْطَفَىٰ كِي أَوْلَادِ ذَرْجِ مَرْجِي
تھی اور جناب فاطمہؑ کی شہزادیوں کی قیدی ہو کر
نوحہ کرتیں احمد کا نواسہ جسم عریاں گرم زمین
پر خاک و خون میں غلطان تھا اسکے تمام اعضا
زخمی تھے اہلبیتؑ میں قیامت بپا ہوئی اور
شکستہ ہو گئی نجات کی کشتی جس میں علم و عمل موجود

يَوْمَ بَنُو النَّبِيِّ لَمَصْطَفَىٰ الْهَادِي ذَبَابُ
وَالْفَاطِمِيَّاتُ أُنْسًا أُرْسُوا مُحْضَةً
وَسَيْنُطُ أَحْمَدُ عَارٍ بِالْعَرَاءِ لَقِي
مُرْمَلًا بِالْمَدَامَا جَدُّ حَا جَوَارِحُهُ
قَامَتْ قِيَامَةُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَانْكَسَرَتْ
سُفُنُ النُّجَا وَفِيهِ الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ

غیر امام نے یہ کلمہ سنا تو دریائے فرات سے پیا سے واپس پلٹے خیمہ میں پہنچے۔ اور مستورات سے فرمایا کہ بس اب قید کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مجھے معلوم ہے کہ عنقریب تمہیں غلاموں اور کنیزوں کی طرح قید کر لیا جائے گا۔

اس کے بعد واپس میدان کارزار میں پلٹے اور یہ اللہ کے بیٹے نے یہ الہی انداز میں ایک مرتبہ پھر فوجِ اشتیاء پر اس زور اور جوش سے حملہ کیا کہ ان میں باوجود کثیر التعداد کے مقتولین کی زیادتی کی وجہ سے کمی محسوس ہونے لگی اور آپ کی زبان در نشان پر یہ رجز جاری تھا۔

خَيْرُ اللَّهِ مِنَ الْخَلْقِ أَجِبْ
ثُمَّ أَمَحْنِي فَمَا نَا بَنِي الْخَيْرِ مَتِيْنِ
فَاطِمَةُ النَّوْهَاءِ أُحْيِ وَأَجِبْ
قَاصِمُ الْكُفْرِ بِبَدْرٍ وَحَنِينِ
مَنْ لَكَ جَدُّ كَعَبْدِي فِي الْكُفْرِ
أَوْ كَشِيخِي فَمَا نَا بَنِي الْعَلَمِيْنِ
تمام خلق خدا سے میرا باپ اور ماں
برگزیدہ ہیں۔ پس میں دو برگزیدگان
خدا کا فرزند ہوں۔ فاطمہ زہرا میری
ماں ہے اور میرا باپ بدر و حنین میں
کفر کے قوطن والے لوگوں میں کون
ہے جس کا نانا میرے نانا کی طرح ہوا اور
جس کا باپ میرے باپ کی مثل ہو۔

پس میں دو بے مثل شخصوں کی یادگار ہوں۔
ایسا جنگ کیا کہ نصرتِ خداوندی سراقہ س کا طواف کر رہی تھی واپس نہ آئی جس میں نصرت اور اللہ کی ملاقات کے درمیان آپ کو اختیار دیا گیا تو آپ نے لقاء اللہ کو اختیار فرمایا۔

آپ کھڑے ہوئے تھے کہ پیشانی اقدس پر ایک پتھر لگا آپ نے کپڑا اٹھایا تاکہ پیشانی کو لپٹیں اتنے میں سہ شعبہ تیر دل مبارک پر آکر لگا تو آپ نے بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِؐ زبان پر جاری فرمایا اور آسمان

انام نے بھی اس کو پارہ پارہ کر دیا تھا پھر تیروں تلواروں اور نیزوں کے ایک سو سے زیادہ شکاف بھی اس میں پڑ چکے تھے۔ اس ملعون نے قیص کو پہنا تو برص میں مبتلا ہو گیا اور اسی عذاب سے واصل جہنم ہوا۔ غالباً اسی نکتہ کے پیش نظر قبولِ معظہ یہی قیص لے کر بروزِ محشر مقدمہ دائر کریں گی۔ امام مظلوم کا تہ بنداجر بن کعب نے اتارا اس کے پاؤں شل ہو گئے اور گرفتار عذاب ہو کر مرا۔ احسن بن مرثد حضرمی نے عمامہ اٹھا یا پس دیوانہ ہو کر مرا۔ بجدل بن سلیم نے انگوٹھی اتاری اور آپ کی انگلی کو شہید کر ڈالا۔ اسود بن خالد نے نعین اتاریں قیس بن اشعث نے پشمینہ اتار لیا عمر بن سعد زہر لے لی اور اسود بن حنظلہ نے تلوار لے لی۔ امام مظلوم کا ازار بند قیمتی تھا جو گیارہویں کی رات جمال ملعون نے اتارنا چاہا۔ پس امام نے اس کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ اوپر رکھے۔ اس بے حیائے تلوار کا ایک ٹکڑا فیکر امام مظلوم کے دونوں ہاتھ یکے بعد دیگرے قطع کر دیئے۔ اتنے میں حضرت رسالتِ نبی حضرت علیؑ حضرت حسنؑ اور حضرت فاطمہ الزہراء علیہم السلام تشریف لائے اور وہ ملعون واپس ہٹ گیا

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

بی بی نے لاشِ اطہر کو اس بے کسی کے عالم میں دیکھ کر یہ نوحہ پڑھا اور جناب رسالتِ نبیؐ کی طرف خطاب کر کے یہ عرض کی۔

هَذَا الَّذِي قَدْ كُنْتَ تَلْتِمُ خَصْرَهُ
يَهْدِي نَحْبَهُ عَنْ حَدِّهِ وَدُخَانِهَا
مِنْ بَعْدِ حَبْرِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ
الْقِي لَهَا نَحْبًا فِي شَرِّ رَهْمَضَاتِهَا
یہ وہ حسینؑ ہے جس کی گردن کے آپ
بوسے لیتے تھے اب تلواروں کی دھاروں
سے نحر کیا جا چکا ہے۔
تیری محبت کی گرد کے بعد اے رسول اللہؐ
تحقیق گرم زمین کر بلا میں بے وارث پڑا ہوا ہے۔

پھر شرکی طرف خطاب کر کے فرمایا۔
دَعَانَا نُدَّعَاهُ وَنَجْلِسُ عِنْدَهُ
يَا شَمْرُقَبْلَ تَفْصُرُ قِي وَتَنْسَاءُ
اور دوری کے۔

دَعَانَا نَفْطِلُ جِسْمَهُ يَا شَمْرُقَبْلَ عَنْ
حَوَالِهِ حَبِيرٌ وَوَا حَضَرِ التَّوَضُّعِ
دَعَانَا نَشْطِ الْمَاءَ فَوْقَ جَبِينِهِمْ
فَلَعَلَّهُ لِيَقْصَحُوا مِنَ الْإِعْمَاءِ
ہمیں اجازت دے کہ اس کے جسم پر سایہ
بنالیں دوپہر کی دھوپ اور سخت گرمی سے
ہمیں اجازت دے کہ اس کی پیشانی پر
پانی چھڑک لیں شاید اس کو ٹھنڈک
سے راحت محسوس ہو۔

اے زبان دیگر مگوئے باش لال
فاکر اسمش بس بروئے شور و شین
امام مظلومؑ کی شہادت ہو چکی تو چند حرا مزادے لاش کو لوٹنے کی طرف دوڑے
اسحاق حضرمی نے امام مظلوم کے تن پارہ پارہ سے وہ قیص اتار لی جس کو براہِ اسمجہ
کر عرابی سے بچنے کے لئے امام نے بہن سے طلب کر کے پہنی تھی اور علاوہ کنگی کے

رکھتا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں حضور! آپ نے ایک ایک عدد کم کرنا شروع کیا آخر میں پوچھا کہ تجھے ہر شب ایک غلام اولاد اسمعیل میں سے آزاد کرنے کی طاقت ہے؟ اس نے ہر بار نہیں میں جواب دیا پس آپ نے فرمایا کیا تیری طاقت ہے کہ ہر روز ایک مرد مومن کا روزہ افطار کراؤ۔ اس نے جواب دیا ایک تو بجائے خود میں تو دس آدمیوں کو بھی افطار کرا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بس یہی میں چاہتا ہوں لے سدید! ایک مومن بھائی کا روزہ افطار کرانا اولاد اسمعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔ (منابر)

حضرت امام رضا علیہ السلام بلند آگائے طاہرین حضرت امیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسالت مآب نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارے درمیان اللہ کا مہینہ برکت رحمت اور مغفرت لے کر آ رہا ہے یہ مہینہ اللہ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل ہے اس کے دن تمام دنوں سے بہتر اس کی راتیں تمام راتوں سے خوب تر اور اس کی گھڑیاں تمام گھڑیوں سے برتر ہیں۔ اس ماہ میں تم اللہ کی ضیافت کی طرف بلائے گئے ہو اور تم اللہ کے اکرام کے اہل قرار دیئے گئے ہو۔ اس میں تمہارے سانس تسبیح، نیند عبادت عمل مقبول اور دعا مستجاب ہے پس اللہ سے پاک دل ٹیک نیت ہو کر سوال کرو کہ تمہیں اس کے روزوں پر موفق فرمائے اور تلاوت قرآن کی ہمت دے۔ وہ انسان بد بخت ہے جو اس عظمت والے ماہ میں بھی اللہ کی بخشش سے محروم ہو۔ اس کی بھوک و پیاس سے قیامت کی بھوک پیاس کو یاد کرو۔ فقراء و مساکین پر صدقہ کرو۔ بڑوں کی عزت چھوٹوں پر رحم کرو۔ قریبیوں سے صلہ رحمی کرو۔ آنکھ اور زبان کی ناجائز باتوں سے حفاظت کرو۔ کانوں کو حرام آوازوں سے بچاؤ۔ لوگوں کے یتیموں پر رحم کرو تاکہ تمہارے یتیموں پر رحم کیا جائے۔ گناہوں سے توبہ کرو اور اوقات غازیں اس کی طرف دستِ دعا

انیسویں مجلس

بسم الله الرحمن الرحيم

یا ایہ الذین آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقین

ایمان والو! ماہ مبارک رمضان ایمان کی بہار ہے۔ روزہ رکھنا ہر مومن عاقل و بالغ پر واجب ہے لیکن حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ صرف کھانے اور پینے سے منہ بند کر لینے کا نام روزہ نہیں بلکہ اپنی زبانوں کو بدگوئی سے اور کھانے کو اچھی نظر سے روکنا ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ آپس میں جھگڑا کرو۔ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا يَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح خشک لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔ (منابر)

ایک مرتبہ جناب رسالت مآب نے ایک روزہ دار عورت کو سنا کہ اپنی ہمسائی کو گالیاں دے رہی تھی۔ آپ نے طعام منگو کر اس کو پیش کیا کہ اسے کھاؤ اس نے عرض کی کہ میرا روزہ ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا روزہ کس طرح ہے جبکہ تو اپنی ہمسائی کو گالیاں دے رہی تھی۔ روزہ صرف پینے کھانے سے منہ بند کر لینے کا نام نہیں ہوا کرتا۔ (منابر)

روزہ دار کے منہ کی سانس اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے۔ (منابر)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ماہ رمضان میں سدید میرے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے سدید تجھے کچھ خبر ہے کہ آج کل کونسی راتیں ہیں۔ اس نے عرض کی حضور! ماہ رمضان کی راتیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تو ہر رات اولاد اسمعیل میں سے دس غلام آزاد کرنے کی طاقت

تو اس کو باقی مہینوں کے ختم قرآن کے برابر ثواب دے گا۔

لوگو! جنت کے دروازے اس ماہ میں کھلے رہتے ہیں۔ خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے سامنے بند نہ ہوں اور جہنم کے دروازے بند رہتے ہیں۔ خدا سے دعا مانگو کہ تمہارے سامنے کھلے نہ پائیں۔ اور اس ماہ میں شیاطین مقید رہتے ہیں دعا مانگو کہ وہ تم پر مسلط نہ ہوں۔

حضرت امیر علیہ السلام نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ فرمائیے کہ اس ماہ میں تمام اعمال سے افضل کو کس عمل ہے تو آپ نے فرمایا سب اعمال سے افضل عمل ہے اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرنا۔ پھر آپ رو دیئے حضرت علیؑ نے عرض کی آقا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے تو فرمایا یا علی روتا اس لئے ہوں کہ اسی ماہ میں تیرا خون مباح کیا جائے گا۔ اور گویا میں وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ تو مشغول نماز ہے اور اولین و آخرین کا بد سخت ترین انسان تیرے سراط پر تلوار سے وار کر رہا ہے جس سے تیری ریش مبارک خضاب ہو چکی ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کی کہ کیا اس میں میرا دین تو محفوظ ہو گا؟ آپ نے فرمایا۔ بے شک تیرا دین محفوظ ہو گا۔ پھر فرمایا یا علی جس نے تجھے قتل کیا گویا اس نے مجھے قتل کیا جس نے تجھ سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا۔ جس نے تجھے سب کیا اس نے مجھے سب کیا کیونکہ تو میری جان ہے اور تیرا روح میرا روح ہے اور تیری طینت میری طینت ہے۔ کیونکہ خدا نے تجھے اور مجھے ایک ساتھ پیدا کیا۔ مجھے نبوت کے لئے اور تجھے امامت کے لئے منتخب فرمایا۔ جو تیری امامت کا منکر وہ میری نبوت کا منکر ہے۔ اے علیؑ تو میرا وصی اور میری اولاد کا باپ اور میری بیٹی کا شوهر اور میری امت پر میری زندگی میں اور میری موت کے بعد میرا خلیفہ ہے تیرا امر میرا امر اور تیری نہی میری نہی ہے مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق بنی مبعوث

بلند کرو۔ کیونکہ یہ وہ بہترین اوقات ہیں جن میں خدا اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتا ہے دعائیں قبول کرتا ہے۔ بلا نے پر لبیک فرماتا ہے اور سائلین کو عطا فرماتا ہے لوگو! تمہارے نفوس تمہارے اعمال کے مرہون ہیں استغفار کے ذریعے ان کو چھڑاؤ تمہاری پشت گناہوں کے جہاز سے بوجھل ہے ان کو لمبے سجدوں سے ہلکا کرو اور یقین کرو کہ خدا نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ نمازیوں اور سجدہ گزاروں کو عذاب نہ کروں گا اور بروز محشر ان کو جہنم کا خوف نہ دوں گا۔

اے لوگو! جو اس مہینہ میں ایک روزہ دار مومن کو افطار کرائے اس کا ثواب اللہ کے نزدیک ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ہے اور اس کے سابقہ گناہ بھی بخشے جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی حضور! ہم سب میں تو یہ طاقت نہیں ہے پس آپ نے فرمایا۔ خدا سے ڈرو اگرچہ ایک کھجور کی دلی سے ہی سہی۔ اور اللہ سے ڈرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی سے ہی سہی۔ اے لوگو! جو شخص اس ماہ میں اپنے اخلاق کو درست رکھے وہ پُلی صراط سے آسانی گزرے گا جب کہ قدم پھسل رہے ہوں گے اور جو شخص اس ماہ میں اپنے غلام کے کاروبار میں تخفیف کرے گا۔ خدا بروز قیامت اس کا حساب آسان کرے گا اور جو شخص اس ماہ میں لوگوں سے اپنی ایدار کو رکھے گا۔ خدا بروز قیامت اس سے اپنا غضب ہٹائے گا۔ جو اس ماہ میں یتیم پروری کرے گا۔ بروز محشر خدا اس کی عزت کرے گا جو اس ماہ میں صلہ رحمی کرے گا۔ بروز محشر خدا اس کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ اور جو قطع رحمی کرے گا اسے خدا اپنی رحمت سے دور کرے گا اور جو اس ماہ میں ایک سنتی نماز پڑھے گا۔ خدا اس کے لئے دوزخ سے آزادی فرض کرے گا اور جو ایک فرض ادا کرے گا اس کے لئے باقی مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب دے گا اور جو اس ماہ میں میرے اوپر زیادہ درود پڑھے گا قیامت کے دن اس کا میزان عمل بھاری ہو گا اور جو اس میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھیں گا۔

خالی پیٹ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں پھر اس کے بعد ایک یا دو راتیں ہی گزری ہوں گی کہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں کہ ۱۹ ماہ رمضان کی شب میں نے افطار کے لئے جو کی دو روٹیاں اور دودھ کا ایک پیالہ اور کچھ نمک حاضہ کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور کھانے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مبارک کو حرکت دی اور بلند آواز سے رونے لگے اور فرمایا: بیٹی! تو نے اپنے باپ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ شہزادی نے عرض کی: بابا جان یہ کیسے؟ تو فرمایا کہ تو ایک ہی طبق میں میرے لئے بیک وقت دو کھانے لے آئی ہو کیا تو چاہتی ہے کہ کل بروز قیامت میرا حساب اللہ کے سامنے طویل ہو جائے۔ میں تو اپنے بھائی جناب رسالت مآب کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں کہ پوری زندگی میں کبھی ان کے سامنے ایک دسترخوان پر دو کھانے نہیں لائے گئے۔ بیٹی۔ جس شخص کا کھانا پینا پھرنا زیادہ ہو گا اس کی اللہ کے سامنے جوابدہی بھی طویل ہوگی۔ اِنَّ الدُّنْيَا فِيْ حِلَالٍ وَحِلَالٍ عِقَابٌ وَفِيْ حَرَامٍ مَّا عِقَابٌ۔ تحقیق دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے مجھے اپنے حبیب جناب رسالت مآب نے خبر دی ہے کہ ایک دفعہ جبریلؑ ان کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائے اور عرض کی کہ اللہ بعد تحفہ سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ہمارے لئے سونا ہو جائیں اور یہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں بھی حاضر ہیں اور درجات آخرت میں بھی تیرے لئے کمی نہ ہوگی تو جبریلؑ سے دریافت کیا پھر انجام کیا ہوگا۔ جبریلؑ نے بتایا کہ موت۔ تو فرمایا۔ دریں صورت مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ایک دن بھوکا رہنا اور ایک دن پیٹ بھر لینا میرے لئے خوب ہے کیونکہ جس دن بھوکا رہوں گا اس دن اللہ سے سوال کروں گا اور جس دن سیر ہوں گا اللہ کا شکر کروں گا تو جبریلؑ نے کہا کہ آپ ہر غیر پر موقوف ہیں۔ پس فرمایا: بیٹی۔ دنیا دکھوں کا گھر اور ذلت کا مقام ہے جو شخص اپنے لئے

فرمایا ہے اور مجھے افضل مخلوق قرار دیا ہے تو مخلوق پر حجت خدا ہے اور اس کے راز کا امین اور اس کے بندوں پر خلیفہ ہے۔ منابر بجاوالہ امالی

آپ نے موت کی تیاری کے لئے خضاب کرنا بھی چھوڑ دیا۔ چنانچہ اصنع بن نباتہ نے عرض کی کہ آپ خضاب کیوں نہیں کرتے۔ حالانکہ جناب رسالت مآب خضاب کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا میں ایک شقی ترین انسان کی انتظار میں ہوں جو میری ریش سفید کو سر کے خون سے خضاب کرے گا ایک مرتبہ عرض کی گئی کہ آپ بالوں کا رنگ تبدیل کر لیتے تو خوب ہوتا آپ نے فرمایا خضاب رینت ہے اور ہم لوگ مضیبت میں ہیں۔ اس سے جناب رسالت مآب کی مضیبت مراد تھی۔ (مجالس معجم)

ایک دفعہ آپ منبر پر واعظ فرما رہے تھے کہ اپنے فرزند امام حسنؑ کی طرف منہ کر کے دریافت کیا۔ بیٹا اس سینے سے کتنے دن گزر چکے ہیں۔ امام حسنؑ نے عرض کی کہ سترہ روز گزر چکے ہیں پھر امام حسینؑ سے دریافت فرمایا کہ اس ماہ کے کتنے روز باقی ہیں۔ شہزادے نے عرض کی۔ آقا۔ تیرہ روز باقی ہیں۔ پس آپ نے رونا شروع کیا اور فرمایا کہ شقی ترین امت کی آمد قریب ہو چکی ہے پھر فرمایا مجھے قتل ہونے کا خوف نہیں۔ وَاللّٰہُ اِنَّ ابْنِ ابْنِ طَالِبٍ اَنَّ السُّبُلَ الْمَوْتِ مِنَ الْطِفْلِ بِشَدِّیْ اُمِّہٖ سَجْدَ الْوِطَالِبِ کا فرزند موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچے کو ماں کے سینے سے بھی اتنا انس نہیں ہوتا۔ ہاں تو میں اپنے فرزند حسینؑ کے لئے روتا ہوں کہ عالم مسافرت میں یکا و تنہا اور پیاسا بے ناصر و مددگار شہید کیا جائے گا۔ (فوائد المشاہد)

مروی ہے کہ جب ماہ مبارک رمضان داخل ہوا تو حضرت امیر علیہ السلام ایک رات حضرت امام حسنؑ کے ہاں اور دوسری شب امام حسینؑ کے ہاں اور تیسری شب جناب عبد اللہ بن عباسؑ کے ہاں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور تین لقموں سے زیادہ نوش نہ فرماتے تھے جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ

کچھ بھیجے گا وہی پائے گا۔ بیٹی خدا کی قسم میں نہ کھاؤں گا جب تک تم ایک کھانا اٹھانے لو۔ پس شہزادی نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا اور آپ نے ٹمک سے جو کی روٹی کھائی اور پھر اللہ کی حمد سبحانہ میں مشغول ہوئے اور رکوع سجود التضرع زاری میں مشغول رہے۔ لیکن کبھی باہر جاتے اور پھر اندر تشریف لاتے اور بار بار ایسا کیا نیز حالت اضطراب میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے۔ پس ایک بار سورہ یسین کی تلاوت فرمائی اور تھوڑا سا سو گئے اور پھر پریشانی کے عالم میں بیدار ہوئے کپڑے سے اپنا چہرہ مبارک پونچھا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اللہ اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرے پس لاحول ولا قوۃ الا کو بار بار پڑھا پھر مشغول نماز ہو گئے اور بہت دیر تک پڑھتے رہے پھر تعقیبات کے لئے بیٹھ گئے اور بیٹھے ہوئے تھوڑی سی سے اونگھ آگئی اور حالت اضطراب میں آنکھ کھلی اور تمام اولاد و اہل کو جمع کر کے فرمایا۔ اس ماہ میں تم مجھ سے دور نہ رہو کیونکہ میں نے اس رات میں خواب دیکھا ہے جو میں بیان کرتا ہوں، سب نے پوچھا کہ مولا بیان فرمائیے۔ وہ کیا خواب ہے تو آپ نے فرمایا۔ میں نے ابھی جناب رسالت مآب کو عالم خواب میں دیکھا ہے کہ فرماتے ہیں یا علی تو ابھی عنقریب ہمارا مہمان ہو گا۔ وہ بخت آنے والا ہے جو تیرے محاسن کو خون سر سے خضاب کرے گا اور ہم تیرے مشاقق ہیں تو اس ماہ مبارک کے آخری عشرہ میں ہمارے ماں ہو گا۔ پس جلدی کرو کیونکہ جو کچھ تیرے لئے وہاں موجود ہے وہ تیرے لئے خوب تر اور دیر پا ہے۔ جب تمام اہل بیت نے آپ کا کلام سنا تو گریہ و زاری کرنے لگ گئے۔ آپ نے قسم دے کر سب کو رونے سے روکا پھر وصیتیں فرمائیں اور نیکی کے احکام سنائے اور برائیوں سے نہی فرمائی۔ ام کلثوم فرماتی ہیں۔ کہ بابا نے رات پوری قیام قعود و سجود میں گزاری اور باہر نکل کر آسمان اور ستاروں کو دیکھتے اور واپس آتے اور فرماتے تھے۔ کہ خدا کی قسم مجھے جھوٹ نہیں کہا گیا۔

اور آج وہی رات ہے جس کا میرے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اور مصلحہ کی طرف چلے جاتے تھے اِنَّا لِلّٰہِ اِلَہِ اَوْرِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَہِ بہت زیادہ پڑھتے تھے نیز درود و استغفار کثرت سے زبان پر تھا۔ ام کلثوم فرماتی ہیں۔ جب میں نے اضطراب پریشانی اور ذکر و استغفار کی کثرت ملاحظہ کی تو میں بھی جاگتی رہی اور عرض کی بابا جان۔ آج آپ کو کیوں نیند نہیں آتی؟ فرمایا۔ بیٹی میں نے بڑے بڑے بہادروں کو تہ تیغ کیا اور بڑے بڑے معرکے دیکھے ہیں۔ لیکن اس قدر عجب میرے دل میں کبھی نہیں آیا۔ جس قدر آج کی شب آیا ہے پھر اِنَّا لِلّٰہِ اِلَہِ پڑھا۔ میں نے عرض کی آج کیوں آپ اپنی موت کی خبر دیتے ہیں؟ تو فرمایا۔ بیٹی موت قریب ہو گئی اور زندگی ختم ہو گئی ہے۔ ام کلثوم فرماتی ہیں کہ میں رونے لگ گئی تو فرمایا۔ بیٹی رو نہیں۔ میں نے یہ بات دلیہ نہیں کہی بلکہ میری طرف نبی علیہ السلام کا عہد یہی ہے پھر آپ کو تھوڑی سی اونگھ آگئی اور پھر جاگے فرمایا بیٹی اذان کا وقت قریب ہو تو مجھے خبر دینا۔ پھر اول شب کی طرح نماز دعا اور تضرع کی طرف مشغول ہو گئے۔ ام کلثوم فرماتی ہیں۔ میں انتظار کرتی رہی۔ پس جب اذان کا وقت آیا تو میں برتن میں پانی لے کر حاضر ہوئی۔ آپ نے وضو فرمایا اور کپڑے تبدیل کئے۔ پس دروازہ کھولا اور باہر نکلے۔ گھر میں کچھ بطنخیں تھیں جو امام حسینؑ کو پریتہ ملی تھیں جب آپ باہر آئے تو وہ چیختی چلاتی ہوئی آپ کے پیچھے دوڑیں حالانکہ اس سے قبل وہ کبھی نہ چلائی تھیں۔ آپ نے بطنخوں کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ لَآ اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ - یہ ایسی چلانے والی ہیں کہ ان کے بعد نوحہ کرنے والی ہوں گی اور کل صبح کو قضا کا فیصلہ ظاہر ہو گا۔ میں نے عرض کی۔ بابا جان آپ فال لے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اہل بیت ۴ فال پر عمل نہیں کیا کرتے۔ بلکہ یہ بات بس میں نے کہہ دی ہے پھر فرمایا بیٹی! میرے حق کی قسم یہ بے زبان ہیں۔ جب یہ جھوٹ کی پیاسی ہوں تو ان کو خوراک اور پانی دینا ورنہ ان کو اپنی قید سے آزاد کر دینا۔

اور ان نامحرم لوگوں سے پردہ بنالوں تو بی بی نے فرمایا: بیٹی میں بھی تیری طرح سربرہنہ ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کتب مقاتل میں ہے کہ جب خیام آل محمد کو آگ لگی تو بھائی کی وصیت کی مطابق جناب زینبؓ عالمیہ کو خانوادہ عصمت کے بچوں کی زیادہ فکر تھی۔ چنانچہ حضرت سجاد جو بستر بیماری پر صاحب فراش تھے۔ بی بی اپنے بیمار بھتیجے کی خاطر جلتے ہوئے خیمہ میں پہنچی اور وہاں سے بیمار امام کو اٹھا کر باہر لائیں۔ حالت یہ تھی کہ خیام سے آگ کے شعلے بلند تھے۔ بچوں اور عورتوں کی نالہ و گریہ کی صدائیں بلند تھیں اور اہل جفا لوٹنے کے لئے دوڑے ہوئے آرہے تھے۔ آل رسول کے نذر و سال شہزادے آگ کے ڈر سے خیام سے نکلے تو جدھر کو رخ کیا پلٹ نہ سکے۔ البتہ بعض کی لاشیں شب یازدہم بیسیوں نے ڈھونڈ لیں۔ امیر مسلم کے دونوں شہزادے بھی اسی وقت گم ہوئے جو فوج اشیاء نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پیش کئے اور سال برابر قید رہ کر دریا کے کنارے شہید کر دیئے گئے۔ جناب سکینہ خاتون کے گوشوارے بھی اتار لئے گئے جس کی بدولت بی بی کے دونوں کان بھی زخمی ہو گئے۔ اے حسینؑ!

تاکہ زمین سے اپنی خوراک خود تلاش کر لیں۔ پس جب دروازہ سے گزرنے لگے تو درائے مبارک سے ایک میخ الجھ گئی کہ روا کر گئی۔ پس آپ نے یہ شعر پڑھے
 اَشْدُّ دَحَائِرَ نِيَمِكَ لِمَوْتٍ
 فَإِنَّ الْمَوْتَ لَا قَيْشَكَ
 وَلَا تَخْزَعُ مِنَ الْمَوْتِ
 إِذَا حَلَّ بِسَوَادِ نِيَمِكَ
 وَلَا تَغْتَرِبَا لِدَّهْرٍ
 وَإِنْ كَانَ يُوَا طِبِكَ
 كَمَا قَدْ أَضْحَكَ الدَّهْرُ
 كَذَا لَكَ الدَّهْرُ يُبْكِيكَ
 موت نے تیری ملاقات کرنی ہے
 اور موت سے نہ گھبراؤ جب تیری مہمان
 ہو۔ اور زمانہ سے دھوکا نہ کھاؤ
 اگرچہ وہ تیری موافقت کرے
 جس طرح زمانہ ہنسنا
 ہے۔ اسی طرح وہ تجھے
 رولائے گا۔

پھر فرمایا اے اللہ تو میرے لئے اپنی ملاقات کو مبارک فرما۔

یہ علیؑ کی روانگی ہے لیکن جب حضرت امام حسینؑ نے خیمہ سے تیاری کی تھی تو اپنے عیال و اطفال کی جانب جناب زینبؓ سلام اللہ علیہا کو سفارش فرمائی تھی جناب زینبؓ نے اپنے بھائی کی وصیت پر خوب عمل کیا۔ جب شمر نے حضرت سجادؓ کے قتل کا ارادہ کیا تھا تو یہ محذّرہ بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا۔ اے کمینہ اگر اس کا قتل کرے گا تو مجھے بھی قتل کرے گا۔ پس وہ باز آگیا۔ (دمعہ ساکینہ)

تارا جی خیام کے وقت جب کہ بیسیوں کا سہارا کوئی نہ تھا وہ ایک دوسرے کے دامن میں پناہ لیتی تھیں۔ جناب فاطمہ بنت حسینؑ کی طرف ایک ظالم بڑھا اور اس نے کوئی ایسا ظلم کیا کہ شاہزادی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔ اس نے سر مبارک سے چادر اتار لی جب شاہزادی کی آنکھ کھلی روتی ہوئی اپنی چھوپی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی بھوپھی جان مجھے کوئی اور صحنی دیجئے تاکہ سر کے بال چھپا لوں

ایمان والوں کی علامت قرار دے رہا ہے تو جو لوگ ایسے کی اطاعت کریں جو خدا و رسول کے اطاعت گزار نہ ہوں وہ کیسے مومن کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہیں چنانچہ ارشاد قدرت ہے کیا ان لوگوں کو نہیں دیکھتے ہو جو ایسے لوگوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں جن پر اللہ ناراض ہے اور فرمایا کہ ایسے لوگوں پر شیطان مسلط ہو چکا ہے ایک مقام پر فرمایا ایسے لوگ شیطان کے گروہ ہیں اور اس قسم کی آیات بہت سی ہیں۔

اور ایسے واقعات شمار سے باہر ہیں جن سے لوگوں کی آل رسول سے عداوت اور دنیا طلبی کا خوب پتہ چلتا ہے۔

جناب رسالت ناطق کے بعد جناب تبول مغضہ کے گھر کا جو احترام ہوا۔ ان واقعات کی سیاہی صفحات تاریخ میں اب تک موجود ہے۔ چنانچہ تاریخ امامت والیاست میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے لکڑیاں منگوائیں اور کہنے لگے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ باہر نکلو ورنہ میں آگ لگا دوں گا۔ اسے کہا گیا۔ اس گھر میں تو جناب فاطمہؓ و خیر رسولؐ بھی ہیں تو جواب دیا کہ ہے تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ جناب فاطمہؓ اندر دروازہ پر کھڑی تھیں۔ فرمایا۔ اے لوگو! آج تک تم سے بدترین لوگ میرے دروازہ پر نہیں آئے۔ تم ایسے لوگ ہو کہ جناب رسول پاکؐ کا جنازہ چھوڑ کے چلے گئے اور خلافت کے لئے تعین کر لیا۔ اور ہمارا اس بارہ میں مشورہ تک لیا اور نہ ہمارے حق کی رعایت کی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف خطاب کر کے کہا۔ کہ اس شخص یعنی علیؓ سے بیعت کیوں نہیں لیتے ہو۔ آخر کافی بے دے کے بعد حضرت عمرؓ خود روانہ ہوئے اور دروازہ تبول پر پہنچے۔ دق الباب کیا اور خوب آوازیں بلند کیں۔ بی بی نے کہا اے رسول خدا تیرے بعد میں نے ان دو شخصوں سے کیا کیا دیکھا ہے بہ

بیسویں مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ہر چیز کی زیادہ وضاحت اس کی ضد کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اگر ارات نہ ہوتی۔ تو دن کی خوبیاں معلوم نہ ہو سکتیں۔ اگر بزدلی نہ ہو۔ تو دلیری و شجاعت کی فضیلت واضح نہیں ہوتی۔ و علیٰ هذا القیاس۔ اسی طرح حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل و کمالات کا دیگر صحابہ رسولؐ کی سیرت کا جائزہ لینے سے خوب اندازہ لگ سکتا ہے۔

حضرت ابوبکر جب مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو بیت المال سے ان کے گزارے کے لئے دو ہزار درہم مقرر ہوئے لیکن انہوں نے کہا کہ میں کثیر العیال شخص ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت وغیرہ سے بھی روک دیا ہے لہذا اس مقدار سے زیادہ کیا جائے۔ پانچ سو کا اضافہ کیا گیا اور سردی و گرمی کا لباس اور آدھا کبرا روزانہ بھی مقرر ہوا (تاریخ الخلفاء) حضرت امیر علیہ السلام نے خطبہ ششقیہ میں سابقہ خلافت پر خوب روشنی ڈالی ہے جس کے آخر میں اپنی دنیا سے کراہت و ناپسندیدگی کا اعلان فرمایا۔

اطاعت رسولؐ میں دیکھا جائے تو خداوند کریم کا صاف فرمان ہے کہ یہ لوگ مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ امور اختلافیہ میں آپؐ کو حاکم نہ تسلیم کریں اور پھر وہ آپؐ کے فیصلے سے نہ کڑھیں اور اسے اس طرح مان جائیں جس طرح ماننے کا حق ہے (پ) لیکن اس طرف رسولؐ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو بعض صحابہ کی طرف سے آواز اٹھتی ہے۔ اِنَّ الشَّرَّ جُلِّ لَیْسَ بِمَجْمُورٍ یہ شخص معاذ اللہ یہی کہی باتیں کر رہا ہے۔ ونسیم الریاض نووی شرح مسلم نہایت ابن اثیر خدا تو اپنی اور رسولؐ کی اطاعت کو

پر حملہ کر کے بھاگ کھڑا ہوا اور مسجد سے نکلا اور لوگ حضرت امیر کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ محراب میں اپنے زخم سر کا علاج کر رہے تھے اور آیت قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَفِيهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى۔ پھر فرمایا۔ بس اللہ کا امر آگیا اور رسولؐ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سچ بھلا دوی کہتا ہے کہ مسجد کے تمام دروازے ایک دوسرے پر لگ رہے تھے۔ ملائکہ نے آسمان پر کہرام مچا دیا۔ ایک تیز آندھی چلی۔ فضا میں تاریکی سخت چھا گئی۔ اور جبریلؑ نے آسمان وزمین کے درمیان منادی کی جس کو ہر بیلہ آدمی نے سنا۔ تَهَلَّلْ وَلِلَّهِ أَثَرُ كَانُ الْهَدْيِ وَالْطَّمَسَتْ وَاللَّهُ مَجُومُ السَّعَاءِ وَالْفَصْمَتِ وَاللَّهُ الْغَوَاةُ الْاَوْثَقِي قَتْلَ ابْنِ عَمِّ الْمُصْطَفَى قَتْلَ الْوَصِيِّ الْمُجْتَبَى قَتْلَ عَلِيِّ بْنِ الْاَبِي قَتْلَ وَاللَّهُ سَيِّدُ الْاَوْصِيَاءِ قَتْلًا اَشَقَّي الْاَشْقِيَاءِ۔

جب ام کلثوم نے جبریلؑ کی آواز سنی تو چہرہ اور رخساروں کو پیٹ لیا اور گریان چاک کیا۔ پس واعلیاء و امحمداء و اسیداء کے آواز سے کر کے رونے لگ گئیں۔

جب حسینؑ شریفین داخل مسجد ہوئے تو دیکھا کہ ابو جعدہ بن ہبیرہ مخزومی دعو حضرت علیؑ کا بھانجا تھا اور ان کے ساتھ چند آدمی خون کے روکنے کی تدابیر کر رہے ہیں۔ تاکہ آپؑ نماز پڑھ سکیں۔ لیکن آپؑ میں کمزوری اس قدر آچکی تھی کہ کھڑے نہ کھڑے تھے۔ پس دونوں شہزادے گریہ میں مشغول ہوئے اور پھر اپنے باپ پر گر گئے اور کہنے لگے ہم آپؑ پر فدا ہو جائیں اسے بابا جان۔ کیا حالت ہے آپؑ شہزادوں کو دیکھا اور رو دیئے اور پھر امام حسنؑ سے فرمایا اسے بیٹا تو میرے بعد لوگوں کا امام میرا وصی اور خلیفہ ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو نماز پڑھاؤ پس سب لوگ پیچھے ہٹ گئے اور حضرت امام حسنؑ نے نماز پڑھائی اور حضرت امیرؑ نے بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا فرمائی۔ آپ اپنے چہرہ اقدس اور شش مبارک سے خون صاف کرتے

یعنی بہت تکلیفیں دیکھی ہیں جب حضرت ابوبکرؓ کے سامنے گئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم آپؑ کو ضرور قتل کر دیں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ عبد خدا اور برادر رسولؐ کو قتل کرو گے؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا عبد خدا تو ٹھیک ہے لیکن ہم آپؑ کو برادر رسولؐ نہیں تسلیم کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ چپکے سب کچھ سن رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے کہا تم اپنا حکم کیوں نہیں دیتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ جب تک جناب فاطمہؑ زندہ ہیں میں حضرت علیؑ کو کسی ناپسندیدہ امر کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔ پس حضرت علیؑ روتے ہوئے قبر رسولؐ پر گئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ اس قوم نے مجھے ذلیل کیا ہے۔ اور میرے قتل کے روپے ہو گئے ہیں (مختصراً) یہی وجہ ہے کہ مرنے سے قبل جب سابقہ اعمال پر نظر کی تو کوئی کہتا تھا کہ میں ایک تنکا ہوتا اور کوئی کہتا تھا۔ میں ایک دنبہ ہوتا کہ ذبح کر کے مجھے کھا لیا جاتا۔ لیکن حضرت امیر علیہ السلام کا اطمینان ملاحظہ فرمائیے۔ انیسویں کی صبح کو مسجد کوفہ میں پہنچے پس نماز کے لئے محراب مسجد میں کھڑے ہوئے۔ ادھر وہ ملعون یعنی عبدالرحمن بن ملجم اٹھا اور جلدی سے پیچھے چلا اور وہ اس اسطوانہ کے سامنے کھڑا ہو گیا جس پر امام نماز پڑھتے تھے۔ اور اس قدر دیر کی کہ امام نے ایک رکعت پڑھ لی۔ جب دوسری رکعت کے رکوع کے بعد سجدہ اول میں گئے اور سر اٹھایا تو اس ملعون نے تلوار سے حملہ کیا اور یہ تلوار اس مقام پر پڑی۔ جہاں عمرو بن عبدود کا خندق کے روز دار پڑا تھا۔ صابر امام نے آہ نکال کر اس وقت کوئی بھی دوسرا پاس موجود نہ تھا منہ کہ بل گر گئے۔ اور زبان سے یہ کلمات جاری فرمائے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلَى اَمَلَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ حُرْتُ بِوَبِ الْكَفْبَةِ یہاں علیؑ کی پیشانی زخمی ہوئی اور مظلوم کہ بلا کو پیشانی اقدس پر ایک زہر آلود تیر لگا تھا جس سے پر ناہ کی طرح خون پیشانی اقدس سے نکلتا تھا یہ ملعون حضرت علیؑ

تھا اور تجھے وظیفہ نہ دیتا تھا کہ تیرے بارے میں مجھے لوگ یہ یہ باتیں نہ کہتے تھے؟ لیکن میں نے تجھے کچھ نہ کہا اور تجھے اپنا مقررہ وظیفہ بھی دیتا رہا۔ میں چاہتا تھا کہ شاید تو اپنے ارادہ فاسدہ سے باز آجائے۔ لیکن تیرے اوپر بدبختی غالب ہوئی اور تو میرا قاتل ہو گیا۔ راوی کہتا ہے۔ امیر علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر ابن ملجم کی آنکھیں آنسو سے ڈبڈبا گئیں اور عرض کی اے مولا جہنم میں جانے والوں کو آپ کیسے نکال سکتے ہیں؟ فرمایا بے شک تو سچ کہتا ہے۔ پھر اپنے فرزند حسن مجتبیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے بیٹا اپنے اسیر پر نرمی کرنا اور اس پر احسان کرنا اس کی آنکھوں کی طرف دیکھتے نہیں ہو کہ دھنس گئی ہیں اور اس کا دل رعب خوف اور گھبراہٹ سے پھٹک رہا ہے۔

اصنع بن نباتہ سے مروی ہے کہ جب ابن ملجم نے ظلم کیا تو میں اور عمارت اور سوید بن غفلہ اور چند آدمی دروازہ پر پہنچے۔ اندر سے رونے کی آواز سنی ہم بھی رو دیئے امام حسنؑ تشریف لائے اور فرمایا واپس چلے جاؤ پس باقی لوگ تو چلے گئے اور میں کھڑا رہا۔ پھر گھر سے سخت رونے کی آواز بلند ہوئی اور میں بھی سخت رو یا امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کیا میں نے تمہیں جانے کو نہیں کہا تو میں نے عرض کی۔ اے مولا خدا کی قسم جانے کو دل نہیں چاہتا اور قدم حرکت نہیں کرتے جب تک کہ اپنے امام عالی مقام کی زیارت نہ کروں۔ اور پھر میں رو یا تو امام حسنؑ اندر آگئے اور واپس آکر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں پہنچا تو امیر علیہ السلام سہارا لگائے ہوئے تھے۔ زرد رنگ کے عمامہ سے سر کو باندھا ہوا تھا کمزوری سخت تھی اور چہرہ پر زردی چھائی ہوئی تھی لیکن ہائے امام مظلومؑ جب خاک و خون میں غلطان تھے تو کوئی پاس موجود نہ تھا۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام کا چہرہ زیادہ زرد تھا یا عمامہ کا رنگ زیادہ زرد

تھے جو کسی وقت جاری ہو جاتا تھا اور کسی وقت ٹک جاتا تھا۔ نماز کے بعد امام حسنؑ نے اپنے بابا کا سر گود میں لیا دیکھا کہ آپ حالت غشی میں ہیں تو چہرہ اقدس پر ہوس دیا اور بہت روئے پشانی پر اور آنکھوں کے درمیان ہوسے دیئے۔ آنسو کے چند قطرات جب چہرہ انور پر پڑے تو آنکھیں کھولیں تو فرزند کو روتے دیکھا فوہا بیٹا حسنؑ کیوں روتے ہو؟ آج کے بعد تیرے بابا کو کوئی گھبراہٹ نہیں یہ تیرا نانا محمد مصطفیٰ ام تیری نانی خدیجہ الکبریٰ اور تیری والدہ فاطمہ زہراءؑ اور حوران جنت میرے ارد گرد موجود ہیں اور میری انتظار میں ہیں پس تم تسلی کرو اور رونا بند کرو۔ کیونکہ فرشتوں کے رونے کی آسمان تک آوازیں بلند ہیں۔ بیٹا آج تو مجھ پر رو رہا ہے اور کل تو خود زہر ستم سے شہید ہو گا اور تیرا بھائی تلوار سے جام شہادت نوش کرے گا اور اس حال سے تم دونوں اپنے نانا کے پاس پہنچو گے اور ماں اور باپ سے ملاقات کرو گے۔

امام حسنؑ نے دریافت کیا یہ تو فرمائیے۔ آپ کو کس نے قتل کیا ہے اور یہ ظلم کس نے کیا ہے؟ تو فرمایا۔ بیٹا مجھے یہودی عورت کے بیٹے عبدالرحمن بن ملجم نے قتل کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ وہ کس راستہ سے گیا ہے؟ فرمایا اس کو ڈھونڈنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابھی اسی دروازہ سے یعنی باب کندہ سے آجائے گا چونکہ زہر سر اور بدن میں اثر کر رہی تھی۔ اس لئے پھر دوبارہ غشی طاری ہو گئی۔ وہ ملعون گرفتار ہو گیا اور مسجد میں لایا گیا۔ جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ شانے بندھے ہوئے گرفتار سامنے کھڑا ہے اور اس کی تلوار گردن میں حا مل ہے۔ نہایت کمزور آوازیں نرمی اور مہربانی کے لہجہ سے ارشاد فرمایا اے شخص تو نے بڑا کام کیا ہے۔ کیا میں تیرا برا امام تھا جس کی پاداش میں تو مجھے یہ ظلم کیا ہے؟ کیا میں تیرے اوپر مہربان نہ تھا اور احسان و اکرام میں تجھے دوسروں سے اچھلا سمجھتا

کو زہری گئی تھی۔ حضرت امیر کو جب افاقہ ہوا تو امام حسنؑ نے دودھ کا پیالہ پیش کیا آپ نے تھوڑا سا نوش کیا اور باقی کو منہ سے ہٹا دیا۔ اور فرمایا یہ اپنے قبیہ کو دے دو۔

محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ ہم نے بیسویں کی رات اپنے باپ کے پاس گزاری زہر کا اثر قدموں تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت نے اس رات نمازیں بیٹھ کر ادا کیں۔ پس وصیتیں فرماتے رہے اور تسلیاں دیتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوئی پھر لوگوں نے اجازت طلب کی آپ نے اجازت دی۔ پس اندر آئے۔ انہوں نے سلام دیا۔ اور آپ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا۔ اَیُّهَا النَّاسُ۔ سَلُّوْا فِی قَبْلِ اَنْ تَفْقِدُوْا فِیْہِ فِیْکِنْ سوال کم کرنا کیونکہ میں تکلیف میں ہوں۔ پھر لوگوں میں سخت گریہ طاری ہوا۔ (بے شک ایسی حالت میں تکلم اور یہ دعویٰ خالی از اعجاز امامت نہیں) آپ نے دودھ طلب فرمایا۔ جب لایا گیا تو آپ نے نوش فرمایا۔ لیکن اس دفعہ قائل کو کچھ نہ دیا۔ فرمایا یہ میرا آخری رزق ہے لیکن بیٹا اپنے اسیر کو بھی اتنا دودھ دے دینا۔ تو امام حسنؑ نے اس ملعون کو بھی دیا۔

حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ جب اکیسویں کی رات تاریک ہوئی تو آپ نے اپنے تمام اہل بیت کو جمع کیا اور ان سے وداع کیا اور فرمایا۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو گا اور وہی کافی ہے پھر ان کو ایمان اور احکام کی وصیتیں فرمائیں جس طرح رسول اللہؐ نے فرمائی تھیں اور من جملہ دیگر وصایا کے یہ بھی تھا کہ شرک نہ کرنا اور سنت رسولؐ کو ضائع نہ کرنا۔ ان دو عودوں کو قائم رکھنا اور ان دو چرخوں کو روشن رکھنا۔ کل میں تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہاری عبرت گاہوں کل جدا ہو جاؤں گا۔ الخ۔ پھر اثر زہر بڑھ گیا اور آپ کے پاؤں مبارک سُرخ ہو گئے۔ پس آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور من جملہ وصایا کے تھا کہ میری قبر کو غائب کر دینا۔ حضرت بتولؑ کی قبر بھی اسی طرح غائب کر

تھیں نے جھک کر امام کے چہرہ کا بوسہ لیا اور رو دیا۔ پھر فرمایا اسے اصنع رو نہیں میں تو جنت کی طرف جا رہا ہوں میں نے عرض کی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ جنت کی طرف جا رہے ہیں میں تو اپنی محرومی کے لئے رو رہا ہوں کہ آپ ایسے امام کی زیارت نہ ہوگی۔

حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بابا نے حکم دیا کہ مجھے اپنے مصلئے عبادت پر لے جاؤ۔ پس ہم لے گئے۔ آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ لوگ ارد گرد جمع تھے ان پر بڑی دہشت طاری تھی شدت حزن سے رو رہے تھے پھر امام حسینؑ روتے ہوئے آگے بڑھے اور عرض کی بابا جان! آپ کے بعد ہمارا کون ہو گا آپ کا یہ دن رسول خدا کے دن سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ہم پر بہت شاق ہے کہ اس حالت میں آپ کو دیکھیں۔ پس حضرت نے آواز دی اور فرمایا۔ بیٹا میرے قریب آ۔ پس حسینؑ قریب گئے۔ درحالیہ آنکھیں رو رو کر زخمی ہو چکی تھیں۔ حضرت امیرؑ نے شہزادے کے آنسو پونپھے اور سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ خدا آپ کو صبر عطا فرمائے اور تیرے اور تیرے بھائیوں کے اجر میں اضافہ فرمائے پس تھوڑا کر یہ کرد خدا اس مصیبت میں تیرا اجر زیادہ عطا فرمائے۔ پس آپ کو حجرہ میں لے جایا گیا اور آپ محراب میں بیٹھے۔

جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ تشریف لائیں اور پہلو میں بیٹھ کر رونے لگیں۔ اور عرض کی بابا جان۔ ہمارا غم طویل ہو گا اور آنسو نہ رکیں گے۔ پس حجرہ کے باہر لوگ سُن کر رونے لگے اور حضرت امیر علیہ السلام بھی رو پڑے۔ اپنی اہل و اولاد پر ایک نظر دوڑائی پھر حسنینؑ کو پاس بلایا ان کو سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا پھر ایک گھنٹہ تک آپ پر غشی طاری ہو گئی اور پھر افاقہ ہوا۔ حضرت رسالتؐ کے بے بینہ یہی حالت تھی کہ ان پر غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہوتا تھا کیونکہ آپ

اکیسویں مجلس

بسم الله الرحمن الرحيم

کو نو امع الصادقین

بروز قیامت حضرت امیر علیہ السلام کی شان جناب رسالت مآب سے عینیہ۔
حضرت عمر سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا: یا علی تیرا ہاتھ میرے
ہاتھ میں ہوگا اور بروز قیامت تم وہاں ہو گے جہاں میں ہوں گا ایک اور روایت
میں ہے کہ جنت میں علیؑ کا نور اس طرح تاباں ہوگا جس طرح صبح کا ستارہ اہل دنیا
کے لئے روشن ہوتا ہے۔ ابوسعید سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: یا علی معاك
یوم القيامة عصا من عصي الجنة تذود بها المنافقين عن الخوض۔
اے علیؑ بروز قیامت تیرے پاس بہشت کی لاثیوں میں سے ایک لاثی ہوگی جس
کے ذریعہ سے تو منافقوں کو حوض کوثر سے بھگائے گا۔ نیز ابوسعید سے مروی
ہے کہ آپؑ نے فرمایا مجھے علیؑ کے بارے میں خدا نے پانچ چیزیں عطا فرمائی
ہیں جن میں سے ہر ایک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (۱) بارگاہ خدا میں بروز قیامت
علیؑ میرے ساتھ ہوگا۔ یہاں تک کہ خلایق کا حساب تمام ہوگا (۲) لوہا الحمد اس کے
ہاتھ میں ہوگا جس کے سایہ میں آدمؑ اور اس کی اولاد ہوگی (۳) حوض پر کھڑا ہوگا اور
اپنی لوگوں کو کوثر بلائے گا جو اس کی معرفت رکھتے ہوں گے (۴) مجھے اس کے بلے
میں یہ کوئی خدشہ نہیں کہ ایمان کے بعد کفر کرے یا پاکدامنی کو ہاتھ سے دھو بیٹھے۔

والروضۃ البہیہ شرح التحفۃ العلویۃ اب ذرا دوسرے لوگوں کا میدانِ محشر میں حال
ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ جناب رسالت مآبؐ فرماتے ہیں۔ میرے صحابہ میں سے
حوض کوثر پر میرے پاس کئی لوگ آئیں گے جب میں انہیں دیکھوں گا اور وہ

کر دی گئی۔ امام حسینؑ کے جنازہ پر تیرے سائے گئے۔ لیکن ان سب میں امام حسینؑ
پر جو ظلم ہوا۔ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اسی امام مظلوم کے علاوہ کسی کی
لاش پر گھوڑے دوڑانے کا ظلم نہیں ہوا اور اس کی پردہ دار بہنوں۔ بیٹیوں و دیگر
اہل حرم کو تورونے سے بھی روک دیا گیا اور یتیم بچوں کو تسلی کی بجائے طمانچے مارے
گئے اور انتہائی بے دردی سے ان کو در بدر پھرایا گیا۔

انا لله وانا اليه راجعون

ہائے حضرت علیؑ کے زخموں پر پٹی کے طور پر عمامہ باندھا گیا لیکن حسین مظلوم کی
زخمی پیشانی پر پٹی باندھنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت علیؑ کے پاس آخری وقت بیٹیاں،
بیٹے اور اہل حرم سب موجود تھے لیکن حسین مظلومؑ کے پاس کوئی نہ تھا بلکہ بعد از
شہادت بھی لاش کے پاس بیٹھنے کی کسی کو اجازت نہ تھی نہ کفن ملا نہ دفن ہو سکا
اور نہ یتیم بچوں کو کوئی تسلی دینے والا رہا کہتے ہیں کسی طرح سکیںہ خاتون جو بابا کی لاش
پر پہنچی تو مشر نے جھڑک کر اور تازیانہ دکھا کر چھوٹی بچی کو بابا کی لاش سے الگ کر دیا۔
راہ شام میں بھی کھلے طور پر رونے کی اجازت نہ تھی چنانچہ جناب فاطمہؑ بنت حسینؑ
سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کسی کی آنکھ میں آنسو آتے تھے اور رونے کی
صدا بلند ہوتی تھی تو ظالم لوگ ہمیں نیروں کی انیوں کے ذریعے خاموش کرا دیتے تھے

بسم الله الرحمن الرحيم

لابی المود سے بروایت ابو بردہ مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا اور ہم بھی پاس بیٹھے تھے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قیامت کے روز کوئی قدم اپنی جگہ سے جدا نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ خدا چار چیزوں کا سوال کرے گا۔ (۱) عمر کے متعلق پوچھے گا کہ اس کو کن کن کاموں میں ختم کیا (۲) جسم کے متعلق پوچھے گا کہ اس کو کیسے کہن کیا (۳) مال کے متعلق پوچھے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا اور ہم اہل بیت کے متعلق پوچھے گا کہ ان سے محبت کیسے کی۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ تو آپؐ نے اپنا ہاتھ حضرت علیؓ کے سر پر رکھا جو ان کے پہلو میں بیٹھے تھے اور فرمایا میری محبت کی نشانی یہ ہے کہ میرے بعد اس کے ساتھ محبت کی جائے (منافق امیر المومنینؓ) ابن عباس سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ لعلیؓ بروز قیامت حوض کوثر پر ہوگا اور جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ مگر وہ جس کے پاس علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے جواز ہوگا۔ نیز حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت رسالت مآبؐ سے سنا کہ پل صراط سے کوئی نہ گذر سکے گا مگر وہ جس کے پاس علیؓ

لہ عن عمر ؓ فیما افناہ وعن جبر ؓ فیما ابلاہ وعن مالک ؓ عما کتبہ وفیم الفقہ وعن حننہ۔ اهل البيت فقال لہ عمر ما آیتہ حکم فوضع یدہ علی راس علی کوم اللہ وجہہ وهو جالس الی جنبہ قال آیتہ حبہ حبہ ہذا لہ لہ قال رسول اللہ علی یوم القیامۃ علی الحوض لا یدخل الجنة الا من جاء بمجاء من علی بن ابی طالب

لہ سمعت رسول اللہ یقول اللہ لا یجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی المجاز۔ (صواعق محرقة ابن حجر مکی)

میرے قریب آنے کی کوشش کریں گے۔ تو وہاں سے ہٹائے جائیں گے۔ پس میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہ ہیں یہ میرے صحابہ ہیں۔ پس مجھے جواب ملے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا بدعات کیں۔ (بخاری جلد ۴ کتاب الفتن و کتاب التفسیر سورۃ الانبیاء) جناب رسالت مآبؐ جب شہدائے بدر کی قوت ایمانی کی شہادت دی تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی۔ ہم نے بھی ویسا ہی جہاد کیا جیسا کہ انہوں نے جہاد کیا اور ویسا ہی ایمان لائے جیسا کہ یہ لائے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا معلوم کہ تم لوگ میرے بعد کیا کیا بدعات کر گئے (موطا) ان تصریحات کے بعد پھر جناب رسالت مآبؐ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ آپؐ نے فرمایا۔ اصحابی کا لجم بایسہم اقتدیتہم اھتدیتہم میرے تمام اصحاب مثل شاروں کے ہیں۔ جس کی بھی اقتداء کر دو گے ہدایت پاؤ گے۔ دین کے ساتھ مفسد نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت امیر علیہ السلامؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میدان محشر میں سوار ہو کر سوائے ہمارے اور کوئی نہ جائے گا۔ اور وہ ہم چار ہوں گے۔ انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی میرا ماں باپ آپؐ پر قربان ہو آقا فرمائیے۔ وہ چار کون کون ہونگے فرمایا (۱) میں راق پر سوار ہوں گا (۲) میرا بھائی حضرت صالحؓ پیغمبر اپنی ناقہ پر سوار ہوگا (۳) میرا چچا حضرت حمزہؓ میری ناقہ عضباء پر سوار ہوگا (۴) میرا بھائی علیؓ جنت کی ناقہ پر سوار ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ عرش کے سامنے کھڑے ہو کر توحید و رسالت کا کلمہ پڑھے گا تو تمام انسان دیکھ کر محو حیرت ہو کر کہیں گے یہ یا تو کوئی ملک مقرب ہے یا نبی مرسل اور یا حامل عرش ہے تو زیر عرش سے ایک فرشتہ جواب دیگا یہ نہ ملک مقرب ہے نہ نبی مرسل اور نہ حامل عرش ہے بلکہ یہ صدیق اکبر ہے اور یہ علی بن ابی طالب ہے۔ (الروضۃ البقیۃ) کتاب المناقب

پتہ چلتا ہے۔ لیکن کتنا تعجب ہے کہ وہ باوجود ہاتھ بلند مراتب کے خوف خدا سے گریہ کریں اور ہم بایں سیدہ کاری مطمئن رہیں۔ حضرت امیر علیہ السلام کے دور میں حضرت کے بعض شیخہ ایسے تھے جو سیرت علوی پر چل کر بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے جن کے متعلق یہ وارث ہے کہ ان کو یاد کر کے حضرت علیؑ سو آہ کھینچتے تھے کہ وہ کہاں گئے اور بعض بد عمل ایسے تھے جن کے متعلق فرماتے تھے۔ تمہارا امام اللہ کا اطاعت گزار ہے اور تم لوگ اس کے نافرمان ہو۔ ادھر اہل شام کا امام اللہ کا نافرمان ہے لیکن وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں خدا کی قسم مجھے پسند ہے کہ معاویہ اپنے صحابہ کا میرے ساتھ سودا کرتا۔ جس طرح دینار کا درہم کے بدلہ میں یعنی وہ مجھ سے ایک کے بدلہ میں دس دس لیتا۔ خدا کی قسم میں تم سے اس قدر تنگ دل ہوں کہ کاش میری اور تمہاری آپس میں پہچان نہ ہوتی کیونکہ تمہارا پہچان میرے لئے ندامت کا باعث ہوئی ہے۔ تم لوگوں نے میرا سینہ غم و غصہ سے پُر کر دیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے۔ محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے خواہ اس کا ظاہری تعلق دور کا ہو اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو خدا کا نافرمان ہو خواہ اس کا رشتہ ظاہری قریب ہی ہو۔

سجاد الانوار میں مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر علیہ السلام نے ایک عورت کو دیکھا جو پانی کی مشک اٹھا کر لے جا رہی ہے تو آپ نے وہ مشک اس سے لی اور خود اٹھا کر منزل مقصود تک پہنچائی اور اس سے حال دریافت کیا اس عورت نے جواب دیا کہ علی بن ابی طالب نے میرے شوہر کو جنگ میں بھیجا ہے اور وہ ماں شہید ہو گیا۔ میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ پس مجبور ہو کر لوگوں کی نوکری کرتی ہوں۔ آپ واپس آئے۔ اور ساری رات بے چینی میں گزاری۔ صبح سویرے ایک زنبیل میں خورد و نوش کا سامان

کی تحریر ہوگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے ایک دفعہ اپنے والد کو دیکھا کہ بار بار حضرت علیؑ کی طرف دیکھ رہے تھے میں نے پوچھا۔ بابا جان میں دیکھتی ہوں کہ آپ حضرت علیؑ کے چہرہ کی طرف بہت دیکھتے ہیں تو فرمایا بیٹی۔ میں نے جناب رسالت مآب سے سنا ہے کہ اَلْغُظُّ اِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةُ (الروضۃ البقیۃ) حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدا مجھے اور علیؑ کو فرمائے گا۔ اَلْقِيَا فِي النَّارِ مِنْ اَبْغَضَكُمَا وَ اَدْخِلَا الْجَنَّةَ مِنْ اَحَبَّكُمَا۔ جنہم میں ڈالو جو تمہارا دشمن ہے اور بہشت میں داخل کرو جو تمہارا دوست ہے۔ اور اسی کے متعلق پروردگار کا ارشاد ہے وَالْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلُّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ۔ (البواقسم حسانی) نیز ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا۔ وَفَقَوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْتُوْلُوْنَ۔ یعنی قیامت کے دن حکم ہوگا کہ ان کو روکو کہ ان سے کچھ پوچھا جانے والا ہے اس سے مراد ولایت علیؑ کا سوال ہوگا اور واحدی نے بھی یہی مراد لی ہے کہ کہا ہے کہ اس آیت مجیدہ سے حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کی دلاء کے سوال کے متعلق روایت کی گئی ہے۔ کیونکہ خداوند کریم نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا کہ ان کو صاف صاف کہہ دو کہ میرا اجر رسالت اور کچھ نہیں سوائے مودۃ فی القربی کے۔ اور ان کے متعلق سوال کا مقصد یہ ہوگا کہ آیا پیغمبر کی وصیت کے مطابق ان کی دوستی کا حق پورا کیا گیا ہے یا ان کو مہل یا ضائع چھوڑ دیا گیا ہے پس یہی مطالبہ ہوگا اور سرزنش ہوگی۔ (صواعق مخرقہ) اس کو ابوالنعمین، ابوالقاسم حسانی اور ابن مردودہ نے بھی نقل کیا ہے۔

ان مراتب کے باوجود جب حضرت علیؑ علیہ السلام کی سیرت کا جائزہ لیا جائے اور خوف خدا سے ان کا ردنا دیکھا جائے تو ان کی عظمت معرفت کا خوب

کی حالت نازک ہے۔ آئیے آپ کی بیمار پُرسی کریں اور مستحب ہے کہ انسان اگر کسی بیمار کی عیادت کے لئے جائے تو مریض کے لئے کوئی چیز بطور تحفہ لے جائے۔ لیکن اس مریض کا تحفہ یہ ہے کہ جن گناہوں کے ہم مرتکب ہو رہے ہیں ان میں سے کم از کم ایک گناہ چھوڑنے کا عہد کر لیں۔ آج اکیسویں کی شب حضرت امیر علیہ السلام کے سہارے بیٹھے ہیں حالانکہ پوری زندگی میں تکبیر کا سہارا کبھی نہیں لیا تھا۔

حضرت محمد حنفیہ فرماتے ہیں کہ زہر نے جسم اقدس میں سرایت شروع کی ہم نے قدموں پر نگاہ کی تو وہ زہر کے اثر سے سرخ ہو چکے تھے۔ ہم پر ہر وقت بہت گزرا تھا اور آپ کی تکلیف بھی بڑھ رہی تھی۔ پس لوگ داخل ہوئے۔ آپ نے ان کے سامنے اوامر و نواہی اور وصیتیں بیان فرمائیں۔ ہم نے کھانے پینے کے لئے کچھ پیش کیا۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ ہم نے دیکھا کہ ہونٹ مبارک فکرِ خدا میں حرکت کر رہے تھے اور پیشانی نورانی سے پسینہ جاری تھا جس کو وہ ہاتھ سے صاف کر لیتے تھے۔ میں نے عرض کی۔ بابا جان آپ کا تھ سے پسینہ صاف کر رہے ہیں؟ تو فرمایا۔ بیٹیا! میں نے جناب رسالت مآب سے سنا ہے کہ مومن کی پیشانی پر بوقت موت پسینہ آتا ہے کہ وہ مثل تازہ مٹیوں کے ہو جاتا ہے اور اس کی گہراہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت حسینؑ اور اپنی تمام اولاد کو نام لے کر چھوٹے بڑے کو یکے بعد دیگرے اپنے پاس بلایا۔ اور ان سے وداع کیا اور فرمایا۔ اب اللہ تمہارا نگہبان ہوگا۔ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں یہ سن کر سب رو رہے تھے۔ پھر امام حسنؑ کو وصیتیں فرمائیں منجملہ ان کے ایک بیکمریری قبر کو منحنی کرنا۔ امام حسنؑ نے عرض کی بابا جان آپ وصیتیں کیوں فرماتے ہیں تو فرمایا۔ بیٹیا! میں نے تیرے نانا کو خواب میں دیکھا ہے اور میں

اٹھایا اور روانہ ہوئے۔ راستہ میں کسی نے خواہش کی کہ میں اٹھاؤں تو فرمایا۔ قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ پس اس عورت کے گھر پہنچے۔ اور دقِ اباب کیا۔ عورت نے دریافت کیا کہ کون؟ تو جواب دیا میں وہی شخص ہوں جس نے کل مشک اٹھائی تھی۔ دروازہ کھول کیونکہ میں تیرے بچوں کے لئے کچھ لایا ہوں عورت نے جواب دیا۔ خدا تجھ سے راضی ہو اور میرے اور علیؑ کے درمیان بھی وہ خود ہی فیصلہ کرے۔ پس حضرت داخل ہوئے اور فرمایا میں ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں لہذا ایک کام تم کو دے دو اور ایک میرے ذمے لگاؤ۔ آٹا خمیر کر کے روٹیاں تیار کروں یا بچوں کو کھیل میں مشغول رکھوں۔ عورت نے جواب دیا کہ روٹیاں میں خود اچھی طرح پکانا جانتی ہوں لہذا آپ بچوں کو بہلائیں۔ پس اس عورت نے آٹا لیا اس کو خمیر کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے گوشت بھونا شروع کیا اور بھون بھون کر بچوں کو کھلاتے تھے اور خرما کے دانے ان کے منہ میں دیتے تھے اور فرماتے تھے بیٹا! علیؑ کو معاف کرنا وہ تمہاری یتیمی کا باعث ہوا ہے جب عورت نے آٹا خمیر کر لیا تو عرض کی آپ تنور میں آگ جلائیں تو آپ نے اٹھ کر فوراً تنور میں آگ روشن کی جب تنور سے شعلہ نکلا اور آپ کے منہ کو حرارت پہنچی تو اپنے آپ کو فرمایا۔ اے علیؑ یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو بیواؤں اور یتیموں کو ضائع کرے۔ ایک دوسری عورت نے دیکھا تو گھروالی عورت سے کہنے لگی تیرے اوپر واسطے ہو یہ تو امیر المومنین علیؑ علیہ السلام ہیں۔ پس وہ عورت جلدی سے خدمتِ اقدس میں پہنچی اور عرض کی۔ مجھے معاف فرمائیے۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عورت تو مجھے معاف کر کیوں کہ میں تجھ سے شرمسار ہوں کہ میں نے تیرے معاملہ میں کوتاہی برتی ہے۔

آئیے ہم کوئی ایسا کام کریں کہ حضرت علیؑ ہم پر راضی ہوں۔ آج حضرت علیؑ

ہے میں نے پوچھا اے مولا! آپ کیا دیکھ رہے ہیں تو فرمایا۔ ملائکہ کی صفیں جو ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہیں۔ اور میری انتظار میں ہیں اور میرے بھائی جناب رسالت مآب میرے پاس تشریف فرما ہیں جو مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ حبیب کہتا ہے اس کے بعد میں رخصت ہوا اور آپ کی اسی آن میں رحلت ہوئی۔

جناب علیٰ زینب خاتون فرماتی ہیں کہ جب موت کے آثار میں نے دیکھے تو خدمت اقدس میں عرض کی۔ بابا جان! میں نے ام امین سے ایک بیٹہ سنی تھی اور آپ کی زبان گہرا بار سے بھی سنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا جو کچھ ام امین نے بیان کیا تھا درست ہے بے شک تم اسی شہر میں ایک وقت قید ہو کر آؤ گی اس وقت تمہارا کوئی خیر خواہ اور پرسان حال نہ ہوگا۔ پس صبر سے کام لینا۔ اور فرمایا کہ اس وقت حق کا طرفدار تمہارے سوا کوئی نہ ہوگا۔ پس اپنی تمام اہلیت کو ایک نظر سے دیکھا اور فرمایا کہ تمہیں اللہ کو سونپا۔ خدا تمہیں محفوظ رکھے وہی تمہارا نگہبان ہوگا اور فرمایا اے ملائکہ پروردگار تم پر میرا سلام ہو۔ پھر قرآن مجید کی ایک تلاوت فرمائی اور پیشانی اقدس پر پسینے کے قطرات نمودار ہوئے۔ ذکر خدا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری ہوئے رُخ النور قبیلہ کی طرف پھیر لیا اور آنکھیں بند کر لیں اور ہاتھ اور پاؤں دراز کر کے کلمہ شہادتین کو زبان پر جاری فرمائے ہوئے اعلیٰ علیین کی طرف روانہ ہوئے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاَتٰنَا الْیٰهَ رَاجِعُوْنَ

نے اپنی تکلیفات بیان کیں تو انہوں نے فرمایا۔ ان پر دعا کرو تو میں نے کہا اے اللہ اس امت کو کوئی بُرا حاکم نصیب کر اور مجھے اچھا ساتھ عطا فرما تو حضرت رسالت مآب نے فرمایا۔ پس تیری دعا قبول ہے اور تو تین دن کے بعد ہمارا مہمان ہوگا۔ چنانچہ اسے حسن وہ تین دن ختم ہو گئے ہیں۔

پھر فرمایا اے حسن! اپنے بھائی حسین کا خیال کرنا تم دو نو مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں غالباً امام حسینؑ کے زیادتی مصائب کی طرف اشارہ تھا انیر امام حسینؑ کے چہرہ و سینہ پر دستِ شفقت پھیرا اور نہ معلوم اس میں کیا راز مضمر تھا۔ پھر اپنے دو نو شہزادوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرے بعد تم دو نو پر مصائب کا ہجوم ہوگا۔ پس صبر کرنا یہاں تک کہ خدا خود فیصلہ کرے اور وہ احکم الحاکمین ہے۔ پھر بالخصوص امام حسینؑ سے فرمایا اے فرزند! تو اس امت کے ہاتھوں شہید ہوگا۔ پس تقویٰ اور صبر کو نہ چھوٹا اس کے بعد غیر فاطمی اولاد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہرگز ہرگز اولاد فاطمیہ کی اطاعت سے منہ نہ پھیرنا۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت امیرؑ کے باقی فرزند میدانِ کربلا میں ایک دوسرے سے بڑھ کر امام حسینؑ کے سامنے شہادت کو گلے لگاتے تھے۔ پھر آپ نے جملہ اولاد کو تسلی دی اور فرمایا کہ میں اسی رات تم سے جدا ہونے والا ہوں اور جناب رسالت مآب سے جا ملنے والا ہوں۔ حبیب بن عمرو بیان کرتا ہے کہ میں حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور! یہ زخم معمولی ہے آپ فکر نہ کریں تو فرمایا۔ اے حبیب! رخصت کی قسم میں ابھی تم لوگوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ پس میں رویا اور آپ کی شہزادی جناب ام کلثومؑ بھی ان کلمات سے متاثر ہو کر رونے لگیں تو آپ نے فرمایا اے بیٹی! تم نہ روؤ اور اگر تم وہ چیز دیکھتی جس کو میں دیکھ رہا ہوں تو ہرگز گریہ نہ کرتی۔ حبیب کہتا

الْفَيْثُ وَيُنْبِتُ الْأَسْرَ حُ
وَرَبِّعَادَتِنَا عِبَادُ اللَّهِ
وَلَوْلَا نَحْنُ مَسْأَلُهُ
کی عبادت کی گئی اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔

اور ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا۔
کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل میرا نور تسبیح خداوند کریم کرتا
تھا اور اس کی تسبیح سن کر ملائکہ بھی تسبیح کرتے تھے۔ (متقی سعید الدین محمد بن مسعود
کا زرونی اور فرمایا۔ اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ۔ پس امت کے اعمال کی مقبولیت
کی شرط ولادہ آل محمدؐ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ انظر الى علي بن ابي طالب
عباداً ولا يقبل الله ايمان عبد الا بولايته والبرائة من اعدائه یعنی
علیؑ بن ابی طالب کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے اور خدا کسی بندے کے ایمان
کو قبول نہ کرے گا جب تک وہ اس کی ولادہ نہ رکھے اور اس کے دشمنوں سے
بیزاری نہ کرے۔ (مناقب خوارزمی) اور ایسا کیوں نہ ہو علیؑ ہی وہ شخص ہے۔
جس کی ابتداء و انتہا خانہ خدا میں ہوئی۔ چنانچہ ولادت کعبہ میں اور شہادت مسجد
میں تھی۔ اصول کافی کتاب الایمان و الکفر میں حماد بن بشیر سے مروی ہے کہ جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ حضرت رسالت مآبؐ فرماتے ہیں کہ ارشاد خداوندی
ہے کہ جس نے میرے ولی کی توہین کی تو گویا اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا
اور عبد کے لئے فرائض کی ادائیگی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ میرے تقرب کا زیادہ
موجب نہیں ہے اور انسان نافذ کے ذریعہ بھی میرا قرب حاصل کر تا رہتا ہے
یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ پس جب کسی عبد کو میں اپنا محبوب
بنالوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ

بایسویں مجلس

یکم محرم ۱۳۳۲ھ
کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ۔
علیؑ قرآن کے ہمراہ ہے اور قرآن علیؑ کے ہمراہ ہے۔ ارشاد باری ہے۔ قَدْ
جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب
سے نور اور کتاب مبین پہنچ چکے۔ خلقت نوری کے متعلق حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَنَا فَأَحْسَنَ خَلْقَنَا
صَوْرَتَنَا فَأَحْسَنَ صُورَتَنَا
وَجَعَلَنَا عَيْنَهُ فِي عِبَادِهِ
لِسَانَهُ الْمَاطِقَ فِي خَلْقِهِ
وَيَدَهُ الْمَبْسُوطَ عَلَى عِبَادِهِ
بِالرَّحْمَةِ وَالرَّحْمَةِ وَوَجْهَهُ
الَّذِي يُؤْتِي بِهِ وَبَايَهُ
الَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ
خُزَائِنُهُ فِي سَمَائِهِ
وَإِمْرَأَتُهُ بِنَا أَثْمَرَتِ الشَّجَرُ
وَإِشْنَعَتِ الشَّجَرُ وَجَوَّتِ
الْأَشْجَارُ وَبِنَا يَنْزِلُ

تحقیق اللہ نے ہمیں نہایت اچھی
صورت میں خلق فرمایا اور ہمیں اس
نے اپنے بندوں پر قریب مقرر کیا اور
ہمیں مخلوق میں اپنی بولتی ہوئی زبان
بنایا اور اپنے بندوں کے لئے رحمت و
رافت کا پھیلا ہوا ہاتھ قرار دیا اور اپنا
وہ راستہ جس کے ذریعے اس تک
پہنچا جائے اور وہ دروازہ جو اس تک
رسائی کا ذریعہ ہو ہمیں بنایا۔ اور
زمین و آسمان کا خازن ہمیں مقرر کیا
ہماری وجہ سے درخت پھلدار ہوئے
اور پھل نچتے ہوئے اور نہریں جاری

اے بنی خدا آپ گواہ رہیں کہ ان لوگوں نے میری بے قدری کی اور مجھے ضائع کر دیا ہے۔ میں یہ شکوہ آپ سے اس دن بیان کروں گا جس دن ملاقات ہوگی۔ اس کے بعد بہت دیر تک نماز میں مشغول رہے۔ دوسری رات پھر تشریف لائے اور چند رکعت نماز ادا کر کے اپنے پروردگار سے یہ التجا کی۔ اے خدا یا یہ تیرے بنی محمد مصطفیٰ کی قبر ہے اور میں تیرے بنی کی شاہزادی کا فرزند ہوں اب جو معاملہ مجھے درپیش ہے تو اس کو خوب جانتا ہے میں نیکی کو پسند کرتا ہوں اور برائی سے نفرت کرتا ہوں۔ میں اس قبر اور صاحب قبر کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ میرے لئے وہ چیز اختیار فرما۔ جس میں تیری اور تیرے رسولؐ کی رضا مندی ہو۔ اس کے بعد بہت دیر تک روتے رہے اور طلوع صبح سے چھوڑا پہلے قبر رسولؐ کے پاس سو گئے اور عالم خواب میں اپنے نانا کی زمرہ ملائے ہیں زیارت کی۔ جناب رسالت مآبؐ نے حسینؑ کو سینہ سے لگا لیا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے میرے پیارے حسینؑ۔ عنقریب تو خاک و خون میں غلطان زمین پر بلبلا میں شہید کیا جائے گا۔ اور باوجود اس کے تو ہیا بسا ہو گا۔ آخر میں فرمایا بس عراق کی تیاری کرو۔ پس روتے ہوئے قبر پیغمبرؐ سے واپس آئے اور تیاری فرمائی پھر حضرت محمد حنفیہؑ سے ملاقات ہوئی اور دونوں بھائی روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے مدینہ سے روانگی کے وقت اولاد عبدالمطلب کی مستورات جمع ہوئیں اور انہوں نے رونا شروع کیا۔ امام نے ان کو تسلی دی تو وہ عرض کرنے لگیں کہ آپ کے بعد ہم اپنا گریہ کس کے لئے بچا کر رکھیں ہمیں تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آج ہم سے رسولؐ و علیؑ جدا ہو رہے ہیں۔ پھر آپ کی ایک چھوچی نے آکر عرض کی کہ میں نے ایک جن کو آپ کا مرثیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ بس آپ نے سب کو وداع کیا۔ اور آخر ایک مرتبہ پھر قبر رسولؐ پر آئے اور قبر کو

ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اگر وہ دعا مانگے تو قبول کرتا ہوں اور اگر کچھ مانگے تو میں دے دیتا ہوں اور ایسا مومن جب موت کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس کی موت کو پسند نہیں کرتا۔

جب ہر مومن منظر خداوندی بن سکتا ہے تو جو مومنوں کے امام ہیں۔ وہ کیسے ہوں گے بے شک وہ خدا کے منظر کامل ہوں گے۔ اسی بنا پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت میں ہے کہ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے اور ہم پر ظلم کرنا اللہ پر ظلم کرنا ہے۔ (غایۃ المرام) مناقب میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حسینؑ کو بلا کی طرف متوجہ ہوئے تو میں نے امام حسینؑ کو کعبہ کے دروازہ پر دیکھا کہ جبریلؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا اور جبریلؑ آواز دے رہا تھا کہ هَلْعُوا الْحَا بَيْعَةَ اللَّهِ۔ اؤ لوگو۔ اللہ کی بیعت کرو۔ گویا حسینؑ کا ہاتھ یہاں سے ہے۔

جس طرح بابا نے رضائے خدا کی خاطر بستر رسولؐ پر اپنے نفس کی پرواہ نہ کی۔ حسینؑ نے بھی اعلائے کلمہ حق کے لئے ثبات و استقلال کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ ہستی دنیا تک اس کی نظیر مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ مدینہ کو چھوڑا مکہ کو وداع کیا مدینہ سے سفر کی نوعیت کیا تھی اور کس سے کس حالت میں روانگی فرمائی نیز اپنے نانا بزرگوار اور مادر گرامی کی قبروں سے کیسے جدا ہوئے۔ پھر سامان سفر کچھ ساتھ تھا اس کا مختصر جواب یوں سمجھو کہ جب حسینؑ روانہ ہوئے تو اس دن مشرق و مغرب میں کسی مقام پر اس قدر گریہ و فغان نہ ہو گا جتنا آل محمدؑ کے گھر میں تھا۔ رات کے وقت قبر رسولؐ پر تشریف لے گئے اور عرض کی۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں فاطمہؑ کا لخت جگر حسینؑ ہوں۔ میں آپ کا اور آپ کی شاہزادی کا فرزند ہوں اور آپ کا نواسہ بھی ہوں۔ آپ نے مجھے اپنی امت میں اپنا خلیفہ چھوڑا ہے لیکن

ہی کہا۔ نِعْمَ الْجَعْلُ جَعَلْتَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ۔ یعنی اے حسینؑ تیرا اونٹ بہترین اونٹ ہے تو اس وقت پیغمبرؐ نے فرمایا۔ نِعْمَ الْمَتَاكِبُ هُوَ يَا عُمَرُ یعنی بہترین سوار ہے یہ سوار۔ اسے عمرؓ بعض روایات میں ہے امام حسینؑ نے عرض کی کہ لوگوں کے اونٹ تو آواز بھی کیا کرتے ہیں تو حضرتؐ نے ان کی دلجوئی کی خاطر دو مرتبہ کہا۔ عَفُو عَفُو۔ تو جبریلؑ نازل ہوا اور عرض کی اگر تیسری دفعہ زبان سے یہ کلمہ نکلا تو دروزخ باکل خاموش ہو جائے گا۔ (وسیلۃ النجاة ص ۲۶۸) ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا جب بھی حسینؑ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تو ان کو سینے سے لگا کر بوسہ دیتے تھے۔ نیز ابو ہریرہ سے منقول ہے۔ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ حضرت رسولؐ خدا نے اپنے لخت جگر حسینؑ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا اور حسینؑ کے قدم رسولؐ کے قدروں کے اوپر تھے اور حضورؐ فرما رہے تھے اے نور چشم اوپر چڑھ آؤ۔ چنانچہ حسینؑ نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ حضورؐ کے سینے پر حسینؑ کے قدم آ پہنچے۔ پھر رسولؐ نے فرمایا اے فرزند اپنا منہ کھولو۔ پس حسینؑ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا۔ اے اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ (الروضة النذیہ) ہائے آج وہی حسینؑ روضہ رسولؐ کو ہمیشہ کے لئے وداع کر رہا ہے۔

جنت

وداع کیا۔ آج حسینؑ روضہ رسولؐ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہے ہیں۔ لیکن حیات رسولؐ میں چند گھنٹے اگر گھر سے باہر جاتے تھے تو رسولؐ بے تاب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے ایک دن جناب بتول معظمہؑ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں روتی ہوئی آئی۔ آپؐ نے رونے کی وجہ پوچھی تو نبیؐ نے عرض کی کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں گھر سے کہیں باہر گئے ہیں حضورؐ نے اپنی شہزادی کو تسلی دی پھر حسینؑ شریفین کی حفاظت کی اللہ سے دعا مانگی۔ اور بروایت دمعہ ساکبہ صحابہ میں سے ستر آدمی ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ جبریلؑ نے اطلاع دی کہ وہ بنی بنجار کے باغ میں ہیں اور ایک فرشتہ خداوند کریمؑ نے ان کی حفاظت کے لئے مقرر فرما دیا ہے۔ چنانچہ جب حضورؐ وہاں پہنچے تو دیکھا دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر محو خواب ہیں اور ایک فرشتہ اپنے دونوں پران کے اوپر پھیلا کر بیٹھا ہے۔ پس شہزادوں کو جگایا۔ حسنؑ کو واپس اور حسینؑ کو بائیں کنبہ پر سوار کیا اور واپس روانہ ہوئے کسی نے عرض کی کہ ایک شاہزادہ مجھے دے دیجئے کہ اٹھالوں تو آپؐ نے فرمایا۔ ان کی سواری بہترین سواری ہے اور یہ دونوں اس سواری کے بہترین سوار ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے پس مسجد میں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر کچھ بیان فرمایا اور آخر میں فرمایا جو ان دونوں کو دوست رکھے گا وہ جنت میں یقیناً جائے گا اور جو ان دونوں سے دشمنی کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ (الروضة النذیہ ص ۲۶۸) نیز اسی کتاب میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسالتؐ کی خدمت میں پہنچا۔ دیکھا کہ حضرتؐ نے امام حسینؑ کو پشت پر بٹھایا ہوا تھا اور اپنے منہ میں تاگا ڈال کر اس کا ایک سر امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیا ہوا تھا۔ پس حسینؑ جس طرف چاہتے تھے حضرتؐ اپنے زانو سے بل اسی طرف کو چلتے تھے۔ میں نے دیکھتے

۳، ارشاد خداوندی ہے۔ اِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَكَلَّمْتُ بِحَبِّ النَّفْثِ الْبَعْرُ قَبْلَ اَنْ تَشْفَدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔ کہہ دیجئے اگر سمندر سیاحی بن جائیں کلمات رب کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے قبل اس کے کہ کلمات پروردگار ختم ہوں۔ اگرچہ ان کے ساتھ اتنے اور بھی ملا دیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نَفْثِ الْبَعْرِ لَفِدتْ كَلِمَتُ اللَّهِ۔ یعنی روئے زمین کے تمام درخت اگر قلمیں ہو جائیں اور سمندر کے ساتھ سمندر اور بھی بطور سیاحی جمع کر دیئے جائیں تو پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے جیسی تو فرمایا۔ اِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ۔

۴، ارشاد خداوندی ہے۔ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ سجاد الانوار جلد ۹ میں تفسیر و کتب سے منقول ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے محمدؐ لوگوں میں حضرت ابوطالب کے احسانات کا تذکرہ کیجئے۔ اس کتاب اللہ میں حضرت علیؑ کے جو فضائل ہیں بیان کیجئے تاکہ ان کی ولایت کا اعتقاد رکھیں۔ بنا بریں مناقب ابن مغازلی میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے رَدِّتُوْا حُجَابَ السُّكْمِ بِذِكْرِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ۔ یعنی وہ فرمایا کرتی تھیں کہ اپنی مجلسوں کو علیؑ کے ذکر سے زینت دیا کرو۔

۵، خدا فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ مَدَّوْا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبُؤْسِ۔ کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو بدلت کے گھر میں جاتا رہا۔ تفسیر عیاشی میں

تیسویں مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ
 علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ حضرت علیؑ کا فرمان ہے اِنَّا كَلَامُ اللَّهِ النَّاطِقُ يَعْنِي فِي اللَّهِ كَلَامٌ نَّاطِقٌ هُوَ۔ ارشاد خداوندی ہے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ فَاِمْنُوهَا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورُ الَّذِي اَنْزَلْنَا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت مجیدہ میں نور سے مراد ولایت علیؑ بن ابیطالبؑ ہے۔ محمد بن جریر طبری، چنانچہ اطلاقات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیے۔ جن میں ولایت کو نعمت کہا گیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لِيَوْمَ مَدِّ عَن النَّعِيمِ۔ حافظ ابو نعیم نے لکھا ہے کہ یہاں نعیم سے مراد ولایت امیر المومنینؑ ہے اور سجاد الانوار جلد ۷ میں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا نَحْنُ النَّعِيمُ۔ یعنی وہ نعمتیں ہم ہیں۔

۲، يَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللَّهِ ثُمَّ يُكْفُرُ بِهَا۔ یعنی لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر ان کا انکار کرتے ہیں۔ سجاد الانوار جلد ۷ میں ہے کہ نعمت سے مراد ائمہ ہیں حضرت رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا۔ خدا نے میرے بھائی علیؑ کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور بروایت ابن عباس حضورؐ سے مروی ہے۔ لَوْ اَنَّ الْاِنْيَاصَ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ مَدَادٌ وَّ اِلْحُوتُ حِسَابٌ وَّ اِلَّا نْصُ كُتَّابٌ مَا اَحْصَا فَضَائِلَ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ عَلِيهِ السَّلَامُ۔ یعنی اگر تمام درخت قلمیں ہوں۔ سمندر سیاحی ہوں جن حساب کرنے والے ہوں اور انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل کا احاطہ نہ کر سکیں گے۔ (مناقب خوارزمی)

والپس تشریف لائے۔ (خصائص) اسے کس طرح اس شہزادے نے روضہ رسول کو ہمیشہ کے لئے وداع کیا ہوگا۔ جب مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو مسلمان جنوں کی فوجیں حاضر ہوئیں اور عرض کی اسے آقا، ہم آپ کے شیعہ ہیں آپ ہمیں حکم دیں تاکہ آپ کے تمام دشمنوں کو ختم کر دیں اور آپ کو اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی ضرورت بھی نہ ہو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو چار جواب دیئے، ۱۔ کہ کیا تم نے کتاب خدا نہیں پڑھی۔ کہ تم اگرچہ پختہ مکانات میں بھی ہو گے اور جہاں بھی ہو گے تمہیں موت پا لے گی اور نیز فرمایا کہ جن لوگوں پر قتل ہونا حتمی ہے وہ ضرور اپنی خواب گاہوں کی طرف جائیں گے۔ ۲۔ اگر میں یہاں ٹھہر جاؤں تو اس مخلوق کا امتحان کیسے ہوگا؟ ۳۔ اگر میں نہ جاؤں تو کربلا میں میری قبر کا ساکن کون ہوگا جو روح الارض کے دن سے میرے لئے مخصوص ہے اور ہمارے شیعہوں کے لئے جائے پناہ اور دنیا و آخرت میں ان کے لئے دارالامان ہوگا؟ ۴۔ ہاں عاشور کے دن آنا جس کے آخر میں میں قتل کیا جاؤں گا لہذا اس وقت میرے اہل بیت اور برادری سے کوئی بھی نہ بچے گا اور میرا سر زید بن معاویہ کی طرف بھیجا جائے گا۔ اس وقت جنوں نے عرض کی اے آقا! اے حبیب خدا اور حبیب خدا کے فرزند اگر آپ کے امر کی اطاعت واجب نہ ہوتی تو ہم آپ کے سب دشمنوں کو تباہ کر دیتے اور آپ کو ذرہ بھر تکلیف نہ ہوتی تو امام نے فرمایا خدا کی قسم ان کے ہلاک کرنے پریتم سے زیادہ قادر ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ امتحان تمام ہو اور جو شخص ابدی زندگی چاہے تو سوچ سمجھ کر اور جو ہلاک ہو وہ بھی جان بوجھ کر۔

آپ مکہ میں پہنچے اور یہ وہ مقام ہے جس کے متعلق ارشاد ہے۔ مَن دَخَلَ کَانَ احْسَنَ اِحْرَامٍ ج کو عمرہ مفروضہ سے تبدیل فرمایا اور مکہ امن کی بجائے مقام خوف بن گیا۔ صواعق میں ہے کہ جب محمد بن حنفیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو

حضرت امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ نعت خدا ہم ہیں۔ تفسیر درمنثور سورہ ابراہیم میں ابن ابی الحاتم سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے دعا مانگی اے اللہ میرے ظلم اور کفر کو معاف کر دے تو سائل نے دریافت کیا یہ کون سا ظلم اور کفر ہے جس کی معافی چاہتے ہو تو حضرت عمر نے جواب دیا۔ خدا جو فرماتا ہے۔ اِنَّ اِلٰهَنَا لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔

مقداد بن اسود کندی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب امام حسن و امام حسین کی تلاش میں نیکے میں ساتھ تھا دیکھا کہ ایک بڑا دروازہ سامنے بیٹھا تھا جب اس نے حضور کی آواز کو محسوس کیا تو سیدھا ہو گیا میں نے دیکھا کہ وہ بہت موٹا اور قد میں کھجور سے بھی بلند تھا اور اس کے منہ سے آگ نکلی رہی تھی۔ پس حضور کو دیکھتے ہی تا گئے کی طرح باریک ہو گیا۔ حضور نے مجھے خطا کر کے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے اس نے مجھے کیا کہا ہے تو میں نے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا۔ یہ اثر دہا اللہ کا شکر کر رہا ہے کہ اس نے مجھے اس وقت تک موت نہیں دی جب تک کہ مجھے اولاد نبی کا گہبان نہیں بنایا پس وہ اثر دہا زمین میں غائب ہو گیا میں نے ایک درخت کو دیکھا جو نہ اس وقت سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا ہے وہ درخت ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ پس رسالت مآب بیٹھ گئے حُسن کا سراپنے دایں نافہ پر رکھا اور حسین کا سر اٹھا کر اپنے بائیں زانو پر رکھا پھر جھک کر حسین کے منہ میں اپنی زبان مبارک داخل کی تو حسین ایک مرتبہ بیدار ہو کر پھر سو گئے۔ اسی طرح حُسن ایک مرتبہ بیدار ہو کر سو گئے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ مومنین کے دلوں میں حسین کی معرفت موجود ہوتی ہے تو بھی اللہ سے اسی کا سوال کر۔ پھر جب شہزادے بیدار ہوئے تو حضور نے ان کو اپنے کندھوں پر سوار کیا۔ اور

جواب دیا کہ واقعی لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں نبی امیہ کے ساتھ ہیں آپ نے فرمایا اس اسدی نے سچ کہا ہے اور اللہ وہی کرے گا جو چاہے گا۔

فردوق شاعر کہتا ہے کہ سلمہ میں میں اپنی ماں کو حج کرانے کے لئے جا رہا تھا جب حرم میں داخل ہوا تو امام حسینؑ بمعہ اپنے قافلہ کے مکہ سے آرہے تھے میں نے کسی سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت حسینؑ ہیں تو میں نے جا کر سلام کیا اور عرض کی میرا باپ آپ پر قربان ہو کیوں جلدی کر رہے ہیں اور حج بھی ادا نہیں کی تو فرمایا اگر میں جلدی نہ کروں تو گرفتار ہو جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے تو میں نے جواب دیا کہ ایک عربی ہوں۔ پس اس کے علاوہ آپ نے اور کچھ نہ پوچھا صرف یہ کہا کہ لوگوں کے حالات کیا ہیں تو میں نے عرض کی دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں نبی امیہ کے ساتھ ہیں۔ میں نے مسائل حج دریافت کئے اور آپ نے وہ سمجھائے پھر آگے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں حضرت مسلم ہانی اور عبد اللہ بن یقطر کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا حضرت مسلم خدا کی رضا کی طرف منتقل ہو گئے اور جو ان پر فرض تھا انہوں نے ادا کر دیا ہے اور جو ہم پر ہے وہ باقی ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور فرمایا تم میں سے جو شخص جانا چاہے میری طرف سے اجازت ہے پھر اس وقت بہت سے لوگ ساتھ چھڑ کر چلے گئے اور وہی بچے جو خالص تھے۔ آپ نے یہ اشعار زبان پاک پر جاری فرمائے

فَإِنْ تَكُنِ الدُّنْيَا لَقَدْ لَفِثَتْهُ
فَدَارُ ثَوَابِ اللَّهِ أَعْلَى وَابْتُلِ
وَإِنْ تَكُنِ الْأَبَدُ أَنْ لَمَعَتِ الْكِبَارَاتُ
فَقَتَّلُوا أَمْرًا بِالْيَتَغَفَّرُ فِي اللَّهِ أَفْضَلُ

اگرچہ دنیا نفیس چیز شمار ہوتی ہے
لیکن اللہ کا بدلے کا گہرا علی اور زیادہ قیمتی ہے
اور اگر بدن موت کے لئے ہی پیدا کئے گئے
ہیں تو انسان کا اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہونا افضل

آپ کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا تھا آپ وضو فرما رہے تھے آپ اس قدر روئے کہ برتن آنسو سے پُر ہو گیا۔ لہو ف میں ہے آپ نے سحر کے وقت وہاں سے کوچ فرمایا تو محمد بن حنفیہ حاضر ہوئے آپ کی سواری کی مہارت تمام کر عرض کی۔ آقا۔ پھر اس قدر تعجیل کیوں فرما رہے ہیں۔ تو فرمایا مجھے ڈر پیدا ہوا ہے کہ یزید بن معاویہ دھوکے سے مجھے یہاں قتل نہ کر دے۔ مبادا میری وجہ سے بیت اللہ کی حرمت ختم ہو جائے۔ نیز تمہارے جانے کے بعد جناب رسالت مآبؐ کی مجھے زیارت ہوئی اور انہوں نے مجھے جانے کا حکم دیا ہے کیونکہ خدا نے میرے لئے شرف شہادت وہاں مقرر فرمایا ہے تو محمد بن حنفیہ نے عرض کی پھر ایسی حالت میں آپ پردہ داروں کو کیوں ساتھ لے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ مجھے نانا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان کے قید ہونے میں مصلحت خداوندی ہے اور نیز وہ بھی مجھ سے جدائی کو پسند نہیں کرتیں جب تک میں زندہ ہوں۔ پس محمد بن حنفیہ رو رو کر نہایت کبیدہ خاطر رخصت ہوئے۔ بہر کیف امام نے ۸ یا ۹ ذوالحجہ کو وہاں سے روانگی فرمائی اور جانے سے پہلے ایک مختصر سا خطبہ پڑھا جس کے آخر میں فرمایا کہ جو شخص ہمارے اپنے خون کی قربانی دے سکے اور اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہو تو وہ بے شک ہمارے ساتھ جاسکتا ہے ہم سویرے جا رہے ہیں اس خطبہ میں آپ نے اپنی شجاعت ثبات قدمی اور تسلیم امر خدا کا اظہار فرمایا۔ نیز آپ نے غیب کی خبر دی جو بالکل حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور امر بالمعروف کا فریضہ بھی ادا فرمایا اور ان سب واقعات پر صبر و ثبات اور عزم و استقلال کا مظاہرہ بھی فرمایا۔

پس آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور نہایت تیزی سے سفر کیا اور متواتر چلتے رہے یہاں تک کہ منزل ذات عرق پر نزول اجلال فرمایا۔ تو بشر بن غالب کو فوف سے آتے ہوئے ملا آپ نے اس سے کوفہ کے حالات دریافت کئے تو اس نے

چوبیسویں مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ
سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ اور انہی سچوں کے ذریعے سے خدا کی رضا اور جنت کا پروانہ حاصل ہو سکتا ہے۔

خداوند کریم نے لوگوں کی قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جانیں بیچ دیا کرتے ہیں اور ایک مقام پر ارشاد ہے اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس و مال خرید لئے۔ اور بد لہ میں ان کو جنت دی۔ خرید و فروخت کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں (۱) بیچنے والا (۲) خریدنے والا (۳) جو چیز بیچی جائے (۴) قیمت۔

یہاں بیچنے والا انسان، خریدنے والا اللہ جو چیز بیچی گئی وہ ہے جان اور مال اور قیمت ہے رضائے خدا اور جنت۔ اور خدا تعریف کرتا ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کے ساتھ یہ سود اکیا۔

غایتہ المرام میں موفق بن احمد نے باسناد جناب رسالت مآب سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو تم نور کی سوار پر سوار ہو گے اور سوار پر نورانی تلج ہوگا جس سے اہل محشر کی آنکھیں خیرگی کریں گی۔ پس اللہ کی جانب سے ندا آئے گی کہ کہاں ہے محمدؐ کا خلیفہ قرم جو اب دو گے کہ میں حاضر ہوں تو ارشاد ہوگا کہ اپنے محب کو جنت میں داخل کرو اور اپنے دشمن کو جہنم بھیج دو کیونکہ تم ہی جنت و دوزخ کے قسیم ہو۔

اسی لئے حضرت علیؑ فرماتے تھے انا قسیم النار والجنة۔ نیز حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ بروز قیامت حوض پر تشریف فرما ہوں گے اور جنت

وَأَنْ تَكُنِ الْأَذْنَاقُ قِسْمًا مُّقَدَّرًا
فَقَلَّتْ حِرْصُ الْمَرْءِ فِي السَّعْيِ الْجَدِّ
وَأَنْ تَكُنِ الْأَمْوَالُ لِلتَّرِكَ جَمْعُهَا
فَمَا بَالُ مَثْرُوقٍ بِهِ الْمَرْءُ يَتَجَلَّ
نخل کرنے کا کیا مطلب ہے؟

حسینؑ کیا کہنا آپ کے استقلال کا۔ جب روز عاشورا اصحاب و اقرباء کی شہادت کے بعد خود میدان میں تشریف لے گئے اور گھوڑے سے گرے۔ بَقِيَ الْحُسَيْنُ مَكْبُوبًا عَلَى الْأَرْضِ مُلَاحًا بَدَمِهِ ثَلَاثَ سَاعَاتٍ۔ اپنے خون میں غلطان تین گھنٹے دھوپ میں منہ کے بل زمین پر رہے۔ سَرَّامِقًا لَطَفَ إِلَى السَّمَاءِ أَمَّا هَآءِ السَّمَاءِ کی طرف تھی اور عرض کر رہے تھے اے اللہ میں تیری قضا پر صابر ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور فرما رہے تھے۔

تَوَكَّلْتُ الْخَلْقَ كُلًّا فِي هَذَا كَأَنَّ
وَأَيُّ شَيْءٍ أَلْعِيَالُ كَأَنَّ أَمْرًا كَأَنَّ
فَلَمَّا قَطَعْتَ بَيْنِي بِالْحُبِّ إِشْرَابًا
لِمَا حَقَّ الْفَوَادُ إِلَى مِسْوَاكَ
میں نے تیری محبت میں تمام مخلوق کو چھوڑ دیا اور تیری ملاقات کیلئے اپنے سچوں کی بیٹی کا بار اٹھایا ہے اگر تیری محبت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں تب بھی دل تیرے غیر کی طرف نہ جھکے گا۔

بے شک حسینؑ! تو نے صبر کا وہ مظاہرہ فرمایا۔ لَقَدْ عَجَبْتُ مِنْ صَبْرِكَ مَلَائِكَةُ السَّمَوَاتِ۔ تحقیق تیرے صبر کو دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی محو حیرت ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام کے آخری وقت کو دیکھ کر ملائکہ نے روتے ہوئے بارگاہ پروردگار میں فریاد کی کہ یہ حسینؑ تیرا برگزیدہ اور تیرے برگزیدہ ولی اور نبی کا فرزند ہے تو خدا نے حضرت قائم آل محمدؑ کی نورانی تصویر کو ان کے سامنے کیا اور فرمایا میں اس کے ذریعے سے اس کے قاتلوں کو انتقام لوں گا۔ (دامی طوسی) اِنَّا لَنَعْلَمُ۔

کہ سارا لشکر اوپر سے گذر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے بندہ خدا تو نے علیؑ کے کی طرف نگاہ کی۔ ذرا علیؑ کے پاؤں کی طرف تو دیکھو۔ جب اس نے دیکھا تو حضرت علیؑ کے پاؤں زمین پر نہیں تھے۔ تو حد سے زیادہ محو حیرت ہو کر عرض کی۔ حضورؐ! علیؑ کے قدم تو ہوا میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہوا میں نہیں ہیں بلکہ پر جبریلؑ پر ہیں۔

حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ میں نے قلعہ خیبر کو قوتِ جہانی سے نہیں اکھیرا بلکہ قوتِ الہیہ سے اس کو اکھیرا ہے۔

عبداللہ بن خالد کہتا ہے۔ ایک مرتبہ میں حضرت کے ہمراہ تھا کہ آپ کو فد سے دو فرسخ کے فاصلہ پر مقام نخله سے گذرے وہاں سے سچاس یہودی نکلے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ علی بن ابی طالب ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پتھر ہے۔ جس پر چھ نبیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ہم نے اسے ہر چند تلاش کیا ہے لیکن وہ دستیاب نہیں ہو سکا اگر آپ واقعی امام ہیں تو وہ پتھر تلاش کر دیجئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے آنے کی دعوت دی، جنگل میں پہنچ کر ایک بڑے بلند ریگ کے ٹیلے کے پاس کھڑے ہو گئے اور ہو اکو حکم دیا کہ خدا کے اسم اعظم کے صدقہ میں پتھر سے ریگ کو دور کر دے۔ چنانچہ ایک ہی گھنٹہ میں ہوا نے ریت کو اڑا کر پتھر کو ظاہر کر دیا۔ پس آپ نے فرمایا یہ وہی پتھر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس پر نبیوں کے نام کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کو الٹا تو سہی۔ پس کافی آدمیوں نے کوشش کی لیکن ناکام ہو گئے۔ پس آپ نے ان کو ہٹا کر ایک ہاتھ پتھر کی طرف بڑھایا اور اس کو الٹا کر دیا۔ پس اس پر چھ صاحبانِ شریعت پیغمبروں کے نام تحریر تھے۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ

میں کوئی نہ جاسکے گا مگر وہ جس کے ہاتھ میں حضرت علیؑ کا ٹکٹ ہو (الروضۃ الندیہ)
(قول مولف) (چونکہ آیت مجیدہ میں خرید و فروخت کی لفظیں ہمارے سمجھانے کے لئے ہیں مقصد یہ ہے کہ جس طرح زر خرید غلام اپنے وجود کا خود مالک نہیں ہوتا بلکہ اس کا آقا اس کا مالک ہوتا ہے اسی طرح میرے بعض بندے میری رضا کے لئے اپنے نفس کو میرے حوالے کر دیتے ہیں یا جنت کی خاطر اپنے جان و مال و نفس اللہ کو دے دیتے ہیں یعنی وہ اپنے تمام تصرفات میں اللہ کے تابع فرمان ہوتے ہیں۔ اور بغیر اللہ کی مرضی کے ان کا کوئی عضو حرکت نہیں کرتا۔)

پس علیؑ کا تمام وجود اللہ کا ہے اس کا نفس۔ نفس اللہ۔ ہاتھ اللہ۔ آنکھیں اللہ۔ چہرہ وجہ اللہ۔ زبان لسان اللہ۔ پہلو و جنب اللہ یعنی علیؑ کے اعضاء سے وہی کچھ ہو گا جو اللہ کی منشا ہوگی۔ اور علیؑ ہر فعل میں منظر ذاتِ خدا ہے۔ چنانچہ علیؑ کے ہاتھ قدرتِ خدا کے منظر بنتے رہے۔ آئیے یہ اللہ کے آثار ملاحظہ فرمائیے۔

جب خیبر کے قلعہ قنوص کے دروازہ کو جنبش دی تو پورا قلعہ ہتھکڑیا گیا حتیٰ کہ جنابِ صفیہؓ تخت سے گر پڑیں۔ پھر دروازہ کو بائیں ہاتھ کے ساتھ اکھیر کر پھینکا جس کو چالیس جوان نہ اٹھا سکتے تھے۔ اس دروازہ کا کنڈا وغیرہ نہ تھا جس کو پکڑا ہو بلکہ ہاتھ کی انگلیاں اس میں در آئیں اور پکڑ کر اپنی پشت کے پیچھے پھینکا کہ چالیس گز دور جا پڑا یہ دروازہ ۱۸ گز لمبا تھا۔ اور دروازہ کے سامنے جو خندق کھدی ہوئی تھی اس کی چوڑائی ۲۰ گز تھی۔ پس دروازہ کو اٹھا کر خندق کے اوپر رکھا۔ اس کا ایک کنارہ خندق کے کنارے سے مل گیا اور دوسرے کنارے کو نیچے اتر کر اپنے ہاتھ پر اٹھائے رکھا حتیٰ کہ فرجِ اسلام کے ۸ ہزار ۷ سو آدمی اوپر سے گذر گئے اور گھوڑے بھی گذرے کسی صحابی نے عرض کی ہمیں حیرانی ہے کہ کس طرح علیؑ نے اس دروازہ کو اکھیرا اور اٹھایا پھر پھینک دیا اور زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ نیچے اتر کر ایک ہاتھ پڑھایا

لوگوں کے جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ کسی کا ایمان زیادہ ہوا اور کسی کے کفر میں زیادتی ہوئی۔ عمار کہتا ہے جب بادل نے پرواز کی تو تھوڑے وقت میں ہم ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ جس کے ارد گرد نہریں اور باغات تھے لوگوں کی زبان عربی کے علاوہ کوئی اور تھی وہ فوراً جمع ہو گئے تو آپ نے ان میں انہی کی زبان میں تقریر فرمائی۔ پھر ہم واپس آگئے تو مجھے آپ نے فرمایا اے عمار تجھے پتہ ہے وہ کون سا شہر تھا تو میں نے جواب دیا کہ اللہ رسول اور ولی ہی اس کو جانیں مجھے کیا معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ملک چین کا ساواں جزیرہ تھا جس میں ہم پہنچے تھے کیونکہ جناب رسول خدا تمام لوگوں کے رسول تھے یہ سن کر لوگوں نے عرض کی جب آپ کے پاس اتنی طاقت ہے تو معاویہ سے لڑنے کے لئے آپ فوجیں جمع کیوں کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ لوگ اپنے جہاد کے فریضہ کو ادا کریں اور اپنے عہد کی وفا کریں۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اپنے اس مختصر مہلک کو اس لمبی چوڑی زمین میں بڑھا کر معاویہ کے سینے پر گھونسے لگاؤں اور اسی کی ڈاڑھی یا مونچھوں کے بال پورچ لوں۔ پس آپ نے ہاتھ بڑھایا اور واپس کیا تو اس میں بال تھے لوگوں نے تعجب کیا پھر اطلاع پہنچی کہ اسی دن معاویہ اپنے تخت سے گرا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا جب ہوش میں آیا تو اسے ڈاڑھی یا مونچھوں کے بالوں میں کمی محسوس ہوئی۔ (متحدکہ)

ایک دفعہ آپ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے تو بعض صحابہ نے عرض کی کہ اس دنیا پر تعجب ہے کہ لوگوں کے ماتھوں میں جمع ہوتی ہے اور آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم دنیا کو چاہیں تو وہ ہمارے پاس نہیں آسکتی۔ فوراً مسجد کے سنگریزے مٹھی میں بندھے اور کھولا تو وہ ہش ہوا جو اہر تھے فرمایا یہ کیا ہے؟ ہم نے دیکھا تو وہ قیمتی جواہر تھے۔ آپ نے فرمایا

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس یہودیوں نے کلمہ توحید و رسالت و ولایت زبان پر جاری کر لیا اور مومن ہو گئے۔ (دمعہ ساکبہ)

میشم ثمار سے مروی ہے کہ میں حضرت امیر کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپ احکام بیان فرما رہے تھے۔ جب آپ کا بیان ختم ہوا تو ایک فوجوان اٹھا۔ اور اس نے ایک خط حضرت کے سامنے رکھ کر امیر شام کی تشریف کے چند کلمات کہے۔ حضرت امیر نے عمار کو حکم دیا کہ سوار ہو کر قبائل کوفہ میں اعلان کرو کہ جس نے حق و باطل اور حرام و حلال میں فرق دیکھا ہو فوراً پہنچ جائے پس اعلان ہوتے ہی لوگ فوراً جمع ہو گئے کہ مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی عالم اربع اور بطل انزع منبر پر تشریف لائے اور فتح کیا تو لوگوں پر خاموشی چھا گئی۔ آپ نے فرمایا وہ امام، امام نہیں جس کی دعایا برکت سے مردہ زندہ نہ ہو۔ اور آسمان سے بارش نہ برے یا اس قسم کے معجزات نہ ظاہر کر سکے جن کے اظہار سے دوسرے لوگ عاجز ہوں اور تم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یقین ہے کہ میں آیت باقیہ کلمہ تائید اور حجت بالغہ ہوں۔ معاویہ نے میری طرف ایک بد زبان بے لگام جاہل عرب کو بھیجا ہے اور تم جانتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو اس کی ہڈیاں پس ڈالوں اور اس کے پیچھے سے زمین کو کھینچ لوں یا یہ کہ اسے زمین نکل جائے۔ لیکن جاہل کی باتوں کا برداشت کرنا صدقہ ہے پھر آپ نے خدا کی حمد و ثناء کی اور حضرت رسالت مآب پر درود بھیجا اور فضا میں اپنا ہاتھ بڑھایا تو ایک بادل حاضر ہوا اور اس نے اہل اسلام کیا۔

آپ عمار کے ہمراہ اس پر سوار ہو کر آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے اور لوگوں نے دیکھا تو آپ دکتہ القضاء پر تشریف فرما تھے اور عمار سامنے تھا۔ پھر آپ نے خطبہ شمشقیہ پڑھا۔ مسجد میں بیٹھے

باقی سب وہاں مارے جائیں گے۔ جب مدینہ سے روانگی کے وقت جناب ام سلمہ نے عرض کی اسے فرزند آپ کا عراق کو جانا میرے لئے باعث غم و غلظت ہے کیونکہ میں آپ کے نانا کی زبانی سن چکی ہوں کہ میرا فرزند زمین عراق میں بھگت کر بلا شہید ہوگا۔ آپ نے فرمایا اسے مادر گرامی۔ بے شک میں وہاں شہید ہوگا اور میں جانتا ہوں جس دن شہید ہوں گا اور جو مجھے قتل کرے گا اور جس جگہ میں دفن ہوں گا۔ اور میری اہل بیت میں سے رشتہ داروں اور میرے شیعوں میں سے جو جو لوگ شہید ہوں گے سب کچھ جانتا ہوں اور اگر تو چاہے تو بتھے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قتل گاہ بھی دکھا سکتا ہوں۔ تو ام سلمہ کی خواہش پر آپ نے اس کو اپنی قتل گاہ مقام دفن۔ خیمہ گاہ۔ لشکر گاہ اور اپنے صحابہ کا دفن سب کچھ دکھایا اور پھر اس جگہ کی مٹی اٹھا کر دی اور فرمایا کہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میں شہید ہو گیا ہوں۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ دسویں محرم کی عصر کو میں نے ام سلمہ کے گھر میں رہنے کی آواز سنی تو اپنے غلام کو کہا کہ میرا عصا پکڑا کر مجھے ام سلمہ کے گھر لے جا۔ مجھے اپنے غلام نے کہا کہ ام سلمہ کے سامنے ایک خون کی شیشی ہے اسے دیکھ کر رو رہی ہے میں نے پوچھا اے ام المؤمنین کیا ماجرا ہے تو اس نے گریہ کی آواز بلند کرتے ہوئے کہا اے عبدالمطلب کی شہنشاہی! او اور مصروف گریہ ہو جاؤ کہ حسینؑ کو بلا میں شہید کر دیئے گئے ہیں۔

(صواعق محرقة ص ۱۸ تاریخ الخلفاء)

نیز ام سلمہ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے خواب میں جناب رسالت ﷺ کو دیکھا ہے جسم گرد آلود سر اور ڈاڑھی بھٹاک تھی میں نے ماجر پوچھا تو فرمایا میرے فرزند کو لوگوں نے شہید کر ڈالا ہے اور میں وہاں سے آ رہا ہوں۔

اگر ہم چاہیں تو دنیا ہماری ہے لیکن ہم نہیں چاہتے۔ پس ہاتھ سے پھینک دیئے تو وہ دیئے کے دیئے سنگریزے بن گئے۔ (دمعہ ساکبہ)

جب جناب فضہ کو خاتون جنت کی کنیزی کا شرف حاصل ہوا تو دیکھا کہ اس گھر میں ایک تلوار ایک زہرہ اور ایک چکی کے علاوہ اور کچھ اثاثہ نہیں ہے یہ چونکہ بادشاہ ہند کی لڑکی تھی اس کے پاس اکسیر کا ذخیرہ موجود تھا تو اس نے پتیل کا ٹکڑا لے کر اس پر دوا ڈالی۔ تو وہ سونا بن گیا اتنے میں حضرت امیر تشریف لائے تو فرمایا اسے فضہ تو نے خوب کاریگری کی ہے لیکن اس میں ایک کمی رہ گئی ہے اگر تو فلاں طریقہ اختیار کرتی تو اس سے بھی اعلیٰ سونا بنتا۔ فضہ نے عرض کی اے آقا و مولا! آپ بھی یہ علم جانتے ہیں تو اپنے اپنے تخت جگر حسینؑ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا کہ اس کو تو یہ ہمارا بچہ بھی جانتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اسے فضہ ہم اس سے بھی بہت زیادہ جانتے ہیں۔ پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ فضہ نے دیکھا تو سونے کے ڈھیر اور زمین کے خزانے چلتے ہوئے نظر آئے آپ نے فرمایا اپنے سونے کو ان میں ملا دے چناں چہ فضہ نے تعمیل کی اور وہ چل دیئے۔ (دمعہ ساکبہ)

ہاں بے شک طاقت و قدرت کے ہوتے ہوئے صبر و رضا کا مظاہرہ خاصان خدا کی شان ہے ناسخ میں ہے جب امام حسینؑ کو اطلاع ملی کہ کوفہ والوں کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں تو آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے اور بہت بڑی تعداد میں ملائکہ اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔ پس آپ نے فرمایا اگر جطاجرنہ ہوتا تو میں دشمنوں کے ساتھ ان فوجوں کو ساتھ لے کر جہاد کرتا لیکن میں جانتا ہوں کہ وہاں میری اور میرے اصحاب کی قتل گاہ ہے اور میرے فرزند علی زین العابدینؑ کے علاوہ

اور نازرین کو خوشخبری دیتے ہیں کہ تمہارے پہلے گناہ معاف ہو گئے اب آئندہ کے لئے نیک اعمال کرنا۔

۴۱، آپ کے نازرین فرشتے جو ہر روز کربلا میں آتے ہیں اور گریہ کرتے ہیں پھر دوسرے دن نئے آتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۴۲، حضرت پرورد و بھیجنے والے فرشتے جن کی تعداد ایک لاکھ ہے۔

۴۳، نواروں کے لئے دعا بخشش کرنے والے۔

۴۴، واپس جانے والے فرشتوں کی استقبال کرنے والے۔

۴۵، نازرین حسین پرورد و بھیجنے والے۔

۴۶، جو حسین پرورد دراز سے سلام بھیجے تو ان لوگوں کا سلام پہنچانے والے اور یہ ڈیوٹی فطرس کے سپرد ہے۔

۴۷، نواروں کے چہرے پر نورانی نشان قائم کرنے والے۔

۴۸، امام حسین کے عبادتوں کے آنسوؤں کو محفوظ کرنے والے۔

۴۹، زمان رجعت میں حسین کی نصرت کی انتظار کرنے والے۔

۵۰، جناب رسالت مآب کی طرف سے سلام لانے والے۔

۵۱، امام حسین کی قبر کے پاس نماز پڑھنے والے جن کی ایک نماز ہزار غز کے برابر ہے اور ان کا ثواب امام پاک کے نازروں کے لئے ہوگا۔

۵۲، امام حسین کے نواروں کو گھر تک لے آنے والے جو ہمیشہ ان کے گھر کے دروازے پر موعود عبادت رہتے ہیں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے قیامت تک امام پاک کی زیارت کرتے رہیں گے۔

۵۳، نوار کی قبر پر قیامت اس کے لئے استغفار کرنے والے۔

۵۴، امام مظلوم کے حرم میں رہ کر عبادت کرنے والے۔

اسی طرح مدینہ سے خروج کے موقع پر ملائکہ کی فوجیں پہنچیں جن کے ہاتھ میں حربے تھے سلام کہہ کر عرض گزار ہوئے کہ ہم نے آپ کے نانا کی کئی مقامات پر نصرت کی ہے اب آپ کی مدد کے لئے حاضر ہیں تو آپ نے فرمایا میں نے کربلا میں دفن ہونا ہے جب اس زمین میں پہنچوں تو آجانا انہوں نے عرض کی اے حجت خدا ہم بحکم خدا آپ کے فرمانبردار ہیں اگر راستہ میں دشمن کا خوف ہو تو ہم آپ کے ہمراہ چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے مقام دفن تک پہنچنے سے قبل کسی کی مجال نہیں کہ مجھے کوئی گزند پہنچا سکے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار ہزار فرشتے تعدادند کریم سے حکم لے کر اترے تھے جب کربلا کی زمین میں وارد ہوئے تو حسین شہید ہو چکے تھے۔ پس وہ قبر حسین کے پاس قیامت تک مشغول گریہ رہیں گے جن کے رئیس کا نام منصور ہے۔ ابوبصیر کی روایت میں ہے کہ وہ فرشتے حسین کے نازرین کا استقبال کرتے ہیں اگر کوئی بیمار ہو جائے تو باز پرس کرتے ہیں اور اگر کوئی مر جائے تو اس کے جنازہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت سید الشہداء سے تعلق رکھنے والے فرشتوں کی کئی قسمیں ہیں۔

۱، ایک وہ تھے جو جھولا جھلاتے تھے جنت سے میوے لباس لاتے تھے۔ اور لباس کو رنگ کرتے تھے۔

۲، وہ جنہوں نے مدینہ بلکہ مکہ سے روانگی کے وقت اپنی نصرت کی پیش کش کی۔ اسی طرح کربلا میں بھی حاضر ہوئے جب کہ حسین تنہا تھے اور رفوف نصرت آپ کے سر کے اوپر گویا ہوئی کہ آپ کو مدد کی ضرورت ہے یا ملاقات خدا کی؟ تو آپ نے خدا کی ملاقات کو ترجیح دی۔

۳، وہ جو قبر حسین پر شب و روز روتے ہیں۔ نازرین کا استقبال کرتے ہیں۔

بیمار نواروں کی تیمارداری کرتے ہیں اور مرنے والوں کے جنازہ میں حاضر ہوتے ہیں

پچیسویں مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں مہاجرین و انصار کا مجمع تھا۔ حضرت رسالت مآبؐ پر جبریلؑ کا نزول ہوا اور خداوند کریمؐ کی جانب سے تحفہ درود سلام پہنچایا اور علیؑ کو اپنے سامنے بلانے کا حکم سنایا اس کے بعد جبریلؑ ایک طبق لایا اور دونوں کے درمیان رکھ دیا جب کھانچکے تو ایک طشت اور ایک ابریق لایا کہ علیؑ کے ہاتھ دھلاؤ جب حضورؐ ہاتھ دھلانے لگے تو حضرت علیؑ نے عرض کی آقا یہ میرا حق ہے کہ میں آپؐ کے ہاتھ دھلاؤں تو آپؐ نے فرمایا مجھے خدا کا حکم ہے کہ ایسا کروں لیکن جب دیکھا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی طشت میں نہیں گرتا تھا تو دریافت کیا کہ حضورؐ یہ پانی کہاں جا رہا ہے تو حضورؐ نے فرمایا یا علیؑ! فرشتے ایک دوسرے سے سبقت کر کے لے جا رہے ہیں تاکہ اس سے برکت حاصل کر کے اپنے اعضاء دھویں۔ (ومعہ ساکبہ)

ہاں ایسا کیوں نہ ہو علیؑ انفس رسولؐ ہے اور آیت مباہلہ اس پر شاہد ہے کافی میں حسن بن سعید سے مروی ہے کہ ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حمل کے زمانہ میں اگر باپ نیت کرے کہ میں بچے کا نام محمد رکھوں گا لیکن جب بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا نام علیؑ رکھے آیا اس میں کوئی حرج ہے تو آپؑ نے فرمایا علیؑ محمدؑ ہے اور محمدؑ علیؑ ہے۔ اسی بناء پر تو فرمان معصوم ہے کہ ہمارا اول آخر اوسط بلکہ سب کے سب محمدؑ ہیں۔

جب جنگ احد میں لوگ چھوڑ گئے اور رسولؐ کے بلانے پر بھی کسی نے توجہ نہ کی تو حضرت علیؑ اور ابو جہانہ انصاریؓ سچ گئے۔ آپؑ نے ابو جہانہ سے فرمایا

۱۸، امام مظلومؑ کی شہادت کے وقت سے لے کر تقیامت سوگ منانے والے
۱۹، امام مظلومؑ کے قتل گاہ سے خاکِ شفا آسمان پر لے جانے والے۔
۲۰، امام مظلومؑ کی تجہیز و تکفین کے لئے اترنے والے۔ (لمحض از خصائص)
آئیے ہمارا سلام پہنچانے والا فطرس فرشتہ موجود ہے ہم کیوں نہ سلام بھیجیں
کیونکہ اہل بیتؑ کے دل بہت غمگین ہیں۔ جناب ام کلثومؑ نے صحرا میں پہنچ کر
عرض کی تھی۔ بھائی جان اس صحرا سے میرا دل بہت کڑتا ہے آپؑ نے زمین کر بلا
میں پہنچ کر سچے گھوڑے تبدیل کئے۔ (کیونکہ گھوڑے کا قدم آگے نہ بڑھتا تھا۔)

بنی مخزوم میں سے ایک نوجوان نے حضرت امیر سے عرض کی کہ میرا بھائی مرگا ہے جس سے میرا دل بہت غمزدہ ہے تو آپ رسالت مآبؐ کی چادر زیب و دوش فرما کر قبر رسولؐ پر پہنچے چند کلمات پڑھ کر ٹھوکر ماری وہ قبر سے نکلا تو اس کی زبان عربی سے بگڑ چکی تھی آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کی آقا میں فلاں فلاں کی سنت پر ہو کر مرا ہوں اس لئے میری زبان بدل گئی ہے۔ (دکافی)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ایک عورت کے پاس سے گذرے جو زار و قطار رو رہی تھی آپ نے وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی میری لگائے مر گئی ہے جس پر میرا اور میرے بال بچوں کا گذارا تھا۔ پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کئے پھر زبان سے دعا مانگی اور گائے کو آواز دی پھر پاؤں سے ٹھوکر ماری تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عورت نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگی مجھے کعبہ کے پروردگار کی قسم یہ تو عیسیٰ بن مریم ہے۔ پس آپ وہاں سے چلے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت رسالت مآبؐ اپنی دختر نیک اختر بتول مغنہ کے پاس گھر پر تشریف لائے۔ اور فرمایا بیٹی! آج میں تمہارا مہمان ہوں۔ تو شہزادی نے عرض کی باباجان آج تو حسین شریفین کے کھانے کا انتظام ہمارے پاس نہیں ہے پس جب بیٹھ گئے تو فرمایا مجھے وحی ہوئی ہے کہ جنت کے پھلوں میں سے جس پھل کی ضرورت ہو حاضر کیا جائے، تو سب خاموش ہو گئے اور امام حسینؑ نے خواہش کی کہ میں انتخاب کرتا ہوں اگر تم سب کی اجازت ہو تو سب نے اجازت دی۔ پس امام حسینؑ نے تازہ کھجور کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ فرمان رسالتؐ بتول جب حجرہ کے اندر داخل ہوئیں تو ایک طبق دیکھا جس کے اوپر سندس سبز کا غلاف تھا اور اس میں تازہ کھجوریں موجود تھیں اٹھا کر لائیں اور رسالت مآبؐ کے آگے رکھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا کہاں سے آیا ہے۔ تو عرض کی۔ اللہ کی جانب سے اور خدا نطق دیتا ہے جس کو چاہے۔

کہ بے شک تو بھی جاسکتا ہے لیکن علیؑ اور میںؑ ایک ہی شئی ہیں۔
عمر و عاص سے مروی ہے کہ غزوہ ذات السلاسل سے واپسی پر میں نے حضورؐ سے پوچھا کہ لوگوں میں سے آپؐ کو زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپؐ نے ایک صحابی کا نام لیا میں نے پوچھا کہ علیؑ پھر کیسے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا دیکھو یہ مجھ سے اپنے نفس کے متعلق پوچھتا ہے۔

(قول مؤلف) در رسول کا معراج تھاعرش پر تشریف لے جانا اور نفس رسولؐ کا معراج تھا کعبہ میں دوش پیغمبر پر قدم رکھنا۔

عَمَّ مُحَمَّدًا نَسَّ النَّبَا طِبْعًا لِمَ كَذَّبَكَ كَتَفُ الْمُصْطَفَى جَا سَهَا عَالِي
حضرت محمدؐ نے اپنے جوتے سمیت عرش پر قدم رکھے اسی طرح دوش محمدؐ پر علیؑ قدم رکھے
حسان کی طرف بعض اشعار منسوب ہیں۔ (روضۃ الاحباب)

قِيلَ لِي قَدْ رَعَى مَدْحًا
ذَكَرُهُ يُحْمَدُ نَارًا مُؤَمَّدًا
قُلْتُ لَا أَقْدِمُ فِي مَدْحِ امْرِئٍ
جَبْرِيئِلُ وَالرَّسُولُ حَمِيدًا
وَاللَّيْثِيُّ الْمُصْطَفَى قَالَ لَنَا
لَيْلَتُ الْمَحْصَرِ آجَ نَسْنَا مَعَدَا
وَضَعَّ اللَّهُ عَلَيَّ كَتَفِي مِيدًا
فَأَحَسَّ الْقَلْبُ أَنَّ قَدْ بَوَدَهُ
وَعَلَيَّ وَاضِعَ أَكْشَادِ مَنَا
فِي مَحَلٍّ وَضَعَ اللَّهُ حَيْدًا

لہ قول مؤلف خبرم و جہانیاں سے پاک ہے اور یریشا کسی شیعہ معتبر کتاب میں معصوم سے منقول نہیں

فرمایا اے ام کلثوم میرے بیٹے کو روک لو تاکہ زمین آل محمد کی نسل سے خالی نہ ہو
پھر ایک ایسا دروہرا استغاثہ کیا کہ جناب زینب خاتون صبر نہ کر سکیں تو درخیمہ
پر آگئیں کہ سر پر رقعہ نہ سنبھالا اور پا بر نہہ تھیں۔ فرمایا یا ابنِ سَعْدِ لُقْتُلْ
اَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَأَنْتَ تَنْظُرُ کہ وہ ملعون سن کر رونے لگا۔ پھر امام مظلوم نے
آخری استغاثہ ایک عجیب انداز میں فرمایا اَمَّا فَيْسُكُمْ مُسْلِم۔ کیا تم میں کوئی مسلمان
نہیں ہے خاص وقت کا خاص استغاثہ خاص حالت میں ایسا اثر انداز ہوا کہ اس
نے تمام کائنات کو لرزادیا۔ دشمنوں نے تو کیا امداد کرنی تھی حضرت قائم کی روح
نے ان الفاظ میں جواب دیا جو مجلسِ نبیہ میں گذر چکے ہیں۔ پس گھوڑے پر سوار ہوئے
دریائے فرات پر پہنچے گھوڑے نے منہ کہانی کے قریب کیا تو آپ نے فرمایا انت
عطشان وانا عطشان۔ اے گھوڑا تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں تو
گھوڑے نے منہ پانی سے اٹھایا اور زبان بے زبانی سے عرض کی۔ لے مولا۔
اب میں پانی نہ پینوں گا اور باوجود ان مصائب و آلام کے اور باوجود شدید پیاس
کے اس زور سے حملہ کیا کہ میدان دشمنوں سے خالی ہو گیا اور مقامِ نخیلہ تک پہنچے
اور لشکر کی تعداد بعضوں نے آٹھ لاکھ بھی لکھی ہے آخر جب گھوڑے سے اترے تو
گھوڑے نے امام پاک کا طواف کرنا شروع کیا کسی کی مجال نہ تھی کہ امام کے قریب
آئے تو عمر بن سعد نے فوج کو آواز دی کہ امام کے گھوڑے کو پکڑو اور میرے پیش
کرو اور یہ گھوڑا جناب رسالتِ مآب کے عمدہ گھوڑوں میں سے تھا۔ جب گھوڑے
کو معلوم ہوا تو اس نے قومِ اَشقیاء پر حملہ کیا یہاں تک کہ اس نے چالیس سوار اور دس
گھوڑے مار دیئے۔ پس ابنِ سعد نے فوجوں کو ہٹ جانے کا حکم دیا۔ جب فوجیں
دور ہوئیں تو گھوڑے نے مقتولین میں سے اپنا آقا و مولا کو تلاش کرنا شروع کیا
یہاں تک کہ اپنے آقا کی لاش کو تلاش کر لیا تو خوشبو سونگھتا تھا اور اپنی پیشانی کو خون

بغیر حساب کے۔ حضور نے بسم اللہ پڑھ کر ایک دانہ اٹھایا اور حسینؑ کے منہ میں
رکھا اور فرمایا مبارک اور خوشگوار ہو تمہیں اے حسینؑ۔ پھر ایک دانہ امام حسنؑ کے
منہ میں دیا اور یہی فرمایا پھر ایک دانہ جنابِ فاطمہؑ کے منہ میں رکھا اور یہی فرمایا اور
پھر ایک دانہ حضرت علیؑ کے منہ میں رکھا اور یہی فرمایا اس کے بعد سب نے
کھایا جب فارغ ہوئے تو دسترخوانِ آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔ جنابِ فاطمہؑ نے
عرض کی باباجان آج آپ نے عجیب کام کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ اے لختِ جگر
جب میں نے کھجور کا دانہ حسینؑ کے منہ میں دیا تو جبریلؑ و اسرافیلؑ نے کہا مبارک
و خوشگوار ہو تمہیں اے حسینؑ تو میں نے بھی وہی لفظ کہے۔ پھر ایک دانہ حسنؑ کے
منہ میں دیا تو جبریلؑ و میکائیلؑ نے آواز دی مبارک و خوشگوار ہو تم کو اے حسینؑ تو
میں نے ان کی مطابقت کی۔ پھر ایک دانہ تیرے منہ میں دیا تو حورانِ جنت نے
دریچہ ہائے جنت کھول کر کہا۔ مبارک و خوشگوار ہو تم کو اے فاطمہؑ تو میں نے
بھی ویسا ہی کہا اور جب چوہ قبادانہ علیؑ کے منہ میں دیا تو اللہ کی جانب سے ندا پہنچی
مبارک و خوشگوار ہو تمہیں اے علیؑ تو میں نے اپنے پروردگار کے قول کی موافقت
کی تو ارشاد ہوا اگر قیامت تک آپ کھجور کے دانے علیؑ کے منہ میں دیتے رہیں تو
میں قیامت تک مبارک کہتا رہوں گا۔ (رمعہ ساکبہ)

روز عاشور جب باری باری سے تمام یار و انصار و اقرباءِ راہِ خدا میں کام
آگئے تو اپنے صحابہ کو نام لے کر پکارا جیسا کہ مجلسِ نبیہ میں گذر چکا ہے۔ روایت
میں ہے کہ امام مظلوم کا دروہرا استغاثہ سن کر حضرت سجادؑ ٹپ گئے سہارا لینے
کے لئے عصا اٹھایا اور تلوار کو حائل کیا اور خیام سے نکل کھڑے ہوئے تو جلدی
سے جنابِ ام کلثوم نے آواز دی بیٹا واپس آ جاؤ تو حضرت سجادؑ نے فرمایا چھو پھی
جان۔ مجھے جانے دیجئے کہ میں فرزندِ رسولؐ کی مدد کروں تو امام حسینؑ نے دیکھ کر

مجلس نمبر ۲۶

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

آیت مجیدہ اِنَّمَا وَدَّيْكُمُ اللّٰهُ رَبُّ الْمُنَادِرِ۔ حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی
باتفاق کشف۔ بیضاوی۔ درمنثور تفسیر کبیر کثیر العمال۔ مستدرک مشکوٰۃ۔ نسائی تفسیر
حسینی۔ مناقب ابن مغازلی رشافعی وغیرہ

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ چاہہ زمزم کے کنارے پر بیٹھ کر
رسالت مآب کی احادیث بیان کر رہے تھے کہ ایک عمامہ پوش شخص آکر بیٹھا تو جوہنی
ابن عباس کے منہ سے نکلتا تھا حضورؐ نے یہ فرمایا تو وہ عمامہ پوش فوراً کہہ دیتا کہ
حضورؐ نے یہ فرمایا۔ ابن عباس نے اسے خدا کی قسم دیکر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟
تو انہوں نے چہرہ سے نقاب ہٹایا اور کہنے لگے اے لوگو! جو مجھے جانتے ہیں
وہ تو جانتے ہی ہیں اور جو نہیں جانتے تو میں جناب بن جنادہ البوزغفاری ہوں
میں نے رسولؐ سے اپنے کانوں پہ سنا کہ جھوٹ ہو تو خدا مجھے بہرہ کر دے۔
اور آپؐ کو میں نے ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اگر جھوٹ ہو تو یہ اندھی
ہو جائیں کہ آپؐ فرما رہے تھے عَلٰی قَائِدِ الْبَرْسَةِ وَقَاتِلْ اَلْكَفَرَةَ مَنْصُورًا
مَنْ نَصْرَهُ وَتَحْذَرُ مَنْ خَذَلَهُ۔ علیؑ نیک لوگوں کا سردار اور کافروں کا قاتل
ہے اس کا مددگار منصور اور اس کو چھوڑنے والا ذلیل ہو گا۔ میں نے ایک مرتبہ
منازک ظہر رسولؐ کے ساتھ پڑھی ایک سائل نے سوال کیا اور اس کو کسی نے کچھ نہ دیا
پس اس سائل نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کئے اور عرض کی اے اللہؑ گواہ رہو
کہ میں نے مسجد رسولؐ میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا۔ اس وقت حضرت
علیؑ حالت رکوع میں تھے انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کا اشارہ

سے رنگین کرتا تھا اور لاش کو بوسے دیتا تھا اور بلند آواز سے روتا بھی تھا اور خیمہ کی
طرف متوجہ ہوا جب جناب زینب علیہا السلام نے گھوڑے کی آواز سنی تو سکینہ خاتون
کو فرمایا وہ دیکھ دو اڑہ خیمہ پر تیرا باپ پانی لایا ہے۔ چنانچہ بیسیاں جلدی دروازہ پر پھنس
اور زیارت ناچہ میں جو الفاظ ہیں وہ مجلس نمبر ۱ میں گذر چکے ہیں۔

ہاں اس وقت بے شک بیسیوں نے اپنے منہ پر طاپنے مارے اور گریبان
چپاک کئے اور زمین سے لیکر عرش تک تمام کائنات نے ماتم کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

اقول میں نے ایک داعظ سے سنا تھا کہ جب امام حسینؑ کے گھوڑے نے اشتیاق
پر حملہ کیا تھا تو لوگوں نے اس پر تیر برساتے تھے پس فوراً عمر بن سعد نے حکم دیا کہ لوگو! اس
گھوڑے کو تیر نہ مارو کیونکہ یہ محمدؐ کی سواری کا گھوڑا ہے تو لوگوں نے تیر بند کر دیئے۔ لیکن
ہائے۔ کس قدر ظالم تھے کہ رسول اللہؐ کی سواری پر تیر برسانے سے باز آگئے لیکن یہ کسی نے
نہ کہا کہ حسینؑ کو تیر نہ مارو کیونکہ یہ دویش محمدؐ کا سوار ہے۔

اتری ہے کسی نے اس کا مصداق عبداللہ بن سلام کو اور کسی نے عبادہ بن صلیت کو قرار دیدیا۔ لیکن ان سب کی تکذیب کے لئے معتبر نقاسیر میں انگوٹھی کا واقعہ اور نزول آیت کا وجود کافی ہے۔

۲۔ کہتے ہیں کہ انگوٹھی والی حدیث کا راوی صرف ثعلبی ہے حالانکہ بڑے بڑے اعلام نے اس کو نقل کیا ہے مثلاً ابن ابی حاتم۔ ابن جریر ابن مردویہ۔ ابن عباس۔ طبرانی ابوالنعمان ابن جوزی۔ ابن منادلی سیوطی نیشاپوری بیضاوی وغیرہ

۳۔ نیز اس روایت کے نقل کرنے کے جرم میں ثعلبی بے چارے پر جرح و قدح کا دروازہ کھول کر اسے مطعون کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ وفیات الاعیان یا فنی طبقات الشافعیہ۔ اسد الغابۃ جواہر العقیدین اور ازالۃ الخفاء وغیرہ میں اس کو ثقہ کہا گیا ہے۔

۴۔ لفظ ولی کے دو معنی ہیں (۱) امام (۲) ناصر و مددگار۔ ممکن ہے یہاں ناصر مراد ہو کیونکہ لفظ ولی مشترک ہے۔ اس کے جواب میں نظنری نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ شوریٰ کے دن حضرت علیؑ نے اپنے استحقاق کو ثابت کرنے کے لئے اسی آیت مجیدہ کو پڑھا اور سامعین صحابہ نے اس کو قبول کیا تو اس سے ثابت ہوا کہ مراد اس جگہ ولی سے امام ہے۔ ناصر و مددگار نہیں۔

ازالۃ الخفاء مقصد اول کی تیسری فصل میں ہے کہ ولی سے مراد امام و خلیفہ ہے لیکن مصداق اس کا ابو بکر ہے۔

صاحب احقاق الحق فرماتے ہیں۔ اگر ولی کا معنی ناصر ہو اور مومنین سے مراد عام ہو تو حق درست ہے۔ لیکن حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے والی وصف کا پھر کوئی ربط نہیں رہتا اگر ولی کا معنی ناصر اور مومنین سے مراد صرف علیؑ ہو تو وصف زکوٰۃ درست لیکن حصر نام درست نہیں کیونکہ سب مومن ایک دوسرے کے ناصر و مددگار

کیا جس میں انگوٹھی تھی تو سائل نے انگوٹھی اتار لی اور چلا گیا۔ حضورؐ مسجد میں موجود تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو دعا مانگی۔ اے اللہ حضرت موسیٰؑ نے دعا مانگی تھی اے رب میرا سینہ کھول اور میرا معاملہ آسان فرما اور میری زبان کی گرہ دور کر تاکہ میری باتیں سمجھیں اور میری اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر فرما کر اس سے میری کچھ کو مضبوط کر اور اسے میرا شریک کار بناتا تو نے جواب دیا جس کی قرآن حکایت کر رہا ہے۔ ہم تیرا بازو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو طاقت دیں گے کہ وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اے اللہ میں محمدؐ تیرا نبی و برگزیدہ ہوں۔ پس میرا سینہ کھول اور میرا معاملہ آسان کر اور میری اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس کے ساتھ میری پشت کو مضبوط کر ابھی تک حضورؐ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبریلؑ اتر آیا اور یہ آیت مجیدہ لایا بروایت حمونی آیت مجیدہ پڑھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ من کنت مولاه فعلی مولاه۔

بروایت شیخ ابوالفتوح جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں جب صحابہ نے یہ دیکھا تو جس جس کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی اس سائل کو دے دی۔ حتیٰ کہ اس عرابی کے پاس چار سو انگوٹھیاں پہنچ گئیں (انہیں الاعلام) اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں چالیس انگوٹھیاں حالت رکوع میں سائل کو دیں تاکہ وہیسی آیت اترے جو علیؑ کے بارے میں آئی لیکن نہ اتری (صافی) حضرت علیؑ کی یہ فضیلت سن کر دشمنان الہیہ کے دل کباب ہو گئے انہوں نے آیت مجیدہ کی تفسیر پر کئی قسم کے اعتراضات کئے (۱) شان نزول کے متعلق۔ بعض نے کہا تمام مہاجرین و انصار کے حق میں اتری ہے۔ ابن تیمیہ نے منہاج الکرامۃ میں اور اس کے دیگر ہم خیالوں نے بھی یہ کہہ دیا کہ اس آیت مجیدہ کے متعلق حضرت علیؑ کی ولایت کو ثابت کرنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح موجود نہیں ہے۔ عکرمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت ابو بکر کے حق میں

ناقابیں نہیں ملتیں فوراً اس نے جواب دیا کہ کیا رسول خدا نہ مل سکنے والی چیز کا وعدہ فرما سکتے ہیں۔ پس اس اعرابی کو علیؑ کے گھر کا نشان بتلایا گیا کہ وہ بھی رسول خدا کے قرضے اور وعدے پورے کرتا ہے۔ وہ اعرابی پہنچا حضرت علیؑ نے اسکو کل آنے کا حکم دیا۔ اعرابی یہ تسلیم کرتا ہوا گیا کہ واقعی یہ شخص رسول کا بھائی اور اس کے قرضوں کو پورا کرنے والا ہے۔ ابوبکر و عمر کو یہ بات پہنچی تو حیران ہوئے دوسرے روز حضرت امیرؓ نے امام حسنؑ کو اعرابی کے ہمراہ روانہ کیا کہ وادی جن میں جا کر نذر کر دے۔ لے کر وہ جن میں حسنؑ بن علیؑ و صی رسولؐ تم کو حکم دیتا ہوں کہ رسول خدا کے وعدے کو پورا کرو یعنی دوسو سرخ رنگ سیاہ چشم اوٹیاں بمعہ مہار و سامان کے اس بدوی کے حوالہ کرو۔ چنانچہ امام حسنؑ نے تعمیل حکم کی۔ اور ان کی کلام ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ اوٹیشوں کی قطار سامنے آگئی (غایتہ المرام) ایک روایت میں ہے کہ وہ سائل درحقیقت جبریل تھا۔

غزالی نے سرائع الین میں ذکر کیا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت سلیمان بن داؤدؑ کی تھی جو حضرت علیؑ نے دی تھی۔ (غایتہ المرام)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس انگوٹھی کا چھلا چار مثقال چاندی تھا اور اس کا نگینہ یا قوت سرخ بوزن پانچ مثقال تھا اور اس کی مالیت خراج شام کے برابر تھی اور شام کا خراج تین سو ہزار چاندی اور چار ہزار سونا ہوتا ہے یہ انگوٹھی مژان بن طوق کے ہاتھ میں تھی حضرت علیؑ نے اس کو قتل کیا تھا اور انگوٹھی اس کے ہاتھ سے اتار کر باقی غنیمتوں میں ملا کہ حضرت رسالت مآبؐ کے پیش کی تھی۔ حضورؐ نے وہ انگوٹھی حضرت علیؑ کو دی تھی جو سائل کو دی گئی۔

۱۹۔ جمع کے صفحے پر بھی اعتراض کیا گیا لیکن جمع صرف کثرت افراد کے لئے نہیں ہو کر قی بلکہ عظمت و جلال کے لئے بھی تو آیا کرتی ہے۔ نیز چونکہ تمام آئمہ طاہرین ۴

ہوتے ہیں بس باقی ایک ہی صورت ہے اور وہی درست ہے کہ ولی کا معنی امام و خلیفہ ہو اور مومنین سے مراد حضرت علیؑ ہوں تو حصر بھی درست ہے اور وصف بھی سجا ہے۔

۵۔ بعضوں نے تنقیص شان علیؑ میں کہہ دیا کہ وہ توفیق تھے ہذا زکوٰۃ کیسے دیتے تھے اور یہ محض عداوت علیؑ کی غمازی ہے اور نہ زکوٰۃ کا اطلاق قرآن مجید میں صدقا مستحبہ پر بھی آیا ہے اور صدقہ مستحبہ فقیر بھی دے سکتے ہیں۔

بے شک علیؑ اپنی حالت ظاہری کے لحاظ سے فقیر تھے لیکن سائل کی حاجات براری کے لئے وہ خزان ارضیہ کے مالک تھے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ مسجد نبوی میں منادی کراتے تھے کہ اگر کسی شخص کا قرضہ وغیرہ رسولؐ کے ذمہ ہو تو وہ بیشک مجھ سے وصول کر لے چنانچہ لوگ آتے تھے اور حضرت علیؑ ان کو بغیر ثبوت و گواہ کے دے دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ لوگ فرج در فرج علیؑ کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کو بغیر گواہ و دلیل کے دے دیتا ہے حالانکہ فدک خمس اور فئے وغیرہ تو ہم نے لے لئے ہیں۔ پھر اتنا مال انکے پاس کہاں سے آگیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم مالدار ہو اور تم بھی منادی کرادو تو ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ جس شخص کا رسول خداؐ کے ذمہ قرضہ ہو تو میں ادا کروں گا۔ تو دو شخص آئے اور ابوبکرؓ نے ان کو منہ مانگی چیز بغیر گواہ و دلیل کے دے دی۔ اتنے میں باہر سے ایک بدوی عرب آپہنچا اور ابوبکرؓ کی منادی اس نے سن لی تو دوبار خلافت میں پہنچ کر کہا۔ حضورؐ نے میرے ساتھ دوسو سرخ ناقہ کا جن کی آنکھیں سیاہ ہوں مہار و سامان کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حیران ہو کر حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا اے اعرابی دنیا میں ایسی

ہوتے ہیں بس باقی ایک ہی صورت ہے اور وہی درست ہے کہ ولی کا معنی امام و خلیفہ ہو اور مومنین سے مراد حضرت علیؑ ہیں تو حصر بھی درست ہے اور وصف بھی سجا ہے۔

(۵) بعضوں نے تنقیص شان علیؑ میں کہہ دیا کہ وہ توفیق تھے لہذا زکوٰۃ کیسے دیتے تھے اور یہ محض عداوت علیؑ کی غمازی ہے اور نہ زکوٰۃ کا اطلاق قرآن مجید میں صدقاً مستحبہ پر بھی آیا ہے اور صدقہ مستحبہ فقیر بھی دے سکتے ہیں۔

بے شک علیؑ اپنی حالت ظاہری کے لحاظ سے فقیر تھے لیکن سائل کی حاجات براری کے لئے وہ خزان ارضیہ کے مالک تھے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ مسجد نبویؐ میں منادی کراتے تھے کہ اگر کسی شخص کا قرضہ وغیرہ رسولؐ کے ذمہ ہو تو وہ بیشک مجھ سے وصول کر لے چنانچہ لوگ آتے تھے اور حضرت علیؑ ان کو بغیر ثبوت و گواہ کے دے دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ لوگ فوج در فوج علیؑ کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کو بغیر گواہ و دلیل کے دے دیتا ہے حالانکہ فدک خمس اور فئے وغیرہ تو ہم نے لے لئے ہیں۔ پھر اتنا مال انکے پاس کہاں سے آگیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم مالدار ہو اور تم بھی منادی کر دو تو ابو بکرؓ نے منادی کرائی کہ جس شخص کا رسولؐ خدا کے ذمہ قرضہ ہو تو میں ادا کروں گا تو دو شخص آئے اور ابو بکرؓ نے ان کو منہ مانگی چیز بغیر گواہ و دلیل کے دے دی۔ اتنے میں باہر سے ایک بدوی عرب آپہنچا اور ابو بکرؓ کی منادی اس نے سن لی تو دوبارہ خلافت میں پہنچ کر کہا۔ حضورؐ نے میرے ساتھ دو سو سرخ ناقہ کا جن کی آنکھیں سیاہ ہوں مہار و سامان کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حیران ہو کر حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا اے اعرابی دنیا میں ایسی

ناقلمیں نہیں ملتیں۔ فوراً اس نے جواب دیا کہ کیا رسولؐ خدا نہ مل سکے والی چیز کا وعدہ فرما سکتے ہیں۔ پس اس اعرابی کو علیؑ کے گھر کا نشان بتلایا گیا کہ وہ بھی رسولؐ خدا کے قرضے اور وعدے پورے کرتا ہے۔ وہ اعرابی پہنچا حضرت علیؑ نے اسکو کل آنے کا حکم دیا۔ اعرابی یہ تسلیم کرتا ہوا گیا کہ واقعی یہ شخص رسولؐ کا بھائی اور اس کے قرضوں کو پورا کرنے والا ہے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کو یہ بات پہنچی تو حیران ہوئے دوسرے روز حضرت امیرؓ نے امام حسنؑ کو اعرابی کے ہمراہ روانہ کیا کہ وادی جن میں جا کر ندا کرو۔ اے گروہ جن میں حسنؑ بن علیؑ و وصی رسولؐ تم کو حکم دیتا ہوں کہ رسولؐ خدا کے وعدے کو پورا کرو یعنی دو سو سرخ رنگ سیاہ چشم اونٹیاں بمعہ مہار و سامان کے اس بدوی کے حوالہ کرو۔ چنانچہ امام حسنؑ نے تعمیل حکم کی۔ اور ان کی کلام ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ اونٹنیوں کی قطار سامنے آگئی (غایتہ المرام) ایک روایت میں ہے کہ وہ سائل در حقیقت جبریلؑ تھا۔

غزالی نے سر العالمین میں ذکر کیا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کی تھی جو حضرت علیؑ نے دی تھی۔ (غایتہ المرام)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس انگوٹھی کا چھلچھا مشغال چاندی تھا اور اس کا نگینہ یا قوت سرخ بوزن پانچ مشغال تھا اور اس کی مالیت خراج شام کے برابر تھی اور شام کا خراج تین سو بھار چاندی اور چار بھار سونا ہوتا ہے۔ یہ انگوٹھی مزان بن طوق کے ہاتھ میں تھی حضرت علیؑ نے اس کو قتل کیا تھا اور انگوٹھی اس کے ہاتھ سے اتار کر باقی غنیمتوں میں ملا کہ حضرت رسالت مآبؐ کے پیش کی تھی۔ حضورؐ نے وہ انگوٹھی حضرت علیؑ کو دی تھی جو سائل کو دی گئی۔

جمع کے صیغے پر بھی اعتراض کیا گیا لیکن جمع صرف کثرت افراد کے لئے نہیں ہوا کرتی بلکہ عظمت و جلال کے لئے بھی تو آیا کرتی ہے۔ نیز چونکہ تمام آنکھ طاہرین ۴

جس میں ایک ہزار دینار تھا اور ایک انگوٹھی بھی دی جس کا گلیزہ دوسرے ہم کا تھا پس وہ اعرابی دعا کرتا چلا گیا۔

آئیے امام مظلوم نے ایک انگوٹھی بھی دی لیکن اس کی تفصیل قابل بیان نہیں ہے۔ امام مظلوم نے تو اپنے بدن کی زکوٰۃ بھی دی۔ جناب رسالت مآب کے حصہ میں در دسراور نہر کا اثر تھا۔ جناب بتوں کے حصہ میں پہلو اور بازو کا زخم تھا جناب امیر کے حصہ میں سر کا زخم تھا اور جناب حسن کے لئے دردِ جگر تھا۔ لیکن جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے سب کچھ تھ بدن کا کوئی حصہ خالی نہ تھا۔ ہاں ہاں پیچھے کی طرف بھی دوزخ تھی۔ ایک وہ نشانی جو فقراء و مساکین کی روٹیاں اٹھانے سے ہوا تھا اور دوسرا تیرہ شعبہ جو سامنے سے لگا تھا اور امام نے اس کو پیچھے سے کھینچ لیا تھا۔

رسولؐ خد بچنے سے امام پاک کے نام بدن کو چومتے تھے۔ اور فرماتے تھے میں تلواروں کی جگہ کو بوسہ دیتا ہوں اس لئے روتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت رسالت مآب نے حسینؑ کو گلی میں دیکھا کہ اور بچوں کے ہمراہ کھیل رہے ہیں تو حضورؐ حسینؑ کی طرف بڑھے۔ پس شہزادہ آگے دوڑ گیا تو حضورؐ بھی آگے بڑھے اسی طرح یہاں تک کہ حضورؐ نے امام حسینؑ کو اٹھالیا اور ان کے منہ پر منہ کر کہ بہت بوسے دیئے اور فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا حسینؑ کے دوست کو دوست رکھے۔ (ابن ماجہ)

ایک دفعہ راستہ میں جاتے ہوئے آپؐ نے ایک بچہ کو اٹھالیا اور اس کے ساتھ بہت محبت کی تو لوگوں نے وجہ پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ یہ بچہ میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ حسینؑ کے قدموں کی خاک کو یہ بچہ باعش برکت سمجھ کر اٹھا لیتا ہے۔

یکے بعد دیکرے اس آیت مجیدہ کے مصداق ہیں لہذا اپنے اپنے مقام پر یہ صفت سب کے لئے ہے جیسا کہ تفسیر صافی میں مذکور ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں کہا جاتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے نماز ادا کی اور زکوٰۃ بھی دی۔ زکوٰۃ سے زکوٰۃ کے کئی افراد ملد ہو سکتے ہیں۔ زکوٰۃ حالتِ رکوع میں بحیثیت مصداق آیت ہونے کے نیز یتیموں اور یتیموں کی کفالت و سرپرستی زکوٰۃ مستحبہ کے طور پر چنانچہ آپؐ کی خدمت میں ایک سائل آیا اور اس نے عرض کی میں نے دیتِ کاملہ ادا کر لی ہے امامؐ نے فرمایا پہلے میں تم سے تین سوال کرتا ہوں اگر سب کے جواب دیئے تو جو کچھ مانگا ہے دوں گا اور اگر دو سوال کے جواب دے گا تو دو تہائی دوں گا اور ایک سوال کا جواب دے گا تو ایک تہائی دوں گا اس نے عرض کی آقا میری کیا مجال کہ میں آپؐ کے سوالات کے جواب دے سکوں تو آپؐ نے فرمایا میرے نانا کا فرمان ہے۔ اَلْمُعْرِفَةُ لِقَتْنِہِ الْمُعْرِفَةُ۔ یعنی کسی پر احسان اس کی معرفت کے اندازہ سے ہونا چاہیئے تو سائل نے عرض کی حضورؐ پوچھئے اگر جواب معلوم ہو گا تو عرض کروں گا ورنہ آپؐ سے اس کا جواب سیکھ لوں گا تو آپؐ نے پوچھا بتاؤ افضل اعمال کیا چیز ہے اس نے عرض کی معرفتِ خدا اور اللہ پر ایمان لانا۔ آپؐ نے فرمایا مصائب میں گھرنے کے وقت باعثِ نجات کیا چیز ہوتی ہے تو اس نے عرض کی اللہ پر توکل۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ انسان کیلئے زینت کیا چیز ہے تو اس نے عرض کی علم بمعہ علم آپؐ نے فرمایا اگر عالم نہ ہو تو پھر اس نے عرض کی مال بمعہ مروت۔ آپؐ نے فرمایا اگر مال بھی نہ ہو تو پھر اس نے کہا فقر بمعہ صبر۔ آپؐ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر اس نے عرض کی حضورؐ پھر ایک بجلی گرے جو اس کو نیست و نابود کر دے۔ بس اس کے لئے زینت یہی چیز ہے بس آپؐ اس کے جوابوں سے نہایت خوش ہوئے اور ایک ہتھیلی اس کو دی۔

ساتھ ہوں گے۔ آنکھیں بند کرنے کا حکم ہوگا اور وار د محشر ہو کر استغاثہ کریں گی۔ مجلس نمبر ۶ ایس ذکر ہو چکا ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون

اقول تقریباً یہ روایت متواتر ہے کہ بروز محشر اللہ کی جانب سے مٹا دی جائے گا۔
مٹے محشر آنکھیں بند کر لو اور نظروں جھکا لو کہ بہت رسول ۳۰ بار پروردگار میں تشریف لے رہی ہیں چنانچہ تمام اہل محشر آنکھیں بند کر لیں گے اور خاتون جنت عدالت غلطی پروردگار میں خون حسینؑ کا مقدمہ دائر کریں گی۔

لیکن ہائے خاتون قیامت کی شہزادی جب کو فوشام کے بازاروں و درباروں میں حاضر ہوئی، تو کسی نے یہ نہ کہا کہ مسلمانو! آنکھیں بند کر لو اور سروں کو جھکا لو کہ یہ علیؑ کی شہزادی محمدؑ کی نواسی سوسہنہ آ رہی ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ شیعوں اور خصوصاً سیدرو نے اور پیٹتے کیوں ہیں تو میں ان کے جواب میں کہتا ہوں کہ یہ نہ کہو کہ تم پیٹتے کیوں ہو باکہ عبرت سے پوچھا کرو کہ تم پیٹتے کیوں ہو۔ ہائے! جس غیور عزت دار نوجوان کی ماں، پسو بھی اور بہن سرور ہندو باروں اور بازاروں میں چرائی جائیں تو وہ رسعے نہیں تو ادھر کہا گئے اور یہی وہ مصائب ہیں جن کی وجہ سے جناب زینبؑ خاتون کے سر کے بال ایک سال کے اندر سفید ہو گئے اور انہی مصائب کو یاد کر کے حضرت سجاد چالیس برس تک روتے رہے۔

وَسَيَعْلَاهُ الْغَمُّ فَلَمَّا أَيْ مَنُتَلِبُ يَنْقَلِبُ بَوْنُ

(قول مؤلف) مورخین کا خیال ہے کہ یہ سچے حضرت حبیب بن مظاہر اسدی تھا۔
جناب رسالتؐ آپؐ امام حسینؑ کی گردن کو بوسہ دیتے تھے اور اس کا انکشاف کربلا میں دسویں محرم کی عصر کو ہوا۔

آئیے ہم بھی جناب رسولؐ خدا کی سنت کو ادا کر کے ان کا احترام کریں۔
۱۔ ان کے فضائل و مراتب کے بیان سے (۲) دیکھیں کہ رسولؐ خدا کس قدر ان کی حوصلہ افزائی و ناز برداری کرتے تھے اور ظالموں نے اس کے مقابلہ میں کیا سلوک کیا اور اس سے مصیبت کی عظمت بھی خوب معلوم ہوتی ہے رسولؐ کا استقبال کرنا کجا۔ اور لوگوں کا راستہ چھوڑ کر الگ ہو جانا کجا کہ مبارک امام ہم سے نصرت نہ طلب کرے جیسا کہ راہ عراق میں بعض واقعات ایسے رونما ہوئے۔
(۳) امام کی روح پر سرور داخل کریں کہ ان کے مصائب و آلام پر گریہ کریں۔

ہائے پروردہ سینہ نبوتؐ اور ناز و دیدہؐ پر جبریلؑ کس طرح بے گور و کفن اپنے زخمی تن کے ساتھ ریگ گرم صحرا میں رہا ہوگا۔ لباس بھی جسم اطہر سے الگ کر لیا گیا۔ ہاں کئی ایک لباس بدن اطہر پر موجود تھے جو ظالموں کے بس میں نہ تھے۔

۱۔ لباس خون (۲) لباس نور۔ چنانچہ ایک راوی کہتا ہے کہ خاک و خون میں غلطی ہوئے کے باوجود میں نے کسی شہید کو حسینؑ سے زیادہ نورانی نہیں دیکھا اور حسینؑ کے چہرہ کے نور کو دیکھتا رہا جس کی وجہ سے شہادت کی کیفیت کو معلوم نہ کر سکا۔

۲۔ لباس گرد و غبار صحرا (۳) قیامت تک کا خون لباس اور اسی لباس کو دیکھ کر تجلی مغلطہ غش کھا کر گر جائیں گی اور ان کی حالت کو دیکھ کر تمام ملائکہ سمار پر گریہ کا عالم طاری ہوگا۔ نور کی ناقہ نوری عماری میں آئیں گی۔ ستر ہزار فرشتے

میں ہے کہ رسول خدا جماعت کے ساتھ نماز پڑھا رہے تھے اور امامہ بنت ابوالعاص آپ کے کندھوں پر سوار تھی پس جب رکوع میں جاتے تھے تو اس کو اتار کر زمین پر بٹھاتے تھے اور سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد اس کو دوبارہ کندھوں پر بٹھالیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر سنیے کے نفاذی ظہیر سے منقول ہے کہ نماز کی حالت میں عورت کو بوسہ دینا بھی نماز کو باطل نہیں کرتا۔ دس صرف حضرت علیؑ کی فضیلت آنکھوں کا خار ہے۔ اسے ہر راشت نہیں کیا جاسکتا اور انکار کے کئی ہوائے بنائے جاتے ہیں (۹) کہتے ہیں کہ غازیوں کوئی سادوسرا فعل خشوع و خضوع کے منافی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی عبادتوں پر حضرت علیؑ کی عبادت کا قیاس کرتے ہیں حضرت علیؑ تو وہ عابد ہے۔ جو ایک وقت میں بنی اور مالی دونوں عبادتیں کر سکتا ہے بلکہ دو قسم کی بنی عبارتیں بھی علیؑ بیک وقت کرتے تھے جہاد بھی اور نماز بھی۔ پاؤں سے تیر کھینچا گیا اور مصلیٰ خون سے پُر ہر گیارہ ذرا دگر صحابہ کی عبادت کا خشوع ملاحظہ کیجئے۔ حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں میں نماز کی حالت میں بحرین کا جزیہ شمار کرتا رہتا ہوں۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے ہم نے ایک مرتبہ نماز مغرب حضرت عمرؓ کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے قرائت نہ پڑھی جب نماز کے بعد ہم نے قرائت کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے میں اس وقت شام کی طرف قافلہ روانہ کر رہا تھا یہاں تک کہ منزل بہ منزل طے کر کے شام تک پہنچا عکرمہ سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز میں بھی ایسا ہوا تو نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ پیچھے گیا اور اجازت سے کر اندر داخل ہوا اور پوچھا کہ کیا تو نے رسولؐ کو ایسا کرتے کبھی دیکھا ہے کہ نماز میں قرائت نہیں پڑھی حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مجھے بھول گیا ہے کیونکہ میں اس وقت ایک قافلہ شام بھیج رہا تھا اور پھر خیال ہی خیال میں اس کو وہاں سے واپس مدینہ تک لایا۔ چنانچہ دوبارہ

مجلس نمبر ۲۷

كُتِبَ لَنَا مَعَ الصَّادِقِ

گذشتہ مجلس کے ساتھ۔ آیت ولایت پر ساتواں اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر تیسرا ولی صرف حضرت علیؑ مراد ہو تو آیت مجیدہ کا سیاق و سباق سے ربط نہیں رہتا کیونکہ اس سے قبل یہودیوں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے پس اس آیت میں مومنوں کو مومنوں کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم ہی زیادہ مناسب ہے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ قاعدہ عربیہ کے اعتبار سے مضاف اور مضاف الیہ میں تغایر ضروری ہے اور عموم مراد لیا جائے تو مضاف اور مضاف الیہ میں تغایر نہیں رہتا کیونکہ جو ولی ہیں وہ مولیٰ علیہم بھی ہیں اور ثانیاً عرض یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کی موجودہ ترتیب کے متعلق کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی ترتیب سے اتری ہیں۔

را، کہتے ہیں کہ نماز میں انگوٹھی دینا فعل کثیر ہے جو مبطل نماز ہے تو اس کے کئی جوابات ہیں را، صاحب کشاف نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اتری ہے جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور سائل نے سوال کیا تو آپ نے حالت رکوع میں جھوٹی انگلی سے انگوٹھی پھینک دی اور اس کے اتارنے میں عمل کثیر لازم نہیں آتا جو نماز میں مغل ہو (۱۰) اس کی تفسیر میں مجاہد سے منقول ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز میں فعل قلیل مباح ہے اور اسی بنا پر جناب رسالت مآبؐ نے حالت نماز میں پاؤں سے جھگٹے اتار لئے تھے اور نیز ابن عباس کے بالوں سے پکڑ کر اور اس کو بائیں طرف سے گھسیٹ کر دائیں طرف کر دیا تھا (عماد) نیز بخاری۔ موطا۔ مسلم۔ ابوداؤد اور نسائی

والجماعة
محبت پر مرادہ سنت رسول پر مرا۔
اور جو شخص آل محمد سے بغض لے کر مرے اس کے متعلق بھی فرمان نبوی
سُن لیجئے۔

الاد من مات علی بغض ال محمد جاء
یوم القیامة مکتوباً بین حینہ
الس من رحمة الله
الاد من مات علی بغض ال محمد مات
کافراً الاد من مات علی بغض ال محمد
لہ دیشہ سائحۃ الجنة۔
جو آل محمد کے بغض پر مراقبہ مست
کے دن اس کی پیشانی پر رحمت خدا
سے مایوسی لکھی ہوگی۔
جو آل محمد کے بغض میں مرادہ کافر
مرا۔ جو آل محمد کی دشمنی میں مرا۔ وہ
جنت کی بوند پائے گا۔

(تفسیر کشاف۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر نیشاپوری وغیرہ)
واقعی نماز بہت ضروری چیز ہے قرآن میں بہت تاکید ہے احادیث میں
بھی اس پر بہت زور دیا گیا ہے مثلاً نماز مومن کے لئے معراج ہے نماز دین کا عود
ہے۔ معرفت کے بعد نماز سے افضل کوئی عمل نہیں۔ ایک نماز فریضہ ہزار حج سے
افضل ہے تمام اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار نماز کی مقبولیت پر ہے جو نماز کو
خفیف سمجھے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اور اسی نماز کی جہز ہے درود بر محمد و آل محمد۔
شافعی نے خوب کہا ہے۔

کفکم من عظیم النعم انکم
من لم یصل علیکم لاصلاً لکونکم
حالت نماز میں رسول اور دوش پر حسین سوار حسین کو نماز کے ساتھ خصوصی
تعلق تھا کہ نماز حسین سے جدا نہیں اور حسین نماز سے جدا نہیں۔ حتیٰ کہ جب کربلا میں
تیر و تلوار و سنان برس رہے تھے حسین نے اس وقت بھی نماز سے علیحدگی قبول
نہ فرمائی۔

اذان کہی گئی اور نماز دوبارہ ہوئی اور بعد از نماز بر سر اجلاس حضرت عمر نے اپنا عذر
بیان کیا اسی طرح عبدالرحمن بن اسود سے مروی ہے کہ حالت نماز میں حضرت عمر
جوئیں مارا کرتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ حضرت عمر کو نسیان طاری ہو گیا تو ایک
شخص کو پیچھے کھڑا کر دیتے تھے اور پھر اسی کی یاد دہانی سے رکوع سجدہ اور
قیام کرتے تھے۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ حضرت رسالت مآب نماز پڑھ رہے تھے کہ حسین شریفین پشت
اقدس پر سوار ہو گئے لوگوں نے منع کیا تو حضور نے فرمایا کہ ان کو منع نہ کرو بلکہ جس
کو مجھ سے محبت ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں کے ساتھ بھی محبت کرے
مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا
الاد من مات علی حب ال محمد مات مغفوراً
الاد من مات علی حب ال محمد مات قابلاً
الاد من مات علی حب ال محمد مات مومنًا
مستكمل الايمان۔ الاد من مات علی حب
ال محمد بشوة ملك الموت بالجنة ومنکو
ونکیر۔ الاد من مات علی حب ال محمد جعل
الله قبره مزار ملائكة الرحمة الاد من
مات علی حب ال محمد فتح له في قبره بابان
الی الجنة۔ الاد من مات علی حب ال
محمد یفتح الی الجنة کما تورد العروس
الی بیت نوحها الاد من مات علی حب
ال محمد مات علی السنة

جو آل محمد کی محبت پر مرادہ شہید مرا
جو آل محمد کی محبت پر مرادہ مغفور مرا
جو آل محمد کی محبت پر مرادہ تائب مرا
جو آل محمد کی محبت پر مرادہ کامل ایمان مرا
جو آل محمد کی محبت پر مرادہ انکار نکیر اور
ملک الموت اس کو جنت کی خوشخبری
دیں گے۔ جو آل محمد کی محبت پر مرا
اس کی قبر رحمت کے فرشتوں کی زیارت
گاہ بنے گی۔ جو آل محمد کی محبت پر مرا
اس کی قبر میں جنت کی طرف دروازہ
کھل جائیں گے جو آل محمد کی محبت
پر مرادہ نوحہ و س کی طرح خوشی خوشی
جنت میں جائے گا۔ جو آل محمد کی

اتر کر نماز پڑھیں گے وہ عدل و انصاف سے دنیا کو اس طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم و جور سے پڑے۔

ہمیں گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ مذہبی آزادی ملی اگرچہ اس کو پولیٹیکل سہیل ہی سمجھا جائے۔ جس سے کوئی گورنمنٹ خالی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب سکندر نے دارا کو شکست دی تو ارسطو سے حکومت کے برقرار رہنے کے لئے مشورہ طلب کیا اس نے جواب دیا کہ اطراف مملکت میں مختلف شاہزادوں اور امیروں میں اختلاف ڈال دیجئے تاکہ وہ باہمی کشمکش کے ذریعے ملک کی واپسی کے خیال سے غافل ہو جائیں۔ بہر حال ہم اس مذہبی آزادی کی قدر کرتے ہیں۔ کہاں وہ زمانہ کہ حضرت علیؑ کا نام لینا بھی جرم تھا اور کہاں یہ زمانہ کہ مساجد میں علی ولی اللہ کی اذانیں ہو رہی ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ خنجروں کا نام رافضی کش رکھا جاتا تھا۔ مشہور ہے سکھوں کے زمانہ میں ایک شخص نے مسجد میں اذان کہی اور

غاز پڑھ کر چلتا بنا پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا بھی نماز کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ سکھ بیچ گئے اور اس کو پکڑ کر مارنا شروع کر دیا۔ اس نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا افسوس گناہ کس کا اور مار کس پر پڑ رہی ہے اور یہ اس مذہبی آزادی کے آثار و برکات میں سے ہے۔ کہ ہم نہایت اطمینان سے اس مظلوم کی صف ماتم سمجھاتے ہیں جس کے متعلق حضرت صاحب الامر کا ارشاد ہے کہ آپ کا نام اعلیٰ علیین میں قائم ہے اور عوریں منہ پٹی ہیں۔

باوجودیکہ جن و ملک و خوش و طیور سب عزاداری میں حصہ لیتے ہیں لیکن مسلمانوں کو اس خاندان کے ساتھ کوئی ایسا بیرہے کہ سالار قافلہ اسیران البیت حضرت سید الساجدینؑ فرماتے ہیں ماد معت مناعین الاوقعت۔ یعنی ہم میں سے جب کسی کی آنکھ میں آنسو آتے تھے تو اس کو نیزوں سے چپ کر لیا جاتا

مجلس نمبر ۲۸

کو فوائد الصادقین

امکان بشر سے باہر ہے کہ اپنی عمر کے متناہی ایام میں خداوند کریم کی نعمت غیر متناہیہ کا شکر ادا کر سکے۔ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اگر تم میری نعمتوں کو گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ لیکن اعتراف تقصیر بھی عرفان کا حکم رکھتا ہے جیسے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں العجز عہدہ حاکم الاداک ادراک۔ لہذا ہم بارگاہ ایزدی میں بعد عجز عرض کرتے ہیں کہ خدایا ہم تیری ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کا شکر ادا کرنے سے بھی قاصر ہیں تاہم مشتغائے اما بنعمة ربك فحدث۔ ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ مقتدر اس کا شکر ادا کریں۔ مالا یدہک کلمۃ لا یتزک کلمۃ اور مثل اشعری شکر کو لغو و سخریہ نہ سمجھیں جناب مفتی صاحب اعلیٰ لہ مقام کیا خوب فرماتے ہیں۔

اذا اطعت کلبا کسر خبز جب میں کسی کتے کو روٹی کا ٹکڑا دوں تو یضل ملائم مالو صید جانی میرے دروازہ کی چوکت پر پہرہ دیتا ہے۔ وعند لا شعری الشکر لغو لیکن اشعری کے نزدیک شکر خدا لغو ہے تو خدا فہم واللہ اخبت من کلاب کی قسم یہ لوگ کتوں سے بھی خبیث تر ہیں۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی عظیم المرتبت جلیل الشان نعمت سے متمتع فرمایا۔ ان المدين عند الله الاسلام۔ وہ دین جس کی تعلیم حضرت آدمؑ سے حضرت خاتم تک برابر ہوتی چلی آئی اور آنحضرتؐ سے اس کے سچے جانشینوں کی معرفت اس کی دنیا میں دنیا پھیلی اور پھر ایسے وجود وجود کے ذریعے اس کو از سر نو زندگی ملنے والی ہے جس کے پیچھے روح اللہ آسمان سے

سخت گری طاری ہو اور پھر پوچھا روئے گا کون اور مراسم عزاکون بجالائے گا تو آپ نے فرمایا۔ خدا میری امت کا ایک گروہ پیدا کرے گا جو ہر سال مراسم عزاکو پوری کریں گے ان کے مرد ہمارے مردوں کو اور ان کی عورتیں ہماری عورتوں کو پر سادیں گی اور بروزِ محشر تو ان عورتوں کی شفاعت کرے گی اور میں مردوں کی شفاعت کروں گا اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر داخل جنت کریں گے۔ لے فاطمہ قیامت کے روز ہر آنکھ رونے والی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو مصائبِ حسینؑ پر روچکی ہوگی۔ پس وہ بروزِ محشر خوش و خرم ہوگی۔

جنابِ ام سلمہ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے جنابِ رسالت مآب سے سنا۔ آپ نے فرمایا جس مقام پر چند لوگ جمع ہو کر فضائلِ آلِ محمدؐ کی مجلس قائم کریں تو آسمان سے فرشتے نازل ہو کر ان میں شامل ہوتے ہیں جب وہ واپس آسمان پر پلٹتے ہیں تو آسمان کے فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ تم سے ایسی خوشبو آرہی ہے جو اس سے پہلے نہ تھی تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین پر ایسی مجلس میں شامل ہوئے جہاں آلِ محمدؐ کے فضائل کا تذکرہ ہو رہا تھا پس یہ خوشبو اسی مجلس کا نتیجہ ہے پس وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی اس مجلس میں لے چلو یا ہمیں اس مکان میں لے چلو جہاں مجلس قائم تھی۔ (مودۃ القربیٰ)

ایک مرتبہ جعفر بن عثمان امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تو امام حسینؑ کے متعلق شعر کہتا ہے اور خوب کہتا ہے۔ اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا سنا ہے تو اس نے پڑھنا شروع کیا۔ آپ اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پاس بیٹھنے والے بھی سب روئے پھر آپ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے بھی تیرے اشعار سن رہے تھے اور انہوں نے ہم سے بھی زیادہ گریہ کیا ہے۔

اتھا اور حضرت ام کلثوم اپنے مرثیہ میں فرماتی ہیں وفاطم لومائیتنا سہماری۔ ومن سہم الیائی قد عمینا۔ اے فاطمہ کاش تو ہماری بیداری کو ملاحظہ کرتی کہ متواتر بیداری کی وجہ سے ہمیں نظر کچھ نہ آسکتا تھا۔ کتنی مجبوری تھی کہ حاکمِ شام سے رونے کی اجازت لی گئی اور کوئی ہاشمیہ و قریشیہ ایسی نہ تھی جس نے ماتم حسینؑ میں سیاہ لباس نہ پہنا ہو۔ اور ایک ہفتہ تک شام میں ماتم ہوتا رہا۔

غزالی پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ واعظ کو منبر پر شہادتِ حسینؑ نہ پڑھنی چاہیے کیونکہ اس سے بغضِ صحابہ پیدا ہوتا ہے (صواعق) حالانکہ حضرت رسالت مآب کے پاس جبریلؑ کربلا کی خاک لائے اور حضرت حسینؑ کی شہادت کی خبر سنائی تو آپ بہت روئے (مشکوٰۃ) حضرت امیر علیہ السلام صفین کو جاتے ہوئے یزیدی کے قریب پہنچے اور دریافت کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے تو جواب ملا کہ کربلا ہے تو اس قدر روئے کہ آنسوؤں نے زمین کو تر کر دیا۔ پھر رسالت مآبؐ کی مشکوئی کا تذکرہ کیا اور مروی ہے حضرت علی علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا۔ یہ ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خیمہ نصب کرنے کا مقام ہے اور یہاں ان کی خونریزی ہوگی۔ آلِ محمد کے جوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر آسمان وزین گریہ کریں گے (صواعق)

امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے۔ فرمایا اگر ہماری مصیبت میں کسی کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپکے گا تو خدا اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ بہر کیف ٹھیکیدارانِ یزید لاکھ کوشش کریں لیکن غمِ حسینؑ روز افزوں ترقی پر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآبؐ نے اپنی شہزادی کو شہادتِ حسینؑ اور جمیع واقعہ کربلا کی خبر سنائی تو فاطمہؑ نے رو کر پوچھا اے بابا جان یہ واقعہ کب ہوگا تو فرمایا ایسے زمانہ میں ہوگا جب نہ میں ہوں گا نہ علیؑ ہوں گا اور نہ حسنؑ ہوگا اور نہ تو ہوگی۔ پس بی بی پر

استاذ العلم اعلیٰ الحاج سید محمد باقر شاہ اعلیٰ اللہ مقامہ

ویسے تو ہر دور میں خداوند کریم کی جانب سے ایسے افراد معرضِ ظہور میں آتے ہیں جن کا وجود اہل ارض کے لئے سایہ رحمت پروردگار شمار ہوتا ہے۔ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن لفرمان رسالت ہم میں علمائے اعلام کا وجود اہم سابقہ کے انبیاء کا بدل ہے اہل پاکستان کے لئے تقسیم ملک سے پیشتر علمائے ایران و عراق کے بعد علمائے مکھنوشکلاتِ دینیہ میں تجار و مرجع رہے خدائے کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

مولانا سید گل محمد شاہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی قبر پر بارانِ رحمت ہو جن کے دولائقِ فرزندوں نے پوری قوم کی کاپی لٹ دی، مولانا سید طالب حسین اعلیٰ اللہ مقامہ (۲) مولانا سید محمد باقر اعلیٰ اللہ مقامہ۔ ان ہر دو بزرگواروں نے قوتِ لامیوت پر قناعت کرتے ہوئے فرزندانِ قوم میں علم کی خیرات اپنا مالِ زندگی قرار دیا اور اس وقت پاکستان بھر میں جس قدر مدارس دینیہ نظر آ رہے ہیں سب انہی کے چشمہ علم کی شفاف و شیریں شاخیں ہیں۔ ملک بھر کے مدارس دینیہ کے اساتذہ انہی کے بحر علم سے چلوینے والے اور انہی کے خوزن علم سے ریزہ چینی کرنے والے ہیں۔ مولانا سید طالب حسین شاہ صاحب قبلہ مرحوم اپنے وطن بالوف پکڑالہ میں فرائضِ تدریس انجام دیتے رہے اور مولانا سید محمد باقر شاہ صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ تقریباً ۲۰ برس چک نمبر ۳۸ ضلع ملتان میں اور بیس برس بدہ رجبہ ضلع جھنگ میں تشنگانِ علوم کو سیراب فرماتے رہے۔ دونو بھائیوں نے اسی سال سے زیادہ عمر پا کر پوری زندگی کو علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں گزارا اور تاقیامت پوری قوم پر ایک احسانِ عظیم چھوڑ کر خدا کو پیاسے ہو گئے۔ اس وقت جس قدر اہل علم حضرات خدمتِ ملت میں مصروف

اے جعفر خداوند کریم نے تیرے اوپر جنت واجب کر دی ہے اور تیرے گناہ معاف کر دیئے اور فرمایا جو شخص نصرتِ حسین علیہ السلام کے متعلق کوئی شعر لکھے۔ پس خود روئے اور دوسروں کو لائے اس پر جنت واجب ہو جایا کرتی ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (خصائص)

مروی ہے کہ جب ہلالِ محرم نمودار ہوتا تھا تو امام حسینؑ کے مصائب پر امام جعفر صادق علیہ السلام کا گریہ و بکا زیادہ ہو جاتا تھا اور گرد و نواح کے لوگ جمع ہو کر آپ کو پر سادیا کرتے تھے جب آپ گریہ سے فارغ ہوتے تھے تو فرمایا کرتے تھے حضرت حسینؑ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور وہ اب بھی اپنی لشکر گاہ قتل اور اپنے صحابہ کی جگہوں کو دیکھ رہے ہیں اور اپنے زائرین و عزاداروں کو بھی دیکھتے ہیں اور وہ ان کے اور ان کے آباء کے ناموں کو جانتے ہیں جب کوئی روئے والا آتا ہے تو اس کے لئے استغفار پڑھتے ہیں اور اپنے نانا باپ بھائی سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی استدعا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر میرے رونے والے کو یہ علم ہوتا کہ اللہ کے پاس میرا اجر کس قدر ہے تو اس کے غم سے اس کی خوشی زیادہ ہوتی اور جب وہ مجلس سے خوش و خرم اپنے گھر کو پلٹا ہے تو اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں رہتا جس طرح کہ شکمِ مادر سے پیدا ہوا تھا۔ (اسرار الشہادت)

ایک دفعہ کیت شاعر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے حکم سے مصائبِ امام حسینؑ میں کچھ شعر پڑھے تو امام خود بھی رٹے اور پس پردہ اہلِ حرم نے بھی گریہ کیا۔ حتیٰ کہ ان کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں پس ایک کنیز اندرونِ پردہ سے نکلی اور ایک چھوٹا سا بچہ لاکر امام کی گود میں رکھ دیا تو امام کا گریہ اور بھی زیادہ ہوا۔ حتیٰ کہ آواز بلند روئے۔ (اسرار)

میں نے آج شب اتوار ۹ مئی ۱۹۷۹ء قبل اذان صبح خواب میں دیکھا ہے کہ استاد العلماء حضرت مولانا سید محمد باقر شاہ صاحب اعلیٰ الشان مقامہ ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں اور میں ان کے سامنے ایک دوسری کرسی پر بیٹھا ہوں، سرکار قبا کے کپڑے بالکل نیا سفید اُچلے تھے اور بنائی درست تھی۔ مجھے فرمایا کہ اپنا عمامہ مجھے دید و چنانچہ میں نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور ان کے حوالہ کیا انہوں نے وہی عمامہ اپنے سر پر رکھ دیا اور چند منٹ کے بعد فرمایا کہ تم میرے قریب آ جاؤ، جب میں قریب جا کر بیٹھا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے عمامہ اپنے سر سے اٹھایا اور میرے سر پر رکھ کر مجھے گلے سے لگایا اور دائیں کندھے پر بوسہ دیتے ہوئے رونے لگ گئے اور حالت گریہ میں یہ الفاظ کہے، اَللّٰهُمَّ قَوِّمْنَاهُ مَقَامَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّحْمٰنِ وَ سَدِّدْ اَمْرَہٗ وَ تَوَسَّلْ قَبْلَہٗ۔ اس کے بعد والے جلے مجھے یاد نہیں رہے بہت دیر تک دعا مانگتے رہے اور روتے ہی رہے اور میں بھی روتا رہا اور ان کی دعا عربی میں تھی میں نے اس کے بعد دستار بندی کی خوشی میں تقسیم کرنے کے لیے مٹھائی منگوائی اور اس روٹن میں اذان صبح شروع ہو گئی اور میں بیدار ہو گیا۔

ہیں خواہ مدرس و مصنف ہوں یا خطیب و واعظ ہوں پیش ناز و نکاح خوان ہوں یہ سب کے سب ان کے شاگرد ہیں یا شاگردوں کے شاگرد۔
خداوند کریم ان کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ ہم نے اپنی کتاب لعتہ الانوار فی عقائد الابراہیم میں ان کی زندگی کے مختلف شعبوں کا اجمالی تذکرہ کیا ہے اور مجھے چونکہ مولانا سید محمد باقر شاہ صاحب اعلیٰ الشان مقامہ سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے اس لئے انہی کے حالات ہی وہاں سپرد قلم کئے ہیں۔

زیر نظر کتاب ان کی ان مجالس کا زیریں مجموعہ ہے جو انہوں نے اپنے استاد علامہ مولانا شریف حسین خان کے امام بارگاہ واقع جگراؤں میں پڑھیں۔ آپ تقسیم سے پہلے ہر سال محرم کی مجالس وہاں پڑھا کرتے تھے۔ ان کی مجالس کا مسودہ اگر پورا چھپ جائے تو یقیناً ایک بیش بہا علمی ذخیرہ ہو گا۔ میں نے ان کے حین حیات یہ مجالس انکے مسودہ سے نقل کی تھیں ابھی تک میری نقل شدہ مجالس ان کے مسودہ سے قطار از بحر ذخار یا ذرہ از ریگزار کی حیثیت سے تھیں کہ ان کے فرزند احمد مولوی سید زین الدین حسین شاہ زید مجدہ نے مجھ سے مسودہ کسی ضرورت کیلئے طلب کر لیا اور اس کے بعد مولانا مرحوم کی وفات ہو ہو گئی پھر مجھے وہ مسودہ دستیاب نہ ہو سکا۔ میں کوشش کر کے مسودہ سے ان کی تمام مجالس کو منظر عام پر لاؤں گا۔ اگر مجھے وہ مل گیا۔

آج وہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن ان کے فیوض و برکات کا سایہ اب بھی ہم پر موجود ہے خداوند کریم ان کو اپنے ظل عافیت میں رکھے اور اس مجموعہ کی اشاعت اور محنت کا ثواب ان کی روح پر فتوح کو عطا کرے۔ میں تمام قارئین کرام سے مولانا موصوف کیلئے ایک فاتحہ پڑھ لینے کی درخواست کرتا ہوں۔ والحمد للہ رب العالمین۔